

ہوتا ہے آفح یوروپین نان پاؤ سے	میں خوش ہوں ایشیا کے خیالی پلاؤ سے
ایمان بیچنے پہ ہیں اب سب تلمے ہوئے	لیکن خرید ہو جو علیگڑھ کے بھاؤ سے
دھمکائے بوسہ نو نگارخ رشک طاح کا	یتدہ وصول ہوتا ہے صاحب دباؤ سے
چٹھی اس بس کی ہے کہ یہ جاو وہ ہے	دل جوش مغافرت سے بے قابو ہے
ایسی پرہی اور مجھ کو پیارا لکھے	انقاب میں دیکھئے ڈیر کٹو ہے
ہندی سلم میں ہند کی نیو بھی ہے	افطار میں ہے کچھ رتو سیو بھی ہے
الند اللہ ہے زبان پر بیشک	لیکن اک رنگ ہم مہادیو بھی ہے
بڑا ہوا کہ رقیبوں میں بڑھ گئے بابو	ذرا سی بات ہوئی اور یہ سونے تھانا چلے
حریص زر کی سیت پر یہ بولا طالب قوت	جو ملجائے تو اسکو کھاؤں یہ سونیکا کشتہ ہے
ہیں لمپ عزیز شمع بیگانہ ہے	جلتا ہے پر غ سے جو قرزا نہ ہے
سبکی ہے سونے سے روشن پہ نگاہ	جو ہے نیا روشنی کا پروانہ ہے
عبث ہکا گلاب سے مستغیشہ بولتی کیوں ہے	کوئی پوچھے تو ناحق تنے ڈالی اولتی کیوں ہے
آپ کی انجمن کی ہے کیا بات	آہ چھپتی ہے واہ چھپتی ہے
حکمتوں سے ہوئی ہے جزو شکم	روح بھی اب تو کورس چپتی ہے
اس غرض سے کہ سینہ پوش نہ ہو	شیخ کی ریش روز نشیتی ہے
پائے خامہ ٹھہر نہیں سکتا	کس قدر یہ زمین تپتی ہے
جو عقل کھری تھی کی وہ کھوئی اسے	اپنے اچھوں سے چھینی روئی اسے
ستوں پہ شراب فاقہ سستی لائی	پتلون کو کر دیا سنگوئی اسے
کہا جو میں نے کراچی دوا انوکھی ہے	کہا بتوں نے کہ اردو میناں کی چو کھی ہے
نکتہ یہ سنا ہے ایک بنگالی سے	کرنا ہو بسر جو تم کو خوشحالی سے
خالی ہو جگہ تو اپنے بھائی کو دلاؤ	غصہ آئے تو کام کو نکالی سے

میں نے جو کما کل انتظام آپ کا ہے	سے فائدہ آیا کا یہ کام آپ کا ہے
کسے لگے مسکرا کے یہ سب ہے میچ	لیکن جوتس دے کد ام آپ کا ہے
مردم حسی نظر سے بالکل کم ہے	کیوں میں کموں د داخل مردم ہے
شاید جو ہو تو اسکو ٹیٹی سمجھو	ایسا جو نہ ہو تو اک جڑے دم ہے
(آئندہ اردو درماں کا نمونہ)	
ماہر جی کا وہ ست ہوا نوکر	غیر اس کو یہ پیام دیتا ہے
ماہر کہتے میں وہ نہ حائے گما	پیرے اندر جی کام دیتا ہے
اداسہ کم ہو گیا اسلام کے قانون سے	دب گئی آئینہ مسلمان مری پتوں سے
اب کہا تک تگدے میں مرف ایماں کیجئے	تاکہ شوق بجاں نسبت یماں کیجئے
سہرے ہی ستر علی گڑھ جا کے سید سے کموں	مجھ سے جیدہ لیجئے مجھ کو مسلمان کیجئے
حب اٹھا کر س خارج ہو گیا قلیم طفلان سے	تو اب اعراض سم کیو مکر کریں تعلیم لٹوال سے
انکو کیا کام ہے مروت سے	ایسے رُج سے یہ نہ نہ موڑیے گئے
حاجن شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں	ڈاکٹر میں کو نہ چھوڑیے گئے
اس اکھاڑے میں اڑ گئے دیکھ کر قانون کے	شیخ نے تہمد سے ہجرت کی طرف پتوں کے
میں کچھ گفتگو اسیں یقیناً سیر ہیں حضرت	میں اتنی بھٹ باقی ہے یہ یقیناً ہے کہ آج ہے
جیک پتوں کی ہاتھوں کی صفائی واہ کیا کہا	گر یہ دیکھ کر گشتار برکا ہے کہ گردن ہے
حار کا جیب بڑا اتفاق عقل و حکمت یہ	تو اس سے جو کرے طغلت وہ اپنا آپ ڈھن ہے
راہ تو مجھ کو سادھی حشر سے	اوٹ کا لیکن کرایہ کون دے
اب تو جاگو ایشیائی سہائیو	تیند میں غفلت کی حدیوں سولے
ہو سب کچھ مستوئے حضرت انھیں	ہم تو اب انہن کے پیچھے ہوئے
اب تھیں میں بیٹے کے حاکمے جو	خانقاہوں میں تو بر سوئے

ہر چیز کو جگا، اعتماد اب تک ہے	تا ہم لہذا وقت دل میں تباہ ہے
بیتھے تو بہت ہی سہوکار میں حضور	کیا جانے مراقبہ ہے یا پینک سٹ
کی بے سند سے کمی پیٹ میں	بانی الہ برنگ کے اندر ٹھیک ہے
حضرت تزلزلہ میں مسدود انجمن	دم بدم ابھی بھی اک تحریک ہے
تیرے قوم سے رونق شہر پاک ہے	یعنی ترسے ہی دم سے بتوں کا ساک ہے
بھڑکی بے دل کی آگ کو الہن کے عشق میں	احباب بنتے ہیں کہ یہ کندے کی آگ ہے
سب سمجھتے ہیں کہ یہ عشق تباہی اک روگ ہے	لیکن اسکو کیا کریں ملتا چڑھتا بھوک ہے
شاہدانِ مغربی کرتے نہیں مجھکو قبول	ٹال دیتے ہیں یہ کسار پکا لاوگ ہے
دیکھوں عروس دہر کو کیوں آنکھ کھول کے	بہتر یہی ہے کام نکالوں ٹوٹل کے
جو مرد ہیں وہ پاک ہیں دنیا کے میل سے	سچ ہے تہذیب ملتے ہیں ایسی چڑیل سے
چہرے کے نیچے تھر ہے ڈاڑھی کا جھول جھال	اس فرد کو بچانے تفصیل ذیل سے
جب کہا کیسو کا بوسہ دیجئے دل سیجئے	ہنسکے بولے آپ کو سودا ہے سہل لیجئے
دل میں جو چڑکائی ہے گرہ کھول ڈالئے	اک دم میں کل متاعِ سخن تول ڈالئے
ترکیب ہے ترقی آرد و کی بس یہ خوب	جو آپ بول سکتے ہیں سب بول ڈالئے
واہ اکہر بس مستم کوں ہو کر رہ گئے	خود فروشی کی نہیں انمول ہو کر رہ گئے
عزم و بطول بند میں کتنے نہ دوڑائے تھلوط	دل کشی مرکز میں پائی گول ہو کر رہ گئے
ہجم سے شب وصال وہ بے میل ہو گئے	افسوس انتہائش میں ہم فیل ہو گئے
درگاہ کے چراغ کو پھوٹا ابرائے لہج	سب کی نظر میں گھی سے گاہریل ہو گئے
بوڑھوں نے پہلے لڑکوں کو خود ہی بنا کھیل	آنکھی قطر میں آپ ہی اب کھیل ہو گئے
اے شیخ جب نگیل نہیں دستِ قوم میں	پھر کیا خوشی جو اوٹ ترے ریل ہو گئے
ہم بھی کھیل کرنے لگے گاسے کی طرح	اس ناک میں بھی حضرت کو کھیل ہو گئے

پریوں کا شوق ہے سبھی سکر حور ہے	کا لچ سے ہے حیات تو ذکر حضور سے
ماو صاحبہ نے کہا اک مانع سے یہ اکلام	اسیں کیا شک ہے مگر یہ بیاع شالا مار ہے
سوئے فلک چلے حور مارے میں بیٹھ کر	شہدہ مسدوں کے عہد و غیرت سے مڑ چلے
احباب لے کہا کہ مبارک یہ عہد و ج	شکر خدا کر اب تو یہ سالیو بھی اڑیے
سیدہ مس کا اہمارے دل فساد انگیز ہے	لوگ سچ کہتے ہیں دوسریاں نادانگی ہے
عدل انگشت مس سے تو مید آ رہی سے شیخ کو	مالوؤں کی شورش التجاد انگیز ہے
علم کی حد تک عقیدے سیدہ یقین کے ساتھ ہیں	اُنکے آگے کی دوس مرنے اعتماد انگیز ہے
شیخ جی گھر سے نہ نکلے اور مجھ سے کدیا	آپہ بی۔ اے پاس ہیں اور مدد دینی بی پاس ہے
مکمل ہیں اے مس تراؤ نش۔ لیا حاسے	کمال ایسے پر یاد ہوں اور کس نہ لیا حاسے
لدا میں مگر جاؤ گے و سواس یہی ہے	تھم پاس رہو سے بڑا پاس یہی ہے
سراک رمارک آپ کا عقب کا پیش ہے	مھکو بھی رچ غیر کا سیدہ بھی ریش ہے
مجھے کہا کہ گور شتر سے ۱۶ سخن	اُس سے یہ کدیا کہ تو گور گیش ہے
یاروں کو نماز و رجا کچھ نہیں رہی	مس کام ہے اُنھیں روحیں و نشاط سے
کہتے ہیں حرج کیا ہے حور ایک ہے وہ پہلی	مائیکل یہ گدہ بیٹے ہم بیل صراط سے
حلقہ اسی سمت صوف رہ صوف جاتی ہے	ماہود و رہاب و بیگ و دوف حاتی ہے
بے نور خدا بھی طالب ررق کا دوست	ڈاڑھی بھی تو پیٹ کی طرف حاتی ہے
کچھ شک نہیں کہ حضرت واعظ ہیں جو شخص	یہ اور بات سے کہ درایو تو قوت ہیں
آردو کے تیس ربع کے مالک ہیں خود ہود	پھر کیا سبب حواس سے انھیں اکراں ہے
یعنی اردو سے چہ انھیں کے داق کی د	آردو کی تیں حویلی صاف صاف سے
دو تہی ہیں تجھے کب	سے یہ مات گرتھے شک ہے
شیخ سے چھوٹے اُنھے اکھن میں	اسیں مک کہ تم ہی میں بھک بھک ہے

جزائے کو سدھارے ہوئے مدت ہوئی اگر	البتہ علیگڑھ کی لگی ایک یہ پنج ہے
رندی و شراب و بزم شاہ بھی ہے	منطق بھی ہے و سبیلِ محمد بھی ہے
لیکن قربانِ حکمتِ پیرِ معانی	و مولوی بھی ہیں ایک مسجد بھی ہے
دھن نوکری کی بے نیوری ہے نہ حور ہے	اب فکرِ بلاس کی ہے قیامت تو دور ہے
آئین بھی بدلتے ہیں نیت کے ساتھ روز	امید بے اصول سے اب دل فقور ہے
دن تو جنات کی خدمت میں بسر ہوتا ہے	رات پر یوں کی خوشامد میں گزر جاتی ہے
سبقتِ رسپکٹ کا وقت آئے کہاں سے اگر	دیکھ تو غور سے دنیا کو کدھر جاتی ہے
نوکروں پر جو گزرتی ہے مجھے معلوم ہے	بس کرم کیجئے مجھ بیکار رہنے دیجئے
راہ میں لیسش ہی کافی ہے غرت کے لئے	بس یہی لے لیجئے تلوار رہنے دیجئے
ڈاکٹر صاحب سے ملنا آپٹے کا اچھا نہیں	بیٹھے گھر میں مجھے بیمار رہنے دیجئے
تیزے سے کا اثر تھانرغ کی آمد نہ تھی	خیر اٹھئے تو یہ استغفار رہنے دیجئے
کامیابی کا سدھسی پر ہر اک در بستہ ہے	چرچ طوطا رام نے کھولی مگر پر بستہ ہے
مقامِ اگرہ	
شو میکر سٹی شروع جو کی اک عزیز نے	جو سلسلہ ملا تے تھے بھرام گور سے
پوچھا کہ بھائی تم تو تھے تلوار کے دھنی	مورث تمہارے آئے تھے غزنین و غور سے
کہنے لگے ہے اس میں بھی اک بات نوک کی	روٹی اب ہم کھاتے ہیں جو تے کے زور سے
موکل چھٹے انکے پیچھے سے جب	تو بس قوم مرحوم کے سر ہوئے
پیسے پکارا کئے (P) پی کہاں	مگر وہ پلیڈر سے لیڈر ہوئے
پردے کے واسطے تو عجیب بیقرار ہے	پردہ دروں کا راز تو خود آشکار ہے
آفاق میں حسن نہ اب وہ سنگار ہے	پردہ اٹھا کے دیکھو تو کو آگیا رہے
زاد ایسے بیخبر ہیں ابروئے خمدار سے	جس طرح بالبو کو بے بیگانگی تلوار سے

اثر کرے گی ہوا فضا و قلاب اپنی دوا کرے گی	اہل سے بھی بھر ہوئے حائف مراد سے اپنے ہوئے قہ
کسے لگا اس سے تیرا مطلب کیا ہے دولا کہ تسکست کھا چکے اب کیا ہے	پوچھا میں نے کہ تیرا مدہب کیا ہے میں نے یہ کہا کہ حول مدی کے لئے
اخار میں تو نام مرا چھاپ دیکھئے بھر ہوا مجھے بھی کہیں چھاپ دیکھئے احار میں جو چائے وہ چھاپ دیکھئے طول شب وراق کو تو تاپ دیکھئے اعن کی لکے کان میں اب بھاپ دیکھئے لد ہی میں اپنے لایا ہوں جان آیا دیکھئے	اپنی گرہ سے کچھ مجھے آپ دیکھئے دیکھو جسے وہ پائیز آفس میں ہے ڈٹا چشم حاس سے حالت اہلی چپی ہیں دعویٰ بہت بڑا ہے ربانی میں آپکو ستے میں ہیں شمع نئی روشنی کی بات اُس مت کے در پہ غیرے اکبر نے گدیا
ماسٹر صاحب ست کمرہ تھے چت ہو گئے	شیخ صاحب دیکھو اس مس کو ساکت ہو گئے
خدا فرمے مس وہ جھٹ کیئے دعا سے کہ لڑکی یہ مٹ کیئے وصاحب کھلائیں وہ چٹ کیئے کہیں ملسوں کو دپٹ کیئے مس ان لعتوں پر نہ ہٹ کیئے تو چہرے پر اپنے گلٹ کیئے اب اس کیئے امد مٹ کیئے	سہ کچھ انتظار گرٹ کیئے سنت بھاتی ہے اسکی بھرتی مجھے کہاں کا حلال اور کیسا حرام سکھاتے ہیں تھکیر انگلش جو آپ مگر دھائے گا یسم سے سارا کھیل سنت شوق انگیر بے کا ہے احل آئی اکبر گیا وقت سمٹ
مرا شربت کا دیوانی سے گو وہ پیچ ہوئی تیر	سایت حکمت آگئیں آپ کی اسپچ ہوئی ہے
شاید ملی بیگم کے کسی مات یہ جج ہے شاہد کہ میں عیقل ہوں نظر آپ کی غ ہے حشاق کی کثرت سے کہ یہ فوج بلخ ہے	بہن آپ کی سے سنت بدن آپ کا بج ہے پونہ پنچا میں ملاک پر جو نظر تم سے ملائی السنچ شمر حسن کی دوشیر میں نشانی

میں یہ سمجھا یہ عالم ندی خوب ملکر لڑی زباں سے زباں	سے جنگِ اردو و ہند سی یعنی ہے اس میں لطف و صل ہتاں
انقلاب جیسی و غزیری نہ سہی جاں بخش حرارت غزیری نہ سہی	اخلاقِ نیکو و خوش تمیزی نہ سہی بیٹھے پانی سے ہے زباں شیریں کام
تفریقِ آزاد و شعیہ و سنی کی بہرے کی نہ شرط ہو نہ ضد چنی کی	بھائی مجھے کل یہ بات بی ہشتی کی جیسا موقع ہو میں بچھا دو وہ نگیں
کچھ کمیل ضرور ہے پھسڈی ہی سہی چندہ تحصیل کر کیڑی ہی سہی	لڑا نہیں گوشتِ خیر بڑی ہی سہی موقع جو پڑیڈ پر قواعد کا نہیں
شکل کو لے کی ہرٹ سولے کی کہ بابوؤں میں قواعد سے غل مچانے کی	واہ کیا دھج ہے میرے بھولے کی مری فغاں پس ناشناس لکھی
یہاں تو شیخ کو مہن ہے بگن بجانے کی	بجائیں شوق سے ناقوس برہمن اکبر
نہ سرگرمی پولس کی ہے نہ جاری مارشل لے وہ اک فرشتی کیڑی ہے یہ لفظی گیند بلا ہے نئے سن کی طنائیں ہیں کرسمس کا چھپلا ہے	کوئی شور و تش نہیں ہے ہر طرح سے خیر سلا ہے یہ کلکتہ کی شوخی اور یہ ڈھاکہ کی ادا سبھی یہ دیسی درزشیں ہیں مشرقی جمناسٹک ہے وہ
آسودہ جو میں انھیں بھی ٹھلاتا ہے ظاہر ہے صریح پیٹا دوڑاتا ہے	مہمانِ فلک کہاں سکون پاتا ہے ہے ہضم کی فکر میں یہ نقل و حرکت
بیچارہ بلا میں مبتلا رہتا ہے کیا اسکی سنوں کہ بے سُر رہتا ہے	در پر مظلوم اک پڑا رہتا ہے کتاب ہے وہ شوقِ تال سم ٹھیک نہیں
مگر میں محنتی کوئی قلی ہے کوئی مٹی ہے مگا کر یہ خیال آیا ملی نہ روئی تو کیا کرینگے عوضِ قصوف کے مہنہ طلبی بیٹھے سرجن مرا کرینگے	نہ وہ وضعیں نہ وہ رسمیں نہ چھٹیا ہونہ لٹیا ہوں اٹھا تو تھا ولولہ یہ دل میں کہ صرف یاد خدا کرینگے کہاں کے قبلہ کہاں کے قبلی جنید کہے کہاں کے شبلی

سائیس سے زیادہ سے مذہب کی حرٹری بانویہ کہتے ہیں کہ دھرم حیت جانے گا	توپوں کی مار سے بھی خدا کی پکار ٹری اسوقت گو ملک سے والی سے گزری
نیکریوں میں ہے رستش گرجیوٹیوں کی نہیں ہے قدر تو س علم دین و تقویٰ کی	شرک پہ مانگ سے قیدیوں کی اوٹیوں کی خرابی سے تو فقط شیخ جی کے بیٹوں کی
مقصود ہے شعل کو فی مصعون سہی سنگار نہ موت بھی ہے اک حش اکبر لات نان جو میں ٹھکوا مدرک لے شیخ صورت خشک نہ بھکوا دلا دین اکبر دحشت نئی روشنی سے آو کو کھٹی کرکٹ عمناسک ٹرینگ کالج	سیاٹے نہیں تو ایوں سہی گر جگ میں تو خیر جاعون سہی بھگہ گھٹا کو سے صرف تھن کافی رہمانی کے لئے سے مجھے اکن کافی فکر و نری میں شیخ کی طبع ڈٹی مولو مایکھتے ہیں ماحصل نئی
اسوٹکی کی بحث میں تم جو ہر دیکھے سو گئے سہی اپنا کھنڈہ ٹکوا دینگے نہ پوری و باٹ دینگے گروہ رہتے ہیں وہ تھم سے یہ لوگ سلتی پراپر سہی برل کو اپنی جو چوڑ کر تھیں کی شرکت کہ درنگ میں ہوگی حکام کو بھی دولت ہوگی اک جاہلک کی پیش سواما گئے ایک پھل سلوہ کاٹ کر ایک پھاٹک دینگے	دلالت صاحب حلال یتلے۔ رامہ سی سے میگا باقی پڑیگا موقع کو کوئی اگر نہ دونوں ہی ٹکویا سہی گئے لے ملے میں سہ سائی میں امیر امیں تو ہم میں گئے تو یہ تو کوئی کہ سپکھا تھام سے دشمن کہاں نکل میں منزوت انکو بھی یہ سوگی کریں ہر اک سے غنہ غرض جلاؤ گئے بھر بھی نہ تو س کو وہ ایک لٹلی سے ہانک دینگے
انکے دست ناز میں سے پائی پائی آٹ کو ہوئی وہ مات جو بھتی ہوئی حشست تھے سو گئے میں وہ شعلیم مذہب اور مولوی یہ گالی ہوئی دروازہ مصعبی ہے پھر کیوں مد	اب کہاں باقی ہے ہم میں پائٹی مذہب مٹی ہے مابہ سٹی ڈھوئی حوتیز تھے سٹکے میں پو پوئی اسپیچ پہ انھن میں تالی ہوئی ہر بات تو اسے جتاہ عالی ہوئی

ایک جو ہر بے فقط اس میں مفید
خود کشی آسان کر دیتی ہے یہ

غزل میری سنتے نہیں شیخ جی
تقدس کی بھی انتہا ہو گئی
ہمارے توپوری سسزا ہو گئی
یہ پڑتے سے بھی اک خطا ہو گئی
یہ تھی قیمت رزق ٹوٹے جو دانت
غرض کوڑی کوڑی ادا ہو گئی

پیارا ہے بلکہ شیخ ہمارا برا سہی
دل کو تو گرم رکھتا ہے وہ بے سزا سہی
اگر کاغذ قوم کے حق میں مفید ہے

رہا کرتا ہے مرغا نغمہ شاکی
نئی تہذیب کے انڈے پیت، خاک کی
چھری سے ابھی کو اکر فلک سے
خدا جانے ہماری تاک کیا کی

ابھی انجن گیا ہے اس طرف سے
کے دیتی ہے تاریکی ہوا کی
رہی رات ایشیا غفلت میں سوئی
اتر رہی ہے تاریکی ہوا کی

ہے عجیب انقلاب بڑھ رہی ہیں
کیا کموں بات بھائی صاحب کی
اب وہ تسبیح پر بچاے درود
پڑ رہے ہیں ڈھائی صاحب کی

ہوئی جب آپ سیری ہوا میں ہر کہ پیشانی
ترش روئی کی چٹنی جوڑ ہے ڈاڑھی ہو جب کچھری
سوال اب یہ بحث ہے جب بے پلوں کی ارزانی
چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمان

کچھ سین خوش آتے ہیں نہ بھاتے ہیں بزرگی
میں زیل کا طالب ہوں نہ خواہاں از جی
مستتابہیں لکچر میں پڑا رہتا ہوں دن رات
لگتا ہے نقطہ لیڈیوں میں وقت دزجی

کسی میں محروم ہوں میں طہمت خاطر خواہ سے
آگیا ہوں تنگ مذہب کی مساؤ اللہ سے
و صبح مغرب سیکہ کر دیکھا تو یہ کا فور تھی
اب میں سمجھا واقعی ڈاڑھی خدا کا نور تھی

علم پر بھی عشق کی تاثیر آخر پڑ گئی
تخلنے کی بات پہلک کے دلوں میں گڑ گئی
مسل کی شب میں نے اُس بت سے لڑائی تھی ناں
یہ اثر اسکا ہوا اُردو سے ہندی لڑ گئی

سرگرمی۔ سہ سہ کی کوشش سہ یعنی عربی فارسی کے الفاظ داخل کر دئے گئے

شیخ اس دمہ اندازی ہے جو گھوڑے پر چڑھے لات دینا ہے۔ مارو ابھی اے حضرت شیخ	ماگ گردن میں رکاب آکے پھنسی ہاں میں ہو ٹیکھیں کر لہو ذرارہ ور تو کچھ ران میں ہو
شوقی لیل لائے سول سروس نے مجھ مخمون کو حوائہ ہستی کے گلوٹے اُتر رہے ہیں سرع میں	استاد و ڈایا لے گوی کر دیا یہ ستون کو پھیلے اس کوٹ کو تہ کیسے پستون کو
دینا فوسی طریق سے سہ موڑو بھوکے سے کہو کہ حد تذبذب میں رہ	شیرارہ مد آہی نفست کا تھڑو آستوں سے کہو کہ قل ہوا اند چھوڑو
نقطہ مذہب سے تم میں عزت و وقعت کی سے یہ ہو	وگرہ اور کیا نسبت کما و پیم کھا کھو
بے ہر ہو کہ جو مشو ملے حالی سہو ہکو تو پر طریقت نے ہی دی ہے علاج	ماہر ہو کہ جو چکو قوم سے گالی سنو قصہ منصور دیکھو اور تو والی سنو
اوسٹ نے گالیوں کی صدر شیر کو سا بھی کیا حس پر رکھا چاہتے ہو ماتی اپنی دسترس	یہ تو مددگ سے بھی مدد سب نے پایا اڑٹ کو سہ میں ہاتھی کے کھسے لے بھائی وہ گناہ دو
نگہات سے لفتہ اپنا سہ۔ پیراؤ مجھے بھی چھو گے کیا کہ کے حوائی عمت پر	حوالہ ہوئی ہو موجود وقت پر وہ کھلاؤ کباب کرتا ہے اب مجھ کو آٹک رپلاؤ
یہی کے حق میں کجا ادائی۔ کرو میٹھی رہو گے اور مرو گے بھی ضرور	اللہ کے ساتھ لے دوائی نہ کرو کتابوں کہ دعویٰ حوالی نہ کرو
صاحب سے اذن لیکے کرو نگاہیں عشق چشم حب پڑی قومی مصیبت تو کسی نے کیا کیا	سینس ہے ضرور ہرن کے شکار کو سہوئے افک میں غنیمت ٹکڑے سہو پیا
ہاں چشما تھے انھوں نے تادور و نکے ساتھ یتیم ہوں شراب آب رمرم کے ساتھ	داغ دل کو آسمان نظر پر حیکا دیا رکھتا ہوں اک ادنیٰ بھی ٹم ٹم کے ساتھ
بے عشق حقیقی و محبت بازی و دولوں قوم سے شے کی سفارش کیا کروں	قوال کی بھی صدا ہے چم چم کے ساتھ یک کو شیطان گردیتی ہے یہ

اکرتائیں قوم پر اُسے پیش	عیاش ہوں قلستباں نہیں ہوں
فخریہ میں نے جواشعار پڑھے سعدی کے	فخریہ آپ سنانے لگے نظمیں
شیخ سعدی تو بزرگوں میں مھے تھے اے دوست	آپ کے کون تھے ملن یہ سنوں حضرت من
بوئے جاڑوں میں لالہ گنگا دین	دھوپ سے جھکوتی ہے تکیں
ڈاڑھی سورج کی تھام لیتا ہوں	مدعا یہ کہ گھام لیستا ہوں
نہرینے پکاراے اکبر اندتیں تو کچھ بھی نہیں	یاروں نے کہا یہ قول غلطخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہر بات پہ تم کہیں کھانا جب یاد کریں راجہ صاحب	در بارودھ میں اے اکبر و اندتیں تو کچھ بھی نہیں
لٹنے کا کسی سے ہے یہ فرائد جوش طبیعت ہو پیدا	اُس نرم میں میرے پیچھے پرستہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
تھا تصور مالک آزاد سی زندانہ ہوں	لیکن اب بالکل اسیر انتظام خانہ ہوں
پہلے تھا اُس بُت کے گرد اب ساتھ ہے چوکی فوج	عشق میں دیوانہ تھا اب فکر میں دیوانہ ہوں
بہم ایسی گل نہا میں قابض صطبی سمجھتے ہیں	کہ جھکو پڑھ کے لڑکے باپ کو خطلی سمجھتے ہیں
مذہب نے کہا کہ جان سے عاری ہیں	آپس ہی کے لوگ باعث خواری ہیں
گویا قزاق تھے ہوئے ہیں اب اسیر	اپنولہ ہی میں کچھ گواہ سرکاری ہیں
حیراں ہیں اس زمانے میں ہم جی کے کیا کریں	چائرس سی شراب گرپی کے کیا کریں
تعلیم اوسچے درجے کی ہوتی نہیں نصیب	پھر گھر میں بیٹھکر بجز اسے بی کے کیا کریں
شیخ کی وہ دھج نہیں وہ شیخ کی ڈاڑھی نہیں	دوستی مذہب سے ہے پر اس قدر گاڑھی نہیں
اکبر مجھے شک نہیں تری تیزی میں	اور تیزے بیاں کی دلاؤ تری میں
شیطان عربی سے بند میں ہے سیخ فتن	لا حول کا ترجمہ کرانگریزی میں
ہیں عمل اچھے مگر دروازہ جنت ہے بند	کر چکے ہیں پاس لیکن نوکری ملتی نہیں
گورنمنٹ کی خیر یار و مسناؤ	گلے میں جو اتریں وہ تائیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں پتیر	انہی کھو اور پھانسی نہ پاؤ

<p>پھروں نے سست ساریات بولے اُس کا ہمارا مع ایک</p>	<p>میں نے کو سا کہ ہوتیں طاعون کیوں وہ کرنے لگا ہمارا حون</p>
<p>کئے گول حافظ محمد حسین کہ کر دیجئے اُن کی دعوت ضرور وہ ہیں مولوی آپ بھی مولوی وہ بولے مرا نکا کیا جوڑ ہے</p>	<p>تو حمدی سے بولے یہ حاجی دل وہ ہیں صاحب دانش و علم و فن درد دیکھ لیں روحی انجمن میں کلام ہوں وہ میں اسٹیشن</p>
<p>وہ نطف اب ہندو و مسلمان میں کہاں جھگڑا کبھی گائے کا دھماں کی کبھی سخت</p>	<p>احیاران پر گدے میں خستہ زتاں ہے سخت مضر یہ نسو کاؤر ہاں</p>
<p>چندوں ہی کے سو بھتے ہیں اُکو مغموں لڑکے انہیں دیکھ کر مچاتے ہیں دھوم</p>	<p>دل شاد ہو اُس سے قوم یا ہو محروں یہ ہیں نئی روشنی کے جدا مغموں</p>
<p>اعزاز سب کے شتے جاتے ہیں نشان تسید مسابو تو ہو سہر سید</p>	<p>انکھ سے خیال ہند میں اب وہ کہاں سو ما ہو حال تو تم ہو انگریز خاں</p>
<p>مشرقِ شریعہ کا علم نہیں ہے</p>	
<p>پر وہ آٹھا ہے ترقی کے یہ سامان تو ہیں کٹ گئی ناک حرم میں تو ہیں کچھ پروا حاصل ان آگے لڑا کر مری باتوں پہ کسا اُن سے ملنے میں ہے ایمان کا نقصان اکبر</p>	<p>حدیں کالج میں پہنچ مائیکل علماں تو ہیں تھینک یو ویر میں سے کے لئے کان تو ہیں آپ کیوں جان مری کہا ہے ہیں پائل تو ہیں غیر جو کچھ ہو سکتے مرے ارمان تو ہیں</p>
<p>وہ ایسی ریش والے کو بھلا کب پان دیتے ہیں</p>	<p>جواب شیخِ ماحق اس بوس میں جان دیتے ہیں</p>
<p>کیوں کرتا ہے اعتراضِ بیشرم گو ہو لہجہ سی روشنی کا شیدا کرتا نہیں لیکن اُس کی حکمت</p>	<p>اُسکا حو میں دسریاں ہیں ہوں گو میں شرعی جواں نہیں ہوں اُسکا امساہ حواں میں ہوں</p>

کوٹھی میں جمع ہے نہ ڈپانٹ ہے بنکیس میں	تلاش کرو یا مجھے دو چار تھینکس میں
لذت چاہو تو وصل معشوق کہاں	شوکت چاہو تو زکاء صدوق کہاں
کہتا ہے یہ دل کہ خود کشی کی ٹھہرے	خیر اسکو بھی مان لیں تو بندوق کہاں
شبنوں میں کورس دن میں غار مولا ورک کرتے ہیں	عیدم الفرصتی سے ابھی الفت ترک کرتے ہیں
آپ کی مصورت بہت اچھی ہے اسمیں تشک نہیں	پھر مجھے کیا۔ ذہن میں اسکا جواب اتنا نہیں
مجھے آخر آپ کو کیوں استعد و حشمت یہ خوف	آپ بنگالی نہیں ہیں اور میں ازبک نہیں
گو کہ وہ کھاتے پڑنگ اور کیک ہیں	پھر بھی یہ سہ ہیں نہایت نیک ہیں
جب میں کہتا ہوں کہ گیومی کس دیر	سرھیکا کرکتے یومی ٹیمپ ہیں
تین رہے ہیں آپ فکر جاہ کے پتلون میں	میں گھٹا جاتا ہوں فکر رزق کی فیون میں
حال دنیا سے بے خبر ہیں آپ	گو تقدس ماک بیشک ہیں
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے ذ	چاہ زمزم کے آپ میندک ہیں
شیخ جی کو ج آگیا نختہ	لگے کہنے یہ پھینک کر دُعا
تم ہو شیطان کے مطیع و مرید	تم کو ہر ایک جانتا ہے پلید
ہے تمہاری نمود بس اتنی	جس طرح ہو پڑسی پر بیڈ پہ لید
کل مست عیش و ناز تھے ہوئل کے مال میں	اب ہاے ہاے کر رہے ہیں اسپتال میں
دنیا اُسے قرار دو اور آخرت یہ ہے د	سن لو کہ ساز معنی اکبر کی گت یہ ہے
سنا کے معرے یہ شیخ صاحب بہت زیادہ ہنسا چکے ہیں	ہماری گردن وہ کیوں نہ ماریں جو ناک اپنی کٹا چکے ہیں
رقیبوں نے ریٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں	کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں
مے کی طرف سے معذرت	
قسمت وہ کہاں کہ اب وہ تقسم نہیں	کیونکر وہ اثر ہو جب وہ تعلیم نہیں
غرض پہ مری براہ مانو لے شیخ	وہ سکی کی ہے لہر موج تسنیم نہیں

ive me kiss dear Thanks Banks
یعنی پیاری مجھکو بوسہ دو
You may take یعنی آپ لے سکتے ہیں۔

صحت نے تو چھاؤنی میں دیکھی ہے وہ دکاں دُ	ہم کہوں ایسا عملہ نوا چھوٹیں
حالات شرع کبھی شجہ تھوکتا بھی ہیں	گرا نذیرے آجائے یہ چوکتا بھی نہیں
سوپ کا شایق ہوں بھی سوگی کیا لتعیرج کی چاہئے ریڈر مجھے کھینچتے ہیں برطنت تائیں حریف ڈاکٹر سے دوستی لڑنے سے سیر چاند میں آیا طہر فارح صیب	چاہئے گنلت یہ قیما کیا کروں شجہ سعدی کی کریا کیا کروں پھر میں اپنے شر کو دھما کیا کروں پھر میں اپنا حان بیا کیا کروں بائے اسلے ماہ بیا کیا کروں
رور پر سے تھوڑے طلوعوں چارہ کیا کروں	لاٹ صاحب تک میں چپ پھر میں بچا دیا کروں
نیویری وعظ مہذب کو لئے پھرتے ہیں ہکوڑاں تلخ مباحث سے سروکار نہیں	شجہ صاحب ہیں کہ مذہب کو لئے پھرتے ہیں ہم تو اک شوع شکر لب کو لئے پھرتے ہیں
بے سود اشعار اور کست ہوتے ہیں کر بیچ تو عشق کے اکھاڑے میں ہزار	مغلس سے کہاں وہ الفت ہوتے ہیں یہ نت تو زور زبر ہی جت ہوتے ہیں
سچ کہا اکبر نے ہاتھ پائی کا بے کیا علاج دگماں سرگرسوں وہ ہم جو انکو چت کریں شجہ جی مرہ تھے انہی طبع میں حدت کہاں	زور بطق سے تو ممکن ہے ہمیں سکنت کریں بے فقط یہ مرجا ان کی کمر ثبات کریں مغربی حور مگر غم کو چاہیں یت کریں
جیکوں دُنیا سے کس طرح میں قومی چند سے کہ حشر سما میں ماشاء اللہ وہ ڈر کھاتے ہیں بس ہم ہیں خدا کے بیکٹھے اکبر یورپ والے جو چاہیں دل میں مہر دیں تیرے جو انہی تیروں سے کسب	عورت نے کہا کہ گود میں ہوں کالج نے کہا کہ خون میں ہوں سنگالی بھائی آنکھ سر کھاتے ہیں انہی کھاتے ہیں اپنے گھر کھاتے ہیں سکے سر جو چاہیں تہمت دھریں غم کیا ہو خدا کے تین لکڑے کر دیں

میں نے حلال تو پھر کیوں کروں حرام قبول کریں خواص و عوام آنکا احترام قبول نہیں ہے بنگ کا بھنگو تو کوئی جاتم قبول		میں نے حلال تو پھر کیوں کروں حرام قبول کریں خواص و عوام آنکا احترام قبول نہیں ہے بنگ کا بھنگو تو کوئی جاتم قبول
۱۸۱۷ء		
چوک میں پادری صاحب نے جو کھدلی میل ہو گئی اب تو حقیقت میں یہ پٹولی میل		اس قدر رنگ اڑا دے گئے رنگیں اور اق ہنر کے اکیر نے کما بیچ نہیں کچھ اس کا
حسن کی قید نہیں بس ہے سکا سے کام بابو ہی اچھے کہ انکے ہے فقط بھانج کام اُسکے افعال سے مطلب ہے نہ عادات کا کام		شیخ صاحب کو نہیں شاعروں کی بات کا کام یاں تو بریاتی کے انسانوں کے دل بریاں ہے کہتے ہیں ہم کو بچہ چنہ دے مذہب ہے وہی
اہل دانش میں مگر میرا غروں ہے احترام میں ہوں معدی کا بھتیجا وہ ہیں ملن کے غلام		ماسٹر صاحب کا علم اس وقت کو سیر نیکی نام بات بالکل صاف ہے سچ سید کی چہ بھی نہیں
تھے مبتلا سے حج و صلاۃ و زکوٰۃ و صوم عشق مبتلا شباب میں پیری میں عشق قوم نہ مانو گے تو اک دن بھائی کھاؤ گے جوتی تم		مذہب نے کر دیا تھا ہر اک کو غریق قوم دنیا و دیں کا فیصلہ آخستہ کو یہ ہوا ہوئے العلم قلیلاً کو بھی دیکھو بعد اوستیم
مجھ کو کیا کسی کی ادائے فدا سے قوم تو مائے گل پکار میں چلاؤں مائے قوم		تجھ کو کیا کسی کی ہوائے فدا سے گل آغذ لبیل مل کے کریں آہ و زاریاں و
لیکن اتنی بات تھی۔ گاتار ہارو یا نہیں چہ بکے ہیں میں نے تو سنہ بھی ابھی صوفیا نہیں		آپ کی فرقت میں میں کل رات بھر سو یا نہیں نوشہ جان فرمائیں حضرت شوق سے یہ بشتا
بس کلام اپنا اٹھیں جا کے سنا آتا ہوں میں یہ کہتا ہوں کہ آداب بجالاتا ہوں	۱۸۱۷ء	یو سا کیسا کہ گلواری بھی نہیں پاتا ہوں وہ یہ فرماتے ہیں کیا خوب کہا ہے واللہ
کس جوگ کے بل پر اپنا چولا چھوڑیں		ہم کیا حسرتی ہوائی گولا چھوڑیں

اکبر کو یہ مختیار دی عرصہ صلاح	چل دیئے بھائی صاحب آسمیر خراب
پتے لے کر کما سبک شیشی میری	سے قابل داد اگر کریں آب انصاف
میں نے یہ کہا ہے لیکن یہ پیش	بے مار گراں د تلخ - تنفسیہ معاف
مرا میں مرا قصور حضرت معاف	حوامر سے واقعی گر ارست کروں معاف
انکار نہیں ٹھارہ رے سے مجھ	لیکن یہ طریق اب ہے پیش کے حلال
عالم ہے تو کھینے بات کا شوق	مشر سے تم ہو مسادات کا شوق
چکری میں آپ کو پچسار کھوں گا	مچھو بھی ہوا سے اسی بات کا شوق
شمع سے تشبیہ پا سکتے ہیں یہ عین شامیر	رات بھر گھبرا کر سوں بھر میں الالہ طاق
مند و متے میں تمام کر گاہ کے سینگ	آغا گرمی دکھاتے میں پیچ کے سنگ
لیکن صرت کو بے یہ کس چیز پر مار	کار میں ڈٹے ہوئے آزاد تے ہیں جو ڈینگ
کیسی تھی کیا میل	بم سے سوا اسکا کھیل
حکمی لاٹھی اسکی ہمیش	صلح مع صلح مسئل حل
اکار سے حساب وہ ستانہ بند ہیں سکتا	علاصھی بہت ہوتی سے بڑی ہی حالی ہے مشکل
یہ کھر پیش کر دے مرد احراجات اے اکبر	حساب دو ستانہ دل صاب خادماں بدل
کتی سے در راہ کمرھ سے وہ گر لٹا	کیا تھ سے ٹوں کہیں کار ڈیوکتہ ارلٹا
اکبر نے کہا دکھا کے دل و اشک	سے میری گرہ میں بھی یہ روشنی یہ پرتلٹا
حشی سے میں نے کئے یہ ضیں آم قول	اداسے شکر میں اب ہو مر اسلام قبول
نہ میں سخن کا ہون تاحرہ طالب شہرت	اسی سے کرتی ہے پبلک مرا کلام قبول
رماہ کیئے کہنے میں پنڈت اذروطن	میاں ہماری بھی ہو جا سے رام لوم قول
و حید جمع تارس کی سوج میں بڑے	بھلا وہ کرے لگے کیوں او وہ کی شام قول
منی جو ہوں نہ کم کی بول اٹھے آغا	کہ معتبر - ستاریم نام عام قبول

انہیں شوقِ عبادت بھی برا اور گناہ کی عادت بھی تعلق عاشق و مشوق کا تو طعن رکھتا تھا نہ تھی منسلق توقع بل بنا کر پیش کر دو گے حقیقت میں بلبل ہوں گے چپے کی خواہش میں نکالا کرتے ہیں گھر سے یہ کھڑے تو بیچوں ہے رقیب سفلہ تو ٹھہرے نہ میری آہ کے آگے	نکلتی ہیں دعائیں اُنکے منہ سے ٹھہریاں ہو کر فرسے اب وہ کہاں باقی رہی بی بی ملیں ہو کر مری جاں لٹ گیا میں تو تمہارا میماں ہو کر بنا ہوں نمبر کو نسل بیاں مٹھو میاں ہو کر ستار کہا ہے مجھ کو ساس نے لیلیٰ کی ماں ہو کر بھگایا چھروں کو اُنکے کمرے سے دھواں ہو کر
پاسے در تکیوں و دل در پیشواں	چندر روز سے باہر میں حالت بساں
سُقتا ہوں محال ہے ندائی سے گریز تم مانگ لو اپنے شاعروں سے گھوڑا	لیکن کتنا تھا مجھ سے کل اک انگریز فطرت کے تود سے زیادہ ہے وہ تیز
آگے انجن کے دین ہے کیا چیز	بھینس کے آگے بن سے کیا چیز
بندیں شیخ رہ گیا افسوس دیکھ کر ہم کو ایسے دلدل میں	اوٹ لگ گئیں یہ گیا افسوس را و چلتا بھی کہ گیا افسوس
عاشق کا خیال ہے بہت نیک معاش کیوں و عمل میں جستجو کمر کی دو کرے	ہوئے نہیں دیتا حسن کے راز کو فاش حاضر میں نہ حجت اور نہ غائب کی تلاش
بی شیخانی بھی ہیں بہت ذی ہوش خواہ کنگی ہو خواہ ہو تہم	کستی ہیں شیخ سے بخوش و غروش در عمل کو قش و ہرچہ خواہی پوش
دل نے یہ کہا کہ دین کے جو نہ ہوں دوست میں نے یہ کہا کہ خیر بہتر ہے مگر	ہرگز رکھوں گا میں نہ رسولی سے غرض اب شیخ کو بھی ہے چار پیوں سے غرض
یہ بے ب کے جو ہو رہیں تو سرکار کا خوف دونوں سے اگر بچیں تو احباب کو ہے	یہ بے ب سے اگر بھریں تو پھنکار کا خوف بیسروفتی دکاں و دربار کا خوف
اوپر سے رنویل اور ہیں زیر شریفین	قسمت کا یہ دیکھتے ہیں اب پیمبر شریفین

۱۔ جب مشوق پیش نظر ہو وصل کے ہی معنی ہیں۔

حضرت اکبر سے شکر یہ لطیف رزم میں شعبی زلف سے پہرے تھے پہلے حسیخ مد	سب سے کچھ ہنگے خونِ عمر کے پیکے گھونٹ چشمِ مدد و اب ہے میں آپ کسرِ پیکے لٹ
کو دتے پھرتے ہیں بے باغ میں تھوکی طرح ان سئ روشنی و انوں سے نہیں ہے کچھ نہیں	باغ اعلیٰ دیکھتے ہوئے بیٹھے ہیں آلو کی طرح تنب تاریک میں چمکا کریں گھو کی طرح
آگئی زلفِ سراں زلفِ بتاں پر غالب اکبر اس عہد میں نو صبر و تحمل سے حکام	پیچ ہوتے تھے سمِ اعلیٰ راسخو کی طرح اس سے متر ہے کہ غصہ کرو ہانو کی طرح
ستید کی طرف تو چندہ لائے کی ہے تیغ بسترِ ہیسی کہ بخت پرستی کھیلے	اور تیغ کے گھر میں تھکانے کی ہے تیغ گو اس میں بھی صبح کو نہائے کی سے تیغ
سحرِ مسلم شکایتِ ماحسد اکر دو من اذ یگانگیاں ہرگز نہ نالم	کہ تفسیرِ شِ عادیہ سی چھا کر دو کہ تو من اسچہ کرواں آشکار دو
اکبر اگرچہ موسمِ ماراں غفلتِ ستِ طوب چمکے دو کہ گوشِ ضریرِ سدہ نیز	لیکن چو گوشِ و چشمِ دریں فصلِ بدستید نکھار سد کہ گوشِ چشمے سا کسید
گم نہ سیٹھ کہ اور ابھرم نہ خواہد ماند من ارچہ در نظر یادِ متر سارِ ستم	یگو بہر بہمن اور ادھرم نہ خواہد ماند رقیب نیز چنین محترم نہ خواہد ماند
تھو پہ ہے شہِ وفات کی نظر ستر ہے ہی رہہ پھرے اکبر	پتکوں پہ غصہ و شرارت کی نظر شاید بڑے عاصی اعلیٰ رحمت کی نظر
عودہ دن ساتھ پڑیں تو ہی مناسب ہے حاکم کے کوئی نہ آکے نہ کہے مجھ سے	کہ اپنے گھر میں کر مس بھی کر تو عید بھی کر ٹھا مٹی سے تنگے گھر میں مجھے مرید بھی کر
حوشن چکے مرئی غریب تو بولے لا چندہ اُس نہ کے بئے ہے دہر میں فصلِ بہار	جو ہستیا سے اتنا تو آج لید بھی کر اک تحت رواں یہ پھرتا ہے پیل و سار
کہتا ہے اٹھا اُسکو یہ ہے مرا عیش کدو اکبر کہ میں مندرشتہ نہ کمار	

تم نے جو سنا صحیح ہے ہاں صاحب سیج کہتے ہیں وہ کہہ لو اس سے کیا کام	عربی سے گریز کرتے ہیں خاں صاحب ہیں کمپ میں ہم تو خائساں صاحب
اندھیر مچا ہر زیر فلک خلقت بھی ارجیچہ راج بھی چپ صاحبزادے نشہ میں ہیں اور بین کورجی کی جو ٹھن	ہم دیکھ رہے ہیں نگہوں سے پر کل بھی تھے اور آج بھی چپ ہیں اور ویسا قیلہ بھی چپ اور پنڈت جی مہراج بھی چپ
سکے ڈر یا بوسے در دھوئی تڑتارداشت گفتش در عین وصل ایس نالہ و فریاد حسرت	باوجودش نالہ سائے زار در اخبار داشت گفت ما اغوث فین و نکس در این کار داشت
اسلام کہ جو کہتے ہیں پھمید لا بزور تیغ می دمد آں بت کنار گنگ نا قوس طرب	یہ بھی کہیں گے پھیلی خدائی بزور موت ندوہ ششیخ مگر در کہ متی افتادہ است
در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست یاد داریں قول مولانا سے روم	بعد ہر اسپچ آخر چندہ ایست مرد آخر ہیں مبارک بندہ ایست
پشتہ بیدار است و نکھاکش بخواب افتادہ است زر قوم سے لیکے ایسا سامان کرو	اکیر حیارہ مشب در عذاب افتادہ است جس سے کہ تمہاری زرم بجائے بہشت
حلوے ماندے سے کام رکھو بھائی	مردہ و زرخ میں جاے یا پائے بہشت
پردہ میں ضرور ہے ملوانت بیے حد تشبیہ برتری نہیں اگر میں یہ کموں	انہماک پسند کو نہیں چاہئے بہشت ہیگم ہے بیچوں میں سیڈی سگرٹ
ہر رنگ کی باتوں کا مرے دلیں ہے بھر مٹ پا پند کسی مشرب و لکت کا نہیں پھوں	اجیر میں کلچا ہوں علیگڈھ میں ہوں بیکٹ گھوڑا مری آزادی کا اب جاتا ہے بگٹ
شیطان نے دیا یہ شیخ جی کو ٹوٹس آئندہ پڑھیں گے آپ لا حول اگر	بالکل ہی گیا ہے زور اب آپ کا ٹوٹ فور اداغوں کا اک ڈفیشن سلوٹ
شیطان کا سنا جو شیخ صاحب نے یہ قول میں خود ہوں بدل گیا زمانے کے ساتھ	بوسے کہ فہنولی تجھ کو آہا ہے یہ حول پڑھتی ہے مجھی یہ اب تو دنیا لا حول

<p>من پڑے تو قلم ہی مٹا سا سب سے تجھے دیرنی سے یہ تماشائے مستین الفت لاس شمع صاحب یہ تو اپنے موقع کی ہے بات تنگے میں آج میں نے آنکا بوسہ لے لیا اب تو مجھ کو بھی مناسب ہے کہ پڑاوی سوں فکر ڈیلے مھلا یا سب وہ قرآن و حدیث</p>	<p>دقتوں میں وہ پچھا سا سکوار ہو گیا باپ تو قلم تھے مٹا سکوار ہو گیا آپ قلم س گئے میں اسکو اڑ ہو گیا دیکھئے ڈگری جو بود حوی تو دار ہو گیا یار کو شوق حساب مال و سار ہو گیا مولوی بھی محو قانون و نفاذ ہو گیا</p>
<p>دکھائی فلسفہ معربی لے وہ مردی پیری کی ذلت میں سمجھا دریش و احاط میں وہ حافظہ جو مناسب تھا ایذا کے لئے</p>	<p>کمر بردہ کھل گیا اس قوم میں داناؤں کا دل غریب ہوا غمہ استخوانوں کا حراہ س گیا یورپ کی دستاؤں کا</p>
<p>یہی سب پر اسکی ناتوئیہ کاں دھرتے ہیں لہکے مچائی بیسے میں اُسے شورش لٹکے اُسے زہاں کے کٹنے روہن کے بول بول کماں پر دکھاؤں گے بگری حواہن</p>	<p>کچھ ہندو مت مولوی سے تھا بیاں کوئی کھل لیا میں ملہ رحمت ہوا دہاں سے کہ تھا ایسا تھا بیاں لیا کہا تھا منکر سے میں تے اکن بن جاتو لیا کھل لیا</p>
<p>عبد اسلام و حمد انگلش میں پہلے توحید تھی تو اب تحصیل</p>	<p>سُنئے قول اکبر جھگڑا کا آگے مل ایک تھا ابلے دو کا</p>
<p>پکالیں پیکر دور دیاں تھوڑے سے ولانا</p>	<p>ہملہ کیا ہے لے بھائی دسٹر میں مولانا</p>
<p>ممکن نہیں ان کے حکم سے سر بھی سیروں ان کو پر خوشی کا ب رہے گا یہ غلام</p>	<p>دل میں مرے اب تو آنکا ڈر پیٹھ گیا مجھ کو یہ خوشی کہ وٹا یہ میٹھ گیا</p>
<p>منتا میں کچھ کسی سے بڑھ رٹھ کے سوا پڑھنے کا نہ لھیک اصول۔ رٹھنے کی نہ راہ</p>	<p>کتابیں کوئی کچھ بھی پڑھ پڑھ کے سوا اور سہ کوئی نہیں علیگڑھ کے سوا</p>
<p>ہر ایک کو خوشی کروں میں کیوں کر صاحب آسائشِ رسمہ کے لئے کافی ہے</p>	<p>اپنے ہی طرٹ پلاتے ہیں ہر صاحب بی بی راضی ہوں اور کلکٹر صاحب</p>

اُس نے یہ مسکرا کے کہا از رہ مزاج میں نے کہا کہ بعض نو دس سالہ پیر مرد کہنے لگا کہ اُن پہ عبرت ہے تری نظر	جینے کی کس نے تھکاوڑ بھاپے میں سی صلاح اب تک اڑا رہے ہیں درمیکدہ کی گرد غفلت کا ہے وہ نشہ جوانی سے تیز تر
زمانہ کہ رہا ہے سب سے پھر جا ایسا شوق نہ کرنا اکبر بھائی رنگ یہی ہے اچھا	نہ مندر جا نہ مسجد جا نہ گر جا گورے کو نہ بتانا سالا ہم بھی کالے یار بھی کالا
کرتے تھے بتوں سے خوب ڈا مانجھا برکت ہے اُسی کی اس صدی میں حضرت	رہتے تھے مشیر برہمن اور اوبھا بیٹھے ہوئے کر رہے ہیں چا چھا جا چھا
رحیم پکاری کہ نیدھا بوا بناؤ ذرا عقل ہے میری گم کہ زن و بچہ کی حالت پر جو کل کہدیاں نے کہ ہے یہ صاف بات	عجب جانور ہے یہ کا کا تو ا کہ مھر چوچ ہے اور کہ مھر آکی دم وہ صنم تشریح کا طالب ہوا دیکھ تو تم زن پہ نر غالب ہوا
بات سید کی کچھ ایسی تھی کہ جس نے اُسکو کہتے پھرتے ہیں یہ اب کانگریسی ہر سو	کاٹنا چا ہا زمانے میں وہ بس آپ کٹا مر گیا کول کا بوڑھا یہ چلو پاپ کٹا
پانی پینا پڑا ہے پائپ کا پیٹ چلتا ہے آنکھ آئی ہے	حرف پڑھنا پڑا ہے ٹائپ کا شاہ ایڈورڈ کی دہائی ہے
چیمپرنے دیدیا ہے پیٹ رجولیت کا پرچہ رکھا جو اس نے میں یہ سمجھا گھر پر کھولا تو بس یہی لکھا تھا	کیونکر نہ ہوں بتوں سے طالب قبولیت کا پاکٹ میں یہ بیس روپیہ کا نوٹ گیا کیا شعر تھے واہ واہ میں لوٹ گیا
اسٹال نہیں گریٹ ہونا اچھا پنڈت ہو کہ مولوی ہو دونوں بیکار	دل ہوتا بڑا ہے پیٹ ہونا اچھا انساں کو گر بچو ایٹ ہونا اچھا

بچے ذرا بچے اب کھیلتے نہیں
حشاق رنج ہجرتاں کھیلتے ہیں
آہرے ہوئے ہواں بھی ڈنڈ پھیلتے نہیں
پاپر فروش پاپروں کو بیلتے نہیں

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

لیتا ہے کون گرمی دل سے حد اکا نام
نہ ہب کو دور ہی سے کیا جاتا ہے سلام
اس کون دھیان ہاندھ کے کرنا ہوا ہم
کوٹھی کو بے فروغ نہ رونق پہ بے گرام

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

کم ہو گیا ہے لوگوں میں آپس کا میل جول
تائے دتلاویانے کچھ تکتے کہیں نہ دھول
وہ ٹولیاں نظر نہیں آتیں اب بے غول
مخروطہ اس پر نیتان گولی سول

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

اسکول ہی میں علم ہے جس سے کہ ہے شرف
لیکن کچھ اور دھندے بھی ہیں پیش صف
لڑکا نہ سیکھے علم تو کہتے ہیں ناخلف
یہ کیا کہ ساری قوم ہی جھک جائے اک طرف

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

پڈٹ پرا حاکم سارس یہ آر ہے
حالی غزل کو چھوڑ مسدس یہ آر ہے
مرکٹ کے ٹیچ شہر بھی ٹولیس پہ آر ہے
ہم مرد تھے سو ہم بھی محسوس پہ آر ہے

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

کونسل میں مکتہ چپیوں کی ٹولی بہت پٹی
بیکار کا بھوں سے بھرے گا ہر رستی
اچھا ہوا ستمل کسی اب یونیورسٹی
اس مل سے یہ شکایت اجاب بھی سنی

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

مری نظروں میں کیساں ہیں شہر سب کٹ ماتا
ہم میں کیوں صعب ہو جتے ہیں سے یورپ پھرا
مجھے کرتے وہ عورتھیں میں بھی تھوڑا
مسجدیں کیوں جھکیں حلق پہ سے گڑا گڑا

انجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک

پیر سقاں سے رات کیا میں نے یہ کلام
مغموم ہوں یہاں بھی مرا کچھ نہیں ملا

ظرافت

الا یا ایہا الظالم بکج راہت یہ ناو لہا	کہ قرآن سہل بود اول وے اقتاد شکلا
بکن ترئیں پائے خود بہ بوٹا ڈاکن پتلوں	کہ سر سید خیر دارد ز راہ و رسم متر لہا
دیکھئے قوال بیچارے کا اب کیا حشر ہو	شیخ صاحب کو تو لکچر پر بھی وجد آئے نکا
کیوں کر گنا پیش ہم پر جلوہ حور بہشت	جب تھنڈے کا سماں واعظ کو ترپا نے نکا
پیر دے کا کیا ہے خود اڑنگا پیدا	خود ہمنے کیا ازار اور انکا پیدا
کیا خوب کہا ہے مولوی محمد علی نے	نیچر نے کیا ہے ہم کو تنکا پیدا
دیگر	
مس کو دیکھا عاشق زلفت چلیپا ہو گیا	مست تھا دل پھول کر ہسکی کا پیپا ہو گیا
چشم	
بکری کو ساگ پاست کا سودا نہیں رہا	بھگالیوں کو بھاست کا سودا نہیں رہا
چوروں کو اپنی گھات کا سودا نہیں رہا	اور شاطروں کو مات کا سودا نہیں رہا
ابجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک	
بٹیوں کو اخذ سود کی فرصت نہیں رہی	مشعم کو داد و جود کی فرصت نہیں رہی
لڑکوں کو کھیل کود کی فرصت نہیں رہی	کودن کو نعت ربود کی فرصت نہیں رہی
ابجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک	
گناہک کو سول بھاؤ کی پروا نہیں رہی	مانجھی کو اپنی ناؤ کی پروا نہیں رہی
دل کو کہیں گناؤ کی پروا نہیں رہی	چوہوں کو نان پاؤ کی پروا نہیں رہی
ابجھا ہوا ہے چندہ واسکول میں ہر ایک	

کالچ میں دھوم مچا رہی ہے پاس پاس کی	عہدوں سے آ رہی ہے صداؤں دور دور کی
یاؤں کو ست چٹکا چکا ڈیجیر کے آگے کچھ سچلی	تدبیریت کی اسے اکبر تقدیر کے آگے کچھ سچلی
ایورپ نے دکھا کر رنگ اپنا تئید کو مرید بنا ہی لیا	سب پیروں سے تو وہ بچ نکلتا اس پر یہ آگے کچھ سچلی
سماں نے سارے دلا سارے سموں کی گت دلی	کتوں نے رنگ بدلار گتے یارو کی مت دلی
نکھلے دور بدلا دور نے انسان کو بدلا	گئے ہم تم دل قاذوں مر لا سلطنت دلی
عجب حیرت آگیاں ہے یہ انقلاب	ہماری سمجھ کیا سے کیا ہو گئی
سمجھتے تھے سب حکو سچا صریح	وہی مات ماکھل بسا سو گئی
حکام تھا گئے کا نکلتا ہے وہ پل سے	حق کیوں در میں لوگ مر گئی کے غل سے
تاریخ تو خالد کی پڑھو رات کو گھریہ	اور دن کو کچھری میں دو ٹیل کمل سے
تماشا دیکھئے مکی کا مغرب اور مشرق میں	کلوں میں سے وہاں داخل ہمایاں دہشت گرتی ہے
ایمان کی بے تاک کافری ہے تو یہ ہے	تقویٰ سیدم ہے ساحری ہے تو یہ ہے
نظم اکبر سے داغ جاو و کفن شد	ماشاء اللہ شاعری ہے تو یہ ہے



انگریز کے ملک میں لڑائی کسی	یہ ہند ہے یہاں خوش انتظامی ہے بڑی
روشنی جن میں نئی ہے وہ مری سنتے نہیں	لاکھ سمجھاؤ کہ صاحب ہے یہ فانی روشنی
انجم و شمس و قمر لیکن میں میرے طریق	و صنع پر قائم ہیں اس میں ہے پرانی روشنی
انگریزوں میں عادت سحر خیزی تھی	انداز و روش میں اک دلاویری تھی
مشرق کی ہوا سے و صنع اب ہے بدلی	پہلے اچھی تھی حنا لہو انگریزی تھی
تھے کیا کی فکر میں سو روٹی بھی گئی	چاہی تھی شے بڑی سو چھوٹی بھی گئی
واعظ کی نصیحتیں نہ مانی آئندہ	پستون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی
مہدی کو برا بھلا جو چاہو وہ کہو	لیکن دکھلا دی اُس نے بیوٹی اپنی
لاکھوں ہی کے ڈھیر کر دئے کالج میں	پوری کر دی یہ اُس نے ڈیوٹی اپنی
حقیقت میں تو سب جلوہ تھا اُنکا	رہی اک حالت فرضی ہماری
خدا ہی سے دعا پر تھا بھروسا	کہیں گزری نہیں عرضی ہماری
خدا سے جب کہا مرتا ہے اکبر	کہا ہم کیا کریں مرضی ہماری
اقبال کے ساتھ اسے خرد تو بھی گئی	غیرت کے ساتھ مذہبی جو بھی گئی
سچ کہتے ہیں حضرت کرامت کبر	رخصت ہوئی فارسی تو اردو بھی گئی
کیا پوچھنا ہے حکمت محرب کا واہ واہ	فطرت بھی اسکو دیکھ کے حیران رہ گئی
سمجھتے تھے یہ کہ ایک ہیں ہم اور ہماری جان	دیکھا مگر کہ ہم نہ رہے حسان رہ گئی
قطعہ	
جو پائی ترک عبادات میں مثال بُری	م شروع ہی نے پکارا کہ ہے یہ فال بُری
جناب حضرت سید پہ کھل گیا ہوگا	کہ ہو ہی جاتی ہے بقیہ یوں سے چال بُری
یہ بحث جانے دے اکبر کچھ اور باتیں کر	عبرت ہے جب تو یقیناً یہ قبلِ قالی
خدا مان تو کری نہ رہیں طالبانِ علم	قائم ہوئی ہے اسے یہ اہل شعور کی

وقت میں کون رکھتا ہے رماقت کا حیاں	ہنٹشیں اپنے رقیبوں کے مصاحب ہو گئے
کدھر جالی سے طبع قوم اسکو کوئی کیا حالے	نصیرت حکو ہے وہ جاہیں اکبر یا جدا حالے
طریق حق میں بھی سسرہ جدا دراپٹے	فٹن کی راہ میں ہے یہ سیاہ یا چٹے
کہا ہے حیر کو کیوں توتے لے مگر ویدیا ہے	تو نو لاد دل لگی کے واسطے اٹو سپسایا ہے
ادھر چاہو ذوق ہے اُس طرف ہیں جاں گریہ کے	ہمارے دل کو اُسے کر کے لے قالو بھسیا ہے
انگلوں کو دیکھ کر کتنا ہے وہ شمع	ہمارا رنگ بھی پھیکا نہیں ہے
عاشقوں کے بھی جیتے ہو گئے ہیں اس حقوق	عہد انگریزی ہے یہ ایساں حال شاہی گئی
قوم اور سلطنت ہیں دو چیزیں	نیچرل وہ ہے یہ ہے مصنوعی
نیچرل جیسڈ بن نہیں سکتی	آئیں کیونکر صفات عمومی
رنگ آنجن وہ ہے۔ وہ میکش توہ ساتی	یہ دعوت کیا ہے سناک اداے مرض اعلیٰ
وہ کتب۔ وہ ملاذ وہ صورت۔ وہ ہیرت	سوا امام خدا کے اس رہا کیا قوم میں باقی
کہاں وہ دعوت احباب کی طلیاں اکبر	حموشی سے ادا کرتا ہوں سناک مرض اعلیٰ
لے نصیرت ہے مگر تو مستکبر فتح و ولی	نا شکستہ رہ گئی میکش ترے دل کی کلی
چشم پیداکس کہ میں آشکارو ہم ہاں	دہ قباے مگر خاں رنگ تھی توئے علی
ملا طاق تیرا فلاک اسماں کی سین چلتی	وہاں توہیل چلتی ہے یہاں روئی نہیں چلتی
پہلے تو دکھاتی تھی جھک ایسی گئی	اب پیش نگاہ میں فقط یہ بس وہی
کتے ہیں حریت ہنس کے اب از رو طعن	حب دیں کو کھو دیا تو دھسیا بھی جی
ہم نے داعی کی غب ڈاڑھی موی	یہ بات مگر نہ اپنے دل میں سوچی
مب کو شکست دے کے کیا یا یسکے	آخر کو رہیں گے موی ہی کے موی
مضل خواہے تیرا تاج ہے جم۔ سی۔ میں آئی	شیخ سبھ فقط انگریزی لئے ہے میں یہ عیالی
اب تک ہو کہیں ہمارا ہی قسمت۔ لڑی	ماحق سمجھے ہنٹشیں ہے فکر اسکی پڑی

ادھر تھی حسد خدا ہی ہے آشتی دل کی	ادھر تھی بحث نزاع حسد و حسد سے
بے تنی روشنی اک لوکل و ذاتی ترکیب	لفظ ہی لفظ ہیں جتنے ہیں زوائد اسکے
لپ بکلی کا ہے یہ مہر جہاں تاب نہیں	جب اندھیرا ہو تو ظاہر ہوں فوائد اسکے
بے علم اگر عمل کو آزاد کریں گے	دنیا تو گئی دین بھی برباد کریں گے
جب خود نہیں رہنے کے کسی اصل پہ قائم	کیا خاک وہ قائم کوئی بنیاد کریں گے
بارک کوئی کر دے گی عطا انکو گورنمنٹ	یا کالونی اپنی کوئی آباد کریں گے
صوت ہزار طائر بہ سخن نے سنی	کنے لگا کہ بھاریں لیل کی چونچ جاے
اُسنے کہا مقابلہ کا کب تھایاں خیال	یہ تو وہی مثل ہے، کانا ہو کوئچ جاے
مسجد کا ہے خیال نہ پروا ہے چرچ ہے	جو کچھ ہے اب تو کالج و ٹیچر میں خرچ ہے
عزت کا ہے نہ اوج نہ نیکی کی موج ہے	حملہ ہے اپنی قوم پہ لفظوں کی فوج ہے
اس طرز تربیت پر ہیں اغیار خندہ زن	لا حول باپ کی ہے تو ماؤں کی فوج ہے
اسلام کی بوہاں نہیں ہے مطلق	مسجد بھی ہے مولوی بھی بیٹنٹ بھی ہے
دریا میں نہیں ہیں جو بر تیغ کہر	گو آب بھی اُسیں دھبہ بھی کاٹ بھی ہے
پیری نے دانت جھپہ لگا پائے کھات سے	بائیں طرف کی ڈانٹ میں ہے درد راشتے
بار و سالے ایک طرف درداک طرف	پہیل سے فائدہ ہے نہ کچھ تیجیا سے
نہ یہ قید شریعت ہے نہ یہ عقل کا پردہ	رواج و مصلحت کی بات ہے حکمت کا پردہ
بٹھیں دھوکے میں ڈالا ہے شال پل یورپ نے	ادھر سایہ حاکمست کا ہریاں عزت کا پردہ
کہتے ہیں ترک ملت انسان کو بات کیا ہے	تحقیق تو کرو تم حضرت کی ذات کیا ہے
غوب فرمایا یہ شاہِ جرمنی نے پوچھے	و عظیم بھی کہتے ہیں لیکن دہان توچھے
جد امجد خود میں کرتے تھے یہ موسمِ ہجر	ہلکو اپنے عہد میں پالا پڑا کٹوپ سے
رہ گئے نا آشنا احباب غائب ہو گئے	ہمنفس دواک باقی تھے وہ صاحب ہو گئے

تلقیت میں لٹائے تو گودام میں لیجائیں تختواہ کے بل سے میں ہوتی ہے سترت بھڑائی و رومی کے بھلا کون سے کا	کیا فائدہ عارضہ کسی ت کے قتل ہے اور شجیع یہ کتا ہے کہ یہ سانپ کا بل ہے مخمل میں جیڑا لٹوہ اسپر و تل ہے
سائق کے طریقوں پر عمل کر نہیں سکتے الزام کہیں مشق قوا حد کا نہ لگ جاے	کل آج دھما آج کو کل کر نہیں سکتے صوفی بھی امت کو دھما چھل کر نہیں سکتے

تائید کاغذ

جمیعت عاتلاں قوم ابھی ہے کتا ہے یہ بھروسہ کہ مٹا کیا ہے	گھما سے سخن کے باغ کھل جائیگے کچھ اور نہیں تو دل ہی مل جائیگے
چالیس سال سے ہے نئی روشنی کا دور اللہ ایک عرصہ کروں گا دلی رہاں	کیونکر اسے کہوں کہ سراسر فضول ہے گو خوشنماست ہے مگر نے اصول ہے
دیبا کی ہوا اس حوائی ہڑک آئے کمرور کی ہڈی جو رمدت نے دیکھی شعیرے تو ہے عطا کردہ مرشد	انگارے ہیں جاتے ہیں لب کول کے کالے دل سے کھائے پوچھے ہیں کھول کے کھالے ان برہمنوں کے پاس تو ہیں مول کے مالے
ترکیب تو دیکھو یہ بانی کے چپل کی گر جائیں تو کرنیل و کسٹری بھی ہیں موجود	اموس کہ اس ہے کوئی واقعہ بھی نہیں ہے مسجد میں کوئی ڈپٹی و مصنف بھی نہیں ہے
رم الکبر دانش آموز و نشاط انگیز ہے بالا زادہ اس سے ہو کرتا ہے احواض و گرنیز	ہر سخن اسکا لطیف و خوب سمی خبر ہے ناتواں میں وہ ہے یا کون ہے یا اگر خیر ہے
سمن ساری کی جانوں میں تو علامہ لکشا کر ہے اس زمانے میں حد دل دھر سے پھر جاتا ہے	مگر حرالت اصلی ہے وہ پبلک پنٹا ہے آدھی پایہ تندیب سے گرجتا ہے
میں کچھ واقعہ نہیں آرام وہ کہیں نہ ہے مقابلہ تھا عرب کا حد اسے واحد سے	کہہ لی سو ہو مامیوں کا نقتول کا مسد ہے عم نئے واسطہ رکھا شراب و شاد سے

گردن اُردو کی راٹم رکھ مارینگے ہم بھی مضمون کوئی لکھ مارینگے	سرحد پہر باغیوں کو سیکھ مارینگے قائم رہے البتھر کا یہ پرچہ
مطبع سے ہر طرح کا مضمون آرہا ہے اشک آرہے تھے پہلے اب خون آرہا ہے	کونسل سے ہر طرح کا قانون آرہا ہے لیکن پڑھوں میں کیونکر آنکھوں کی ہے چالٹ
کالج میں آکے کانووکیشن کو دیکھئے اب کاغذی ترقی نیشن کو دیکھئے	باغوں میں تو بہار درختوں کی دیکھ لی ایموئے کاغذی تو بہت دیکھے آپ نے
غیر کا جب سامنا ہو بس قلی بن جائے دین کی ہو بات تو بھٹال پرٹھن جائے	اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جائے فلسفہ اتحاد کا کر لیجئے فوراً قبول
نذہبی محفل میں لیکن مثل دشمن جائے رد ٹھٹھنے سے کچھ نہیں بے فائدہ من جائے	چندے کی مجلس میں پڑھئے روکے قرآن مجید شیخ صاحب بے یہی قومی ترقی کی شناخت
خوشی ہو کیا مجھے شہرات میں پڑاؤں سے اتار لیجئے صاحب چراغ طاؤں سے	پڑا ہے خطا بشر مر رہے ہیں فاقوں سے بجھی ہوئی ہو طبیعت یہ روشنی ہے فہراں
زر کی طلب میں شیخ بھی کوڑی کاٹیں ہے اک دن یہ ہے کہ دین دبا ہے مشین سے	دنیا ہی اب درست ہے قائم نہ دین ہے اکن وہ تھا کہ دب گئے تھے لوگ دین سے
مطلب یہ تھا سرور بڑھے اور غم گھٹے لیکن ہو ایسی کہ بڑھے آپ ہم گھٹے	گزرے مری نگاہ سے یاروں کے جھگڑے کھانے بھی خوب کھائے اڑیں گلچیں بھی خوب
عشق صمد زیادہ ہو عشق صنم گھٹے صاحب بننے کھائے کھیلے آرام کرے	ہم تو اسی کو بات سمجھتے ہیں کام کی جس سے جو بن پڑے وہی کام کرے
ہر حال میں ادعا کے اسلام کرے پرچے ہیں اب اخبار کے اور آرٹیکل ہے	لیکن رہے قومی بھائیوں کا ہمدرد پرچے ہیں نہ مذہب کے نہ وہ قصہ دل ہے
اسکی تو گوڈ ٹرنٹ ہی رہا نیل ہے	اس عہد میں مانل سولے اتحاد بول ہے

سچ کر اٹھوں نے ملک لے رکھا ہے	ہلوگوں سے کپکپا کر رہا ہے
لیکن سے ادا ہے شکریم پر لارم	کھاتے کھر کو ہیں بھی دے دکھاتے
پوچھتے کیا ہو مسلمانوں کا حال	مشتراہ اس اں کے ہو گئے
مقصود کب میں یہ محل اللہ سے	دیکھ دو چھاڑو سے تنکے ہو گئے
عصیب ہے وہ معدی ٹرے ہو گئے	میں لیٹا تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے
سین اکو کچھ شرم لا حول قوم	یہ لمحو تو چکے گھرے ہو گئے
سرایک کو ایک دن اجل آئی ہے	دیا گراں سے سچ بے دانی ہے
لیکن مراد عالم وحد میں ہو	گویا کہ شعاع لہر دانی ہے
تم کہتے ہی مجموع ادا دی رستے	تم پر دل و ماں سے ہم جانی رستے
معد شکر تم آئے ٹرے گئی مدت طبع	لیکن جوہ طے نہ بھی بھائی رستے
مسلمانوں نے کالج کی بڑی کیدارہ یکڑی ہے	وہی تو اک ٹھکانا ہو رہی مد سے کی لکڑی ہے
دگئی دل سے مرے حس پرستی نہ گئی	بچے گیا ٹوں مگر روح کی مستی نہ گئی
ٹھکڑا کچھ حیرت نہ ہو گی تھکڑا جیگا فخر	کدہ اک دست گھرے کو کہ مدہ زادہ ہو
مغربی تہذیب میں کسوں میں بھوں مستند	اس ٹاشا حکام میں حوب ہے وہ صاحبزادہ ہو
اسیر دام زلف پالسی موت سے زندہ ہے	صاحت فر لکیر سے ریاست نذر چیدہ ہے
ان کی سب باتوں کو اس پر سیکھ لے	خود وہ ورائیگے پھر آٹھیک لے
حور و گطرہ دار علیگڑھ کے رہیں گے	اس دو میں میٹک وہی رُہ جڑے کے رہیں گے
مجلس رہیں گسام رہیں حیر و کچھ ہو	کالج کے یہ سب علم تو ہم پڑھ کے رہیں گے
داد قرآن کی ۔ دو بھائی عمل اسپر کر	پیش دہ گاہ حدادہ کی حاجت کیا ہے
طاسرینا اگر چہ راز سرست سے	مضمون لطیف و حوب پرستہ ہے
پودا اس میں پھول کا علیگڑھ کالج	گلدان میں سلونکا گلہ ستہ ہے

شملہ بمقدارِ علم

افسوس ہے کہ مر گئے ہاگٹ اب نہیں کوئی شٹل پہ جالی دی تو تعجب ہے اسیں کیا	اس درجہ جس میں علم ہو اس درجہ عالم ہو لازم تھی وہ جگہ جو بمقدارِ علم ہو
زندگی اور قیامت میں لیشن سمجھو ہو جنہیں مقدرت وضع و نفاذِ قانون	اسکو کالج اور اُسے کانو و کیشن سمجھو بس انھیں کو صفت اقوام میں نیشن سمجھو
آہ و فریاد سے قابو میں نہ آئے گا وہ یار دیں داری نو درست دیں ہو کہ نہ ہو	پیشِ قلب کو بنگال ایجنٹیشن سمجھو قدر اسکی زماٹے میں کہیں ہو کہ نہ ہو
مذہب پہ سچے رہو یہ ہے شیخ کا قول افسوس ان پر فلک نے پایا مٹا بو	کند و کہ یقین ہے یتیم ہو کہ نہ ہو مطلق نہیں ان میں رنگ ہوندو یا بو
شیخی کو چھوڑ میرزا پہلے بنے طہن سخن تو ہے یہی ٹرس بھی ہو وئی بھی ہو	بنتے جاتے ہیں اب یہ مسلم بابو ذہن کا وصف ہے یہی اور سیمینٹی بھی ہو
مرشد ثنائی روشنی کا ہے قابلِ تدر طالب جمعے کا لیکن اُس سے رہے دور	ترتیب بھی خوشنما ہے تئویر کے ساتھ اتوار نگاہو ہے اس پیر کے ساتھ
عقل سید بود از انوارِ حکمت فہستہ شکلے در پیش ہست اہ را اگر کویم نہی	زور بازو پیش عدو را چنبا بر تافتہ ز انبیا ہرگز کسے نگذشت نیشن یا تفتہ
پر وہ اٹھ جانے سے اخلاقی ترقی قوم کی سن چکا ہوں میں کہ کچھ بوڑھے بھی ہیں سٹیشن بیک	جو سمجھتے ہیں یقیناً عقل سے فارغ ہیں وہ یہ اگر سچ ہے تو بیشک پیر نابالغ ہیں وہ
اگر کو ہے الفت بتان گمراہ احباب سٹین جو اس سے ایسے اشعار	کرتا ہے انھیں کے وصف میں نام سیاہ تردید کریں کہیں کہ سبحان اہم
لیکے قلم کے لوگ بھالے نکلے افسوس کہ مفکری نے چھاپا مارا	ہر سمت سے میسوں سے بے نکلے آخر اجاب کے دوالے نکلے

ما صبح کے کما کہ علد مہب چھوڑو مہب سے کما کہ بچھا چھوڑو گے تو وہ	ورہ سائیں میں ڈالے گائیں کیا گو میں اک طرف بٹھایا گائیں
پورا سائیں تم کو آئے گائیں وہ کپیاں میں اورہ کو لیکے وہ کاں	کچھ آیا تو پیتا واسائے گائیں سے تم ہو سے یہ دور حائیکا ہیں
سو گھائیں جو دھوس کو آئیں گھوٹا والہ بھی تہیہ ہوگا پسیدا	مقتا چھوڑو گے جکو تم ہو گے جہا دنیا میں حقارت اور عشق میں عذاب
اب قوم میں زندگی کے آثار ہیں حکام کی سکہ یہ صرف عیسائی فکسی	حوائل بطریل میں سے شرمندہ ہیں احصا کاغ کے کچھ اگر زندہ ہیں
حدیں قوموں کی قسمت کیا کرتا ہے یستائم محنت کس طرح اس قوم میں ماسم سے قائم	زمانہ دیکھ کر چلے طریقہ بدگمانی میں راہیں صرف نصیحت دل میں دے بدگمانی میں
میں نے کہا کہ ایسا سمجھئے مجھے سلام	نوا وہ بتا یہ سہکے ورنہ بھی نہیں ہوں میں
ہندو و مسلم ایک ہیں دونوں ہم وطن ہم زبان و ہم قسمت	یہی یہ دونوں ایشیائی ہیں کیوں نہ کہ دونوں نہ بھائی بھائی ہیں
یڑھتے نہیں ہمارے حور اسے کیا کروں باپ سے مانگو وہ عشرت دچھا سے مانگو	قومہ میں تو قوم میں ہا سے کیا کروں سہی بازو پہ کر دیکھو حد اسے مانگو
حسن تہہ بیرٹری چیز ہے اس دنیا میں دل سے دھرم اٹھا ہے تو اب دات بھی توڑو	مدد اس کام میں تم عقل رسا سے مانگو ویران ہوئی گھیتی تو عمارات بھی توڑو
رماد کر جب متوجی کیے جس کو ذ یا کس کے کمر پہے حوش مدد مدھو	باقی سد بے پھول تو اس بات بھی توڑو یا محرمے میں گھسے ٹیٹھو تہہ بانڈھو
کیا جائزہ لے قبر چنگی سے لے شیخ پا پیر کے صحیفہ اول میں حکا ذکر ہو	بہتر ہے یہی کہ اپنی اکا با مدھو میں ولی سمجھوں داسکو عاقبت کی حکر ہو

آغ از تحریک سودیشی میں یہ نظم کہی گئی تھی مصنف شور و شہرت سے متعلق نہیں	
پہونچائے گا قوت شجر ملک کی بن میں کیا خوب یہ نعمت ہے چھڑا دیس کی ٹھن میں	داخل مری دانست میں یہ کام ہے تپن میں تحریک سودیشی پہ مجھے وجد ہے کہہ
موافق اپنے اپنے پاتے میں میر چلن دونوں زباں پر میری موزوں ہوتی ہر جدا و بچن دونوں اکھاڑے میں دکھا سکتے ہیں لکشن بانگین دونوں تبرک ہے مرے نزدیک پر شاہ اور مٹن دونوں	عنایت مجھ پہ فرماتے ہیں شیخ و برہمن دونوں ترائے میرے ہم آہنگ رو کعبہ ہیں یکساں مجھے اُلفت ہے سنی سے بھی شیعہ بھی یاری ہے مجھے ہڈی بھی خوش آتا ہے اور ٹھاکر دار ابھی
حضرت عالی کے اشجارِ سسدس کیا کریں ہم غریب و ناتواں و زار و بیکس کیا کریں	ایک سید کیا کریں یا بٹھیکر دس کیا کریں سچ تو یہ ہے مہربانی آپ کی درکار ہے
شیخ ساں ہم جل رہے ہیں مغربی فانوس میں آجکل برکت بڑی ہے خرقة سادوس میں	روشنی سر میں - گدا ز غم - دل مایوس میں روکتا زور و ریاسے ہوں تو فرماتے ہیں وہ
اس سے بہتر اس غذا کی واسطے چرن نہیں	گو لیوں کے زور سے کرتے ہیں وہ دنیا کو ہضم
دنیا میں اس روش کی تکریم نہیں واللہ کہ یہ عرب کی تقسیم نہیں	ہم نیک خصال ہیں یہ تسلیم نہیں لیکن یہ ہیں طریق و عاداتِ عجم
چہ برہمن خوروں چہ بروے خواں	چہ مسٹر نباشد ترا میہماں
سید کا جانشین ہے وہ آج ہند میں	تہدی نے گھر کیا ہے دل شیخ و رند میں
دھرم دُشیا سے اٹھا اور گیا دین	یہ بولے روکے پیر و پور گیا دین
مطلب یہ ہے کہ سمجھے آنکھ فرماں	نور کو رکھاتے ہیں میناں اپنی زباں
اس نکتہ کو کیا وہ سمجھیں جی نہیں ناواں	مقصود نہیں میناں کی سی عقل و تیز
نے قیص و کوٹ و پٹلوں و بٹن	شیچریت چیت از دیں گم شدن
اتنی دولت ہے کہ رکھنے کی جگہ ملتی نہیں	بھوک سے زائد ہو جسکے پاس کھانا اُسکے پاس

رہہ جس سے ہے بزمِ قومی بچنے کی طرح سمٹ گئے آجھرو	وہ کون ہے صرف محسن الملک آسوت کھلے گا مثل گل ملک
اکبر اس اندیشہ میں رہتا ہے غریق کافری کا ہے علاجِ ایماں سے	کافر و میٹو میں ہے ٹھوڑا ہی سدیق میٹویت تو ہے پٹی حساں سے
بنامِ خیالاتِ پاٹ آفریں	زمانوں پر لکٹ کی چاٹ آفریں
اس قوم کو یک دلی کی رغبت ہی ہیں اکبر کتا ہے سیل رکھو باہم	حوا یکا کرے اُدھر طبیعت ہی نہیں وہ کہتے ہیں میل کی ضرورت ہی نہیں
کیا اسلام ان جتنِ محیرت ہی نہیں طرحِ تسلیم پر ہے لیکن ارام	ایمان کہاں کہ حبِ بصیرت ہی نہیں وہ علم ہیں تو وہ طبیعت ہی نہیں
واں شوکت و رخت کے حوا بابِ بیت ہیں صاحب کی سی محفل تو میسر ہیں لیکن	معنی کے یہاں گوہرِ نایاب بہت ہیں صد شکر کہ اکبر کے بھی احباب بہت ہیں
ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے تو بدیں کھو کر	یہ کیا اندھیر ہے کچھ کہتے ہیں یہ تپ سکتے ہیں
دنیا میں صحتِ روح کی ہر آمد آپ میں مطلق ہوئیں ہر کچھ ہم اسی حالت میں ادا کیو بھی پہنچاتے ہیں	یہ صحتِ حال ہی قائم تو اسی کی جا کر ہوئیں کہ ایسی باتیں ہاتھ میں کچھ قوم تو پر گزرتی ہیں
اے بھائیو! ہاں صاحب ہے کچھ کامیں ہو کوئی محفل	گو مسلِ غلاموں میں ہو سکن تو تمہارا غور نہیں
شتاقِ تقاہوں در پہ حاضریوں میں حسرت کو جو فرصتِ ملاقات نہ ہو	مشکوٰۃ نہیں کہ بارِ خاطر ہوں میں لو سے پر آستان کے شاگردوں میں
ہولے طوبیٰ پر اب ہر سر میں نہ سوچ کو فرما اس نظر میں	ہوں لگوں تو بس یہی کہ ہم بھی چھپ چھپ کر غائب ہیں
دیکھ پ ہو اُمیں ہوئے گلشنِ ہر چھپیں درِ گمانی کے راجہ جی حبِ روٹھے	زنجیں شطرنج سے تابہ دہن ہر چھپیں حد تک ہو سیکوئی نصیبیں ہر چھپیں
بھگملا کے لو لے آئے جو لپٹا اندھیرے میں	اندھیرا اس طرح کا تو دیکھا کہیں نہیں

معمت

ممکن نہیں عبور مرے اُن کے راز پر بڑ	بافعل ہے مقام عدالت جس راز پر
کیا اسکی خوشی کہ تمکو ہے عقل کثیر	ہمکو تو اسی سے کر دیا تم نے فقیر
ہرگز یہ نہیں ہے حق قانون خدا	کتے ہیں حضور اسکو حسن تدبیر
تمذیب نو کے رنگ پہ پلبلی بنے ہیں سب	واشد کیا بہار ہے اس سبز باغ پر
شیخ ملتے ہی رہیں گے تجھ سے ہر اخذ زر	دین خود سمجھکو نہ چھوڑے گا جو دنیا نہ چھوڑ
جس طرح ہے تجھے اہل جسم کی تمسین	دیکھ گادرد جان کو بھی اک دن تو لے عزیز
ہرگز نہیں ہمکو سلطنت کا افسوس	ہے اترے معاشرت کا افسوس
انگریزوں پہ ہے بہت کم الزام کا	ہے اپنے ہی میں مصیبت کا افسوس
سیاہ کرنا دونکا اسے ہے کیا شکل	تمہارا علم لگاتا ہے آفتاب میں داغ
یار نے پوچھا کدھر جاتا ہے تو	عرض کی میں نے ہلاکت کی طرف
پوچھا اُس جانب لئے جاتا ہے کون	میں نے دیکھا اُسکی صورت کی طرف
بن گئی ہے حضور راہ دستاں کید حریت	ہے نماز گریہ زاہد سے خشک کبک نیچت
ہمکو یہ سجدہ ملا یا چاہتا ہے خاک میں	کون سمجھے شاعروں کے یہ اشارات لطیف
ہمکو نہیں اُنکے عیش و راحت پر رشک	بیعت و کوون اسپہ برساتے ہیں اشک
کافی ہے ہمیں عبادت حق کے لئے	ایک اونٹنی ایک پال پانی اک مشک
کوئٹل میں شریک ہوگا کل ملک	اب تھینکس کا باندہ دیگا پل ملک
یار بکل سلطنت ہے تیری	تو فی الملک اور متزع الملک
اونچا سنتی ہے کیا گور منڈ	کیوں کرتا ہے اتنا شور بکل ملک
گائیں ناحق بھڑک رہی ہیں	ویراں نہ کرینگے جان بلی ملک
ہوتی ہے روش جو سلطنت کی	جاتا ہے اسی طرف کو ڈھل ملک

گندہ کے اس قومی گلے کا ہار ہو جائیگے یہ	پالسی کے طرہ دستار ہو جائیگے یہ
سخت ملکی میں توڑنا ہے نری دیوانگی	پالسی اُنکی رہے قائم ہماری دل لگی
جو یہ کہتے ہیں کہ حیاتِ راسے دے	تم فقط پتیلے بنا سکتے ہو جاں انہی دے
طفلِ مکتب کہ سہاڑیاں می گوید	شکوہ کم کس کہنیں گشت و جیاں می گوید
طبع او فوہو گراں است و سرو تن سقش	انچہ مستند رو نقش ہماں می گوید
یہ بات حاط کہ ملک اسلام ہے ہند	یہ بھوٹ کہ ملک پھمن و رام ہے ہند
ہم سہیں مطیع و حیدر حوا و انگلش	یورپ کے لئے اس ایک گودام ہے ہند
گفتم ابراں را سحرِ حگ ساد	آں مردی و آں ہو و آں رنگ کا ند
آغا خدیوہ گشت رہنے دگر است	کامرو و برائے ساعمر سگ نسا د
شکر چہ تم و گوشت کرتا ہوں مگر یارب یہ کیا	آئیکہ ٹھکے کے حوالے کاں مجھ کے سپر
افسوس ہے بدگماں کی آزاد سی یہ	خاق کھسی خوش ہو گا رمادی یہ
طاہر سے کیوں ہے اتنی وحشت اکبر	یہ تو اک نکس ہے اس آمادی پر
پدڑت میٹھا ہے اپنی پوتھی لیکر	نیا میٹھا ہے موٹھ موٹھی لیکر
سودا اُسکو ہے حسد عار السد	وہ دولت و جنس گھر میں جو تھی لیکر
یہ وقت شکست قوم کا ہے خدا	کرتا ہوں میں تجھ کو اُنکی تہیہ کبر
ایسی حسد ہو جس پہ اطلاق صرار	قرآن کو ماں لاکھم یہ کبر
کرود تمہیں گھر کی اکیر و دینیو سیل کے اندر	پاکاواں مددیاں بیٹے پھوڑا نعل کے اندر
سوئے اس قدر مہذب کسی گھر کا نہ دیکھا	کئی عمر پوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر
میں رجبت ہوں وہ شاہانہ دلیری سے کہاں	ٹھکھو کیوں رشک آئے وضع ملکِ گریز پر
کاسے چھ جالتے ہیں اُن لوگوں کی راہِ زندگی	
حرفِ آنا ہے پھیری چلتی ہے اُن کی میسر	

کیا کموں اسکو میں مدد سچی یشن کے سوا	اسکو آتا میں اب کچھ ایشیتن کے سوا
اسقدر تھا کھٹکوں کا عمار پائی میں بجوم	وصل کا دل سے مرے ارمان رحمت ہو گیا
لایت دیا نے حواری سنگسا دیدار وہ	تھی بری ٹھوکر مگر شیطان رحمت ہو گیا
مری تقریر کا اُس میں کچھ قانونیں چلتا	جہاں بدوق چلتی ہے وہاں بدوق نہیں چلتا
کمراندھی بھی یاروں سے حوراء حتمی میں	وہ لوے تو نہیں چلتا وہ لوے تو نہیں چلتا
کہا سپر طریقت نے اگر مگر اسی کسٹم پر	یہی سترل ہے حصیں شیخ کا ٹٹو میں چلتا
لطیف اطع ساقی چاہئے فیما ص طبیعت کا	جن سے سے ہو اے کاروان تو نہیں چلتا
درس تھا یکساں مگر وہ تو سبھی ہی ہے	تھپ تھپ کے عوین شیطان کا قانون ہو گیا
ایک ہی بوتل سے پی ہوئی میں دونوں شراب	لطف مستی اُسکو آیا اور تو اُسکو ہو گیا
سرقہ مٹکا تھید لہر سب مستان تھا	سر میں تھا ستیہ کے قرآن ریہا پیٹا تھا
مجھے انگشت سے حب وقع ہیں بزم گرم وحشی کا	تو پھر کیا لطف ہوائے ہزل اس ملوہ پوشی کا
ٹکٹ سے حاب اُسے دیا سنگر کے اکر	ادا کرتا ہوں میں یہ حق فقط پتلون پوشی کا
چھوڑ کر رخ اپنے مٹے کا	مطر ہوں اب اُسکے پٹے کا
سر سید کو فلک سے تھے دیا	تندیہ کو پھر وہ بارہ تھے دیا
نکت کی شکست میں مدد دی کامل	مے لگی قوم حب تو بے دیا
گھر میں ہیں چچے شیلے دیا	بابر کھڑے چلے تو چلنے دیا
کالج لے سٹھا دیا حوماتہ شحر	کچھ پھول چلے تھے لے پھلے دیا
کچھ بھی نہیں چاہتے وہ چدے کے سوا	اس باغ میں کیا دھڑلے پھندے کے سوا
گلچیں ہے ہر اک ہیں بے طبل کوئی	اس کتے کو کون سمجھے مدے کے سوا
آج ہے یہ ریشوں کی تانہ ہے۔ مٹے کا	یہ پودا ہے گلشن کا۔ یہ بوٹا ہے گلے کا
ہمارے حضرت شیخ ممد کی دامت ہے	حداس میں چمکے یہ بھی لکڑی پر شیلے کا

کالج میں کسی نے کل یہ نغمہ گایا کہتے تھے ولد کو لوگ ستر لابیہ	قومی تھلکت کا سر سے اٹھا سایا ستر لکھا ستر کا اب وقت آیا
بڑھاپا تا ہوں بنگالی کا درجہ ہر طرف تھا تیروں نے غم کے قلب کو کینخت کر دیا	زبانے میں نیا یہ دور ہے راہی مراتب کا سوڑ دروں نے سینہ کو دم پخت کر دیا
طفل دل محو طلسم رنگ کالج ہو گیا سعادت روح کی کس بات میں ہر اکیلا جانیں	ذہن کو تپ آگئی مذہب کو فالج ہو گیا کہ کالج میں کوئی اس علم کا ماہر نہیں ہوتا
واہ اے سید پاکیزہ گھر کیا کہتا قوم کے عشق میں سوڑ جگر کیا کہتا	یہ دماغ اور یہ حکیمانہ نظر کیا کہتا ایک ہی دھن میں ہوئی عمر بسر کیا کہتا
قوم کا اوج ہو منظور خدا خواہ ہو	خیر ممکن ہے کہ دنیا میں تھی وہ انہو
قوم کی تاریخ سے جو بخیر سو جائے گا	رفتہ رفتہ آدمیت کھو کے خر ہو جائے گا
بھائے جو نگاہ کو وہی رنگ اچھا ہو قرآن و نماز سے اگر دل نہ ہو گرم	لائے جو راہ پر وہی ڈھنگ اچھا ہنگامہ رقص و مطرب و چنگ اچھا
میرے منصوبے ترقی کے ہوئے سب پائمال بوٹ ڈاسن نے بتایا میں نے اکٹھوں لکھا	بیچ مغرب نے جو بویا وہ آگیا اور پھیل گیا ملک میں معنوں نہ پھیلا اور جو تاجل گیا
ساتھ اُنکے مرائیج تو چل ہی نہیں سکتا پوچھا کہ شغل کیا ہے کہنے لگے گرو جی	بندر کی طرح اونٹ اُچھل ہی نہیں سکتا بس رام رام جینا چیلوں کا مال اپنا
کیا شور و فغاں نے میری اُسکو مضحل کتنا	بہت شوخی شرارت تھی مگر عورت کا دل کتنا
خدا ہش ایواں نشد واعظ اسلام را جو پاس بھی ہو بعد مصیبت نقش ہیں نہیں	حاجت مشاطہ نیست رو سے دلارام را اگر ہو طالب کمال کے تم تو چھوڑ دو امتحان ایسا
پیری سے کمر خم ہے وہ فرماتے ہیں تن جا وسعت ہے در علم میں ہے را جو عمل بند	قابو میں تھیں ماتھ تو کیا ہو سکے پنجبا ہے صاف سڑک پاؤں نہ لیکن ہے شکنجا

سادہ طعوں کو کبھی مالاخیر رنگبیا کر دیا وہ مثل یہ مقلی میں آٹا گبلا کر دیا چتم میں ایسی لٹے اور اسکو سیلا کر دیا	بیچ مذہب کا کسی صاحب نے ڈھیلا کر دیا شوق پیپ کر دیا بھٹکے کا اور پتلیوں کا تھا بنارس پہلے ہی سے اے صنم میں کھنچا
ساتھ ہی اسکے علیگڑھ کا یہ حلوا بھی برا لیٹ جاتا بھی رانا د کا جلوا بھی رُرا تو پھر سوار سے اکبر پیادہ یا اچھا	مرے نزدیک یہ چہاں کا حلوا بھی برا آپ اٹھا رو دیا کیسے بھنگیوں کے ساتھ ح اپنے ہاتھ میں لی میرے حبانِ سدا
آپس ہی کی حسادہ صگیوں نے لوٹا ہم لوگوں پر ماویوں کا لشکر بٹھلا دیا کاؤں سے سنا سب گزرا کھوں سے دیکھا	سرستہ اتحاد ہم سے چھوٹا قراں کے اثر کو رک دینے کے لئے یہ قومی ترقی بھی ہے پریوں کا فساد
حوالی کیا تھی میچے مجھے ریگا رکھتا تھا یہی مرسی خدا کی تھی ہی قسمت میں تھا ہوتا میر ہیں تھے دو روٹیاں بس گھر کا لے کوٹنا	اٹھانا پڑتا تھا دن رات بارالاست غواں ان لقا قصوں کا کیا حاصل ملان ہاتوں کا کیا ہوتا کہاں کی دولت و ثروت کہاں کی عزت و جہت
اور اک حال کے لئے میں ہو گیا کھڑا چپکے میرے کان میں اک غیرے کہا ہا ہوش کم ہیں اُنکے بھی نہ میں سئے ہوئے کیوں اپنے آپ کو سپر پریشاں کئے ہوئے	بھگتا تھ ترقی قومی کو دیکھ کر کوئی ہوا۔ مجھے محاسب وہاں مگر اکثر وہی بزرگ ہیں جو ہیں پئے ہوئے برگر کوئی کہے گا داس انجمن کا رار
کسی شاعرے ہے دانش یہ کیا خوب کہا اور مرے پاس ہے اردو سے ملنے باقی پڑھو گن فیض و کم الا اذی	پہلے تھا قوم میں سب کچھ مگر اب کچھ در ہا شیخ کے پاس ہے اب صرف بھٹلے باقی سجائی مستراں کا لو کچھ مزا
ہمارے دن ہی ہیں رنج سنا اور چپ رہنا سی باتوں کا کیا سنتا کسی باتوں کا کیا کہنا	ہر حو شکوہ مہتر ہے۔ اچھا اشک کا سا خدا کی واسطے اکبر کوئی ذکر اور ہی پھیٹو

اپنے ہی دنگے ہاتھ اب میں کپ گیا ہوں اکبر	سر میں نہیں راہ وہ سودے خود فروشی
حسب فرمایش عالی جناب خان بہادر شیخ احمد حسین صاحب مذاق تعلقہ دار پریانواں ضلع پرتاب گڑھ	
کچھ اپنا سوچا نہ کام آیا وہی ہوا جو خدا نے چاہا خدا سے بیگانہ تھی طبیعت دلی ارادوں پہ تھا بھروسا	عجب ہو تسلیم و صبر کی خواہش نہ پیدا ہو دلیں بکھی غم تیس فسخ ہو گئیں جب عرفتِ ربی عرفتِ ربی
تا شیر ہوا سب باغِ ہستی نہ گئی ہوتے ہی رہے جمال و دلکش پیدا	صورت کی ادا نظر کی مستی نہ گئی طبعِ انساں سے بت پرستی نہ گئی
نہ گئی دل سے مرے حسن پرستی نہ گئی شاخ میں پھل کا نگار ہنا ہے خامی کی دلیل	بجھ گیا خونِ مگر روح کی مستی نہ گئی عقلِ نچتہ ہو کے میرے سر سے نائل ہو گئی
ہوئی جو عمر اچھی مجھے سننے کہ پندرہ میں ہوا کیلانی عجب ہو نچر کے اقتضائے جو رکھے تیت کو نیک باقی	موت کو دیکھا تو دنیا سے طبیعت پھر گئی دنیا سے تعلق رکھنے میں ہرگز نہیں تپید بُری
فلسفہ حریت کا دیں کا ہے عد و بنا صبح و شام صدق سے کرد عاکہ رہنا	اُس طرف ہے کید سخت اور تر ہے پھپھنا لا تَرْجِعْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا
متعلقِ ترکی	
متضاد گئے جو دو طرف سے دو تار لیکن اس بات کا سمجھنا تو ہے سہل	کیا جانے کس کو اُس نے اچھا سمجھا مسرکار نے کس کو انہیں سچا سمجھا
بدبو مرے گھر نہ لے شرابی پھیلا ہر کھٹے طلبِ شراب کی ہے تھک	ہے تیرا دہن نجاستوں کا تھیلا ہر دم ترے منہ سے ہے نکلتا محلا
مصحفِ مسلم نے کھو لنا چھوڑ دیا حاکم نے کہا نہ بولوا اُسے ہرگز	بننے نے تھیک تو لنا چھوڑ دیا ہم نے بھی سب سے بولنا چھوڑ دیا

اب حشر میں قلعہ دار کا سے تھگرا	دیکھیں یہ امید و سیم تا چند ہے
حاصل ہو کچھ معاش یہ محنت کی بات ہے	لیکن سرور قلب یہ قسمت کی بات ہے
تہیں کی واہ واہ لیاقت کی بات ہے	سرکار کی قبول یہ حکمت کی بات ہے
وہ محبہ رقیب ہے میں ہوں تمہید عشق	یہ ایسی اپنی بہت و حیرت کی بات ہے
حایان و روس سے میں کچھ واسطہ نہیں	خریجے کی یاں تو محنت بہت کی بات ہے
لی۔ لے بھی پاس ہوں طے بی بی بھی دلپسند	محنت کی ہے وہ بات یہ قسمت کی بات ہے
تہذیب مغربی میں ہے تو سے تلک معاف	اس سے اگر بڑھو تو حشرات کی بات ہے
سچا ماضیہ طول الہام سے دل کا مشکل ہے	سرور مادہ امید فردا آ ہی جاتا ہے
ماں آس تے اڑائی میں ملنا بھولے	ہم تو کیا شیخ بھی توحید کا کلمہ بھولے
صنم ہند کو ہم یاد رہیں اسے اکبر	عم نہیں ہے حورب میں ہمیں سلا بھولے
حان آجی سے لپ پر میں منظر قتا کے	اتک سے واں تھاقل قراں اس لولکے
صفاں کرے کا بھی یا ماسیں ہے	سوا افسوس کے چارہ نہیں ہے
ہمنٹیں ظلم تیاں پر چپ رہنا چاہئے	بات حب کچھ بن۔ آئے شکر کسایا ہے
ہو ابدل گئی سے ایسی کچھ زمانے کی	دعائیں مانگتا ہوں ہوش میں آئے کی
مجنوں کی ییاس کو بھجاتی	یہی کچھ ناؤ لی نہیں تھی

عمر ۳۳ سال

طے ہوئی بات۔ قیمت ابھی اسکی ٹھہری	دل میرا لے کے چلے آئے یہ ابھی ٹھہری
استاق تو بہتم کہ حریری و حبیبی	لیکن چہ تو اں کرد کہ ممان رقیبی
دست ملک سے سد کی حلقہت بہت پٹی	کو کچھ تھی اسکی شکست و وقت وہ سب پٹی
اسکی دو اقاہت ویکسی ہے مس فقط	ہاں شغلے کے واسطے بولیہ تیور سٹی
ناتی نہیں رہی وہ دسیا سے گرم جوشی	اب میں ہوں اور عرت اور عالم جوشی

کمال شوق میں مروت اک نظارہ کافی ہے	کہ حسن خود ہی ہے عاقل اشارہ کافی ہے
نحسن نور شمع ہر محفل میں ہر شب ہے وہی	موسم باراں میں لیکن کثرت پروانہ ہے
بہ چشم غور دیکھو بلبل و پروانہ کی حالت	وہ اسپیں دیا کرتی ہے اور وہ جان دیتا ہے
وہ پھنسی ہے تفس میل و رہکانام روشن ہے	ہوا پر خمیہ معنی کو کھسرتان دیتا ہے
جالت پہلی سی اب کہاں میری ہے	حیرت انگیز داستان میری ہے
سینہ میرا ہے دل نہیں ہے میرا	میری نہیں بات گزبان میری ہے
واعظ کا دل بھی سوز محبت سے گرم ہے	چپ رہنے پر نہ جاؤ یہ دنیا کی شرم ہے
اڑائی خود نمائی میں اگر دولت تو کیا اک	خدا کو مانکر جو دیں وہی اہل کرم اچھے
فیض حضرت ہر مقام ہوتا ہے	دل کو مرے خط فقط یہیں ہوتا ہے
ہر امر غلط کی ہوتی ہے یاں تصحیح	اور رطبت یہ ہے کہ غم غلط ہوتا ہے
میں نے اکبر سا بھی بھی نہیں دیکھا کوئی	کتا ہے اُن کی کمرچھ کو نظر آتی ہے
مابوس کر رہا ہے نئی روشنی کارنگ	اسکانہ کچ ادب ہے نہ کچ اعتبار ہے
تقدیس ماسٹر کی نہ لیسڈر کا فاتحہ	یعنی نہ ذر دل ہے نہ شمع مزار ہے
بوڑھے ہوئے کتاب سے بوس و کنار ہے	اپنے لئے الٹ ہی بس اب قہیار ہے
اپنی جبین سے جین کے مالک اگر ہو حتم	میں بھی ہوں شاہ روس کہ دل میرا زار ہے
زندگی سے اب طبیعت سیر ہے	موت کیوں آتی نہیں کیا دیر ہے
کون و مکاں تلور جمال حضور ہے	غافل اسیر دامن قریب شعور ہے
یا ایلیٹیشن کے صد تے چلے دودھ اور کھانڈ لے	یا اٹھٹیشن کے بدلے تو چلا جا ماتڈ لے
یا قناعت اور طاعت میں بسر کر زندگی	رزق کی کشتی کو کچے پتوارے اور ڈاٹلے
دنیا کی حرصی آزکا واعظ شہید ہے	گو پیر ہو گیا ہے نگرین ہرید ہے
جب تک رہے زندہ آرزو سندر ہے	جب مر گئے ہم تو قبر میں بندر ہے

سراسر نفع تقویٰ سایہ یزقران کر آئے	یہ کیا اچھا کیا تمنے اگر زکوہ کے سہ لائے
عرق کیا فاعطا و عاشق میں بتائیں تم سے	اُسکی محبت میں کئی اُسکی محبت میں کئی
جیتی حلسہ سچ ہے کہ ہم بھی ہمیں اُسکے	دور انکار و سنا کا علم انکا سلطنت اُنکی
طلبیں کس طرح ترحد پر ترحد سے وہب کا	بہت اچھے سروں میں سحر ہی ہوا تو کئی اُنکی
مگر قومی اطباء دور سی کہیں گے یہ تزلزل	قوی اطعالم کو کر دیجی آخر تربیت اُنکی
تھا شوق اولے طلب اک حس کے ساتھ	اکیرے حو فکر کی قودہ بات بنی
دیوانہ تھی قوم عشق میں پہریوں کے	پکڑی کئی اور عسلا م حلت بنی
جب تک ہم میں ہے قوی جملت باقی	بیٹھک یہ روئے کی ہے ضرورت باقی
چالیں رس کی بات ہے یہ شاید	عدا سکے رہے گی پھر محنت باقی
زاہد کی طبع دیکھ کے اُس ت کو بیچ گئی	وہ کیا تمام ملک میں اک موصوم حج گئی
اکیر ہی تھا کہ دین میں دل کو چھپالیا	وہ بھی کہاں سچا یہ کہو جان حج گئی
سرخ و سید سے قو حالی نہیں دکرست او	دات سے اُنکی مخاطب نہیں فکرست او
طبع محوں مری ہے عاشق ملت لیدہ ست	کیوں ہوا کرتا ہے تاحق مری لٹا پیدہ ست
راہ وحشت میں اگر قیس سے فقر سے چلے	حیف یلی پہ جو آمادہ کاوش ہو جائے
رہ گئے کم عربی ستھر سمجھے والے	جیل سے گیسوے یلی میں اُنھیں والے
قتلے کھر دینا دا عظم کی جیسی ہے	یہ عشق ست نہیں ہے اکیر کی پالیسی ہے
یہ رسم سلق عجب ہے کہ روح بخود پڑی ہوئی ہے	حواس مطلق کی عقل کم ہے دلیل خیر انھیں ہوئی
حسد دل کی سر دکھاوہ جائے	حرا یاں کی محبت چاہ جائے
رسیا با عاقبت کی بحث اکیر	سوا سکا حال تو اوندہ جائے
شوق شہرت بھی بزرگی رسی چاہ بھی ہے	عسرت انگیر نظر میں ہو س چاہ بھی ہے
ہاں مگر حسن بت رہ رہہ حبیب امت دیں	اس سے محور تو یہ سدا درگاہ بھی ہے

بے علم بھی ہلوگ ہیں غفلت بھی ہے طاری	افسوس کہ اندھے بھی ہیں اور سو بھی ہے ہیں
چہرہ یورپ کا میں پروانہ ہوں شب میں پیدائش ہوئی ہر پیش شمع	اسکی ہر اک بات کا دیوانہ ہوں جلوہ خورشید سے بیگانہ ہوں
جو حسرت دل ہے وہ نکلتے کی نہیں یہ بھی ہے بہت کہ دل سنبھالے رھئے	جو بات ہے کام کی وہ چلنے کی نہیں قومی حالت یہاں سنبھلنے کی نہیں
حواس و فہم میں اب مجھے ہوئے ہیں خدا تک ہے رسائی سخت دشوار	برات و سہم میں اب مجھے ہوئے ہیں سب اپنے وہم میں اب مجھے ہوئے ہیں
سہ ماہ	
دینی پہلو کو ابے برادر دیکھو نظم اکبر ہوئی ہے نقوشِ قلوب	کانٹوں سے ہو تھمر گل تر دیکھو آنکھیں ہوں اگر خدا کا دقرو دیکھو
قرآن سے نہ واقف ہیں نہ انجیل کے پیرو مداہار لے ہیں یہ دن او نو لعزم نہ ہو	بایں ہمہ ہے شوقِ ترقی میں تگ و دو ہوتی ہے شکست مائلِ رزم نہ ہو
خدا رکھے سلامت اس نظر کو مرشد نے کہا اٹھئے حضرت معنی نہ سہی صورت تو وہ	کہ جس نے سیم کو چھوڑا نہ زر کو گھر چھوڑ کے بسے بنگلے میں طاقت نہ سہی نہایت تو وہ
قصیدیں ادھر لہو شوق ادھر بالا راہ جھوٹ عارض نہ انکا گل ہے نہ دل سیرا آئینہ	اس سے زیادہ کر نہ اس سے زیادہ جھوٹ زنگیں جھوٹ وہ ہے اگر یہ ہے سادہ جھوٹ
ہواہوں میں متحی شاییت بار بار ہے فلک کا غمزہ ملکی ترقیوں میں دو الے نکالے	عرب تھرت کسے تو شاید الف کی صورت میں آئے ہمزہ پلٹن نہیں تو خیر رسالے نکالے
کافی ہے ہر شغل کا میاںے فکرِ رزق	اب دل سے مسجد اور شوالے نکالے

تھیں سے اٹھ گیا مردی کی ترم کا ۷۰	اس انقلاب کا اب انقلاب سے دشوار	تو پھر جیسے عجب رُوحِ زباں کب تک رہو گے قطرِ ہمسرہاں کب تک
نہ ترے اونٹ ہو نہ موہلا آگ	بچال ہے استبدال کی اچھی	تو مٹی ہی ہو نہ تم ہو آگ
حس لے دیکھا ہو گیا عاشق	واہرے صورت واہرے عالق	سارِ حکمت کا حوڑے یہ راگ
میں کا رخ سے عالی رہ گئی بالائے طاق	وہ چراحوں سے ہیں ملتے ایسے ہیں شہنشاہ	استمال میں نظر اور عاشقی بالائے طاق
ایسی زباں میں شمع یہ کہتی ہے رازِ دل	کیوں کرنے لگے وہ مجھ کو اسے باتیں	روشن عس میں سو عس میں گدارِ دل
میں سمجھ میں کہہ رہا ہوں سبحان اللہ	یہی کافی سے مجھ کو اہل ایمان باصفا تھیں	زوروں یہ ہیں کرتے ہیں ہوا سے باتیں
رہیں بے ہمت نظیں نہ ہیں اور نہ نشانی کی	کوئی کہتا نہیں سیاح ہوں حضرت کا ماہر ہوں	میں پر و امانتی نہ کیوں مرتد ہوا تھیں
میں اپنے نوکروں کو ڈھونڈتا پھر تاپوں بیگنوں	جو عمر نہیں رہیت کے حقیقی وہ اسے حاصل ہیں	میں ملک آنکھوں میں سر لا با ملا خلیس کو کہتیں
میں نے اپنی بات مان لی کوئی بات نال وین	طاہر حق پر وہ میلانِ دلِ عام اب کہاں	یہیں تک فخر کی حد سے نہیں پہنچے ہوں میں تگہوں
پتا میرا یہی ہے منزلِ ہستی میں لے اکبر	نصارت لے کی کی اصطلاحِ عمر میں اکبر	کوئی ہے لاکھ لکے کون کتنا ہے کہ حاضر ہوں
میرے سازِ سخن سے پست طوطی کو تنفس ہے	حالتِ مناسب ہے وہ حاصل میں کرتے	اربابِ بصیرت کے آنے حشراتِ افس میں غل میں
		دیں حکم اگر تو سینہ سے دل کو نکال دیں
		وہ باز صمدِ خیر من الوجہ اب کہاں
		میرے حضرتِ دل ہوں مقیمِ عادتِ ہوں
		بصیرت سے تو آنکھیں مجھے اپنے چھک جاتی ہیں
		پیانو نے سُراٹھا گیا برمِ شغلاں میں
		حوالہ گزشتہ میں ہے اُسے کھو بھی رہے ہیں

ہیں قوس داغ میں مرے ہسم بہت	ہیں قوس داغ میں مرے ہسم بہت
قومی مجلس میں اب سخن قسم ہیں کم	قومی مجلس میں اب سخن قسم ہیں کم
دیکھ کار گیر لئے حضرت سیدائے شیخ	دیکھ کار گیر لئے حضرت سیدائے شیخ
بحرستی کا یہی دور چلا جاتا ہے	بحرستی کا یہی دور چلا جاتا ہے
بھروسا اُٹپ کر کے مجھ کو پتیا ناپڑا آخر	بھروسا اُٹپ کر کے مجھ کو پتیا ناپڑا آخر
و لولہ اُٹھتے ہیں دل میں دیکھ کر اُنگا جال	و لولہ اُٹھتے ہیں دل میں دیکھ کر اُنگا جال
مقابل کفر کے تھی وہ نمود اسلام کی کبر	مقابل کفر کے تھی وہ نمود اسلام کی کبر
انصاری قبیلہ مقصود ہیں ہندو ہرادن ہیں	انصاری قبیلہ مقصود ہیں ہندو ہرادن ہیں
زن زمین زر تو ہے فساد کا گھر	زن زمین زر تو ہے فساد کا گھر
زن منکو حور شریف و غریب	زن منکو حور شریف و غریب
ہو جو بس آمد زر تہ خواہ	ہو جو بس آمد زر تہ خواہ
ہو جو تھوڑی سی باغ ہی کی زمین	ہو جو تھوڑی سی باغ ہی کی زمین
شراب و لیسے مست ہیں وہ مئے قناعت ہم میں سرخوش	شراب و لیسے مست ہیں وہ مئے قناعت ہم میں سرخوش
سخن شناس سے میں چاہتا ہوں داد سخن	سخن شناس سے میں چاہتا ہوں داد سخن
سوسائٹی نہیں ملتی کہ جس سے دل بیلے	سوسائٹی نہیں ملتی کہ جس سے دل بیلے
شرق جیئریر سٹری سے جنکو بیاں	شرق جیئریر سٹری سے جنکو بیاں
بیاض شعر سے مطلب نہیں کلر کوں کو	بیاض شعر سے مطلب نہیں کلر کوں کو
رزق مایحتاج جب دیدے تجھے اللہ پاک	رزق مایحتاج جب دیدے تجھے اللہ پاک
پالسی مسلم کی دیکھی اور ہندو کی ترنگ	پالسی مسلم کی دیکھی اور ہندو کی ترنگ
بیٹھارہا میں صبح سے اُس در پہ شام تک	بیٹھارہا میں صبح سے اُس در پہ شام تک
دلوں پر مارتے جاتے ہیں چھاپہ شکیں	دلوں پر مارتے جاتے ہیں چھاپہ شکیں
نہیں کچھ باقی تعلق وہ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش	نہیں کچھ باقی تعلق وہ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
خوشی کے واسطے کافی ہے مجھ کو واہ فقط	خوشی کے واسطے کافی ہے مجھ کو واہ فقط
جو کوئی مولش و ہمد ہے اب تو آہ فقط	جو کوئی مولش و ہمد ہے اب تو آہ فقط
مقدموں ہی کی وہ دیکھتے ہیں راہ فقط	مقدموں ہی کی وہ دیکھتے ہیں راہ فقط
رجسٹروں ہی کو کرتے ہیں وہ سیاہ فقط	رجسٹروں ہی کو کرتے ہیں وہ سیاہ فقط
گر عبادت میں بیسراور سر کور کہ بالائے خاک	گر عبادت میں بیسراور سر کور کہ بالائے خاک
اُس میں ہے اکثر رکاکت یہی اکثر خفاک	اُس میں ہے اکثر رکاکت یہی اکثر خفاک
اقوس ہے جو آئے میسر سلام تک	اقوس ہے جو آئے میسر سلام تک
پڑھو گے حضرت سعدی کی بوستان کتبک	پڑھو گے حضرت سعدی کی بوستان کتبک

بارجم تپ وصال غلط فہمیاں ہوئیں	مچھک پری کا شبہ ہوا اُن کو بھوت کا
ہنگام ترع ہوش جو غائب ہوئے تو کیا	اس وقت وہ غور سے تائب ہوئے تو کیا
مینا سب سے بھی دلپرو کچھ گئے اسے سہا	نہ کچھ قصہ نہ کچھ جھگڑا نہ کچھ سُنا نہ کچھ کہا
تاشادیکہ اکبر دیدہ حرّت سے دُسیا کا	احل کی بند حب آئے لحد میں جا کے سوزنا
تنت نہ کہتے ہمیں جسے بے یہ ہمارا بندا	بے بھی ایسا کوئی اللہ کا پیارا بندا
انہیں محروں میں آساں بے معافی کا ادا کرنا	مجھے غفلوں میں مشکل ہے بیان مدعا کرنا
عشوہ و ناز و ادا سے عشق کرنا آ گیا	چشم بد و دور آپ کو بجلی گرانا آ گیا
سراسر حلوہ حسن متلع زلف لیلے تھا	محل رشک اس باڈار میں مجنوں کا سوا تھا
مجھے تھے لوگ حکو ہمارا انہیں کا تھا	کچھ فعل میا تو بھی اشارہ انہیں کا تھا
اب سالتس بھی نہ لینگے دبا میں گلا وہ کہیں	جکو تو زندگی میں سہارا انہیں کا تھا
اُٹھئے دیا کیوں مرے دانتِ حاک کو	لے چسچ اوج پر تو ستارا انہیں کا تھا
آرا دیوں کے شوق میں اُٹھو تھا دل اگر	اسکی خطا نہ تھی وہ ابھارا انہیں کا تھا
خضر سمجھے ہو جسے حول بیابانی ہے	غلط امید کے حقل میں تھکا مار یگا
حاشاتی میں نہ چھوڑیگا دقیقہ باقی	دستانہ کے لئے لاف و فاما یگا
کفر ہے مہی میں تیرے لفظ سے اسلام کا	قفس نے اک حلیہ پایا سے خدا کے نام کا
کتے ہیں منکوس ہے اکبر چال و ورے	کدو بہ بتر ہے تھوئے ٹسکوں کے چورے
لہ وشت میں اگر قفس سے نعرش ہو جائے	جنت لیلا پہ حوآمدہ کاوش ہو جائے
وہ دست دازیوں سے کب ہے تائب	ہے حافظہ دیں یہ شمع مکر صائب
رحمت ہو جو علم دیں تو پیر وین بھی جائے	محل ہو جو چسراخ ابھی ہو چر دی حائے
معوکن یارب اگر تقویٰ سامد بر و تدار	دل پہ پہلو بہت و کارم باشمالہ قمار
چراغ دیر بھی دکش حرم کی شمع بھی نہ دوت	اسی سے چشم بصیرت لے کدیا ہر دوت

منقرات

الف

ترے پر تو بے لے جانِ جہاں ظلمت میں نور آیا	ترے فیضِ تجلی سے یہ دُروں میں شعور آیا
لطافت کو نہ چھوڑے رنگِ تیری شادی و نغم کا	بہنسی آئے تو پھولوں کی جو رو نہا ہو تو شبہم کا
ترا چہرہ ہے منظرِ چشمِ شوقِ نورِ عرفاں کا	ترا عشوہ ہے مصدرِ جلوہ ہائے فیضِ یزداں کا
شبابِ عمر نے کھو یا طمع نے دین لیا	فلک نے ہم سے بڑی نعمتوں کو چھین لیا
ہولے نے بھی جو غبر فشاں غوج بھی ہے یہ میں کا	نثارِ ہونیکہ دو اجازت محل نہیں ہے نہیں نہیں کا
تا چند پر سی لے خردایں از کجا دیں از کجا	تو از کجائی ایں بگو تا گو میت دیں از کجا
فرے سے زندگی کشتی جو دل قابو میں آجاتا	مگر ایسا تو جب ہوتا کہ وہ پہلو میں آجاتا
مرتبہ اس سے بھی دنیا میں سوا ہو آپ کا	یاد رکھئے گا کہ میں بھی ہوں دعا گو آپ کا
نہ ہو یادِ خدا تو نورِ باطن ہو نہیں سکتا	نہ ہو طالع اگر خورشید تو دس ہو نہیں سکتا
ہنگامی ماتمہ میں مسلم لے تو کیا	مسلم جو مثالِ بزمِ جم لے تو کیا
ہندی کی نجات ہے نہایت مشکل	سومرتیہ مر کے وہ جنم لے تو کیا
نہیں ہے رحم قاتل میں یہی ہوتا تو پھر کیا تھا	کہاں ہے صبرِ یارِ دلہیں یہی ہوتا تو پھر کیا تھا
ہجومِ طبل ہوا چین میں کیا جو گل نے جان بیدا	کئی نہیں قدر داں کی اکہ کسے تو کوئی کمال پیدا
آپ کا برتاؤ موسم کے موافق تھا حضور	واقعہ اسکے اثر سے دل بخوبی پاک گیا
کہ مرے رنگِ مخالفت اپنے اندہ بالاتفاق بدلا	خود اپنے نورِ نظر کو دیکھو نگاہِ بدلی مذاق بدلا
تری تر چھٹی نظر سے ہم کو ڈر کیا	محبت کی تو پھر دل کیا جگر کیا
اک فلسفہ ہے تیغ کا اور اک سکوت کا	باقی جو ہے وہ تا رہے بس عنکبوت کا

۱۰۔ لوئے اس کے لئے اگر کہوں کیا تجھے حال اپنا ادھر سر سجدے سے غلوں کی تھی اٹنے کی ہمدی تھی	اسی مطلع سے پس کرتا ہوں انمار حیاں اپنا ادھر ریش سپید اپنی تھی اور شدت سے نرمی تھی
۱۱۔ مولانا محو عشق یزدانی تھے بھولیں نہ کبھی انھیں محبانِ رسول	یشک اس حمد میں وہ لاتا تھی تھے یسی رہی شریع کے مانی تھے

سقا ام ارہ

ڈٹٹی صاحبِ عویدین زینتِ عبادِ حماں لو پتو سے الگ اور رواند سے سری سار پہ ہاتھ پڑا اور ہوئے رخصتِ آب الیکٹر ہیں عویدہ خان سدا صاحب خ کے علم میں بھی تدبیر کی تصویر ہیں آپ دوستوں کے لئے بازو کا ہیں تھوڑے جاب شانِ اللہ کی ہیں برکتِ واسرار و محمد دینش آن کا سب رونقِ عیشِ احباب	پختہ وضعی کے ہیں امداد کھانے والے بس مصلیٰ ہی یہ ہیں جھاؤنی بھانے والے رہ گئے کھول کے منہ میں سجائے والے رحبِ عالم دلِ نسیا یہ بٹھانے والے انگے اسلام کے ہیں یاد دلائے والے رہزوں کو یہ ہیں سولی پہ بٹھانے والے انگے اخلاق کے قائل ہیں رمانے والے تاجِ زریں سرِ عشرت یہ اڑھانے والے
---	--

۱۲۔ خانِ ساد مولانا شاہ محمد حسین صاحب ۱۳۵۰ سووی برکتِ امداد صاحب رئیسِ مادیہ سیکرٹریٰ اسرار میں صاحب
۱۳۔ خانِ ساد مولانا شاہ محمد حسین صاحب ۱۳۵۰ خانِ ساد مولانا شاہ محمد حسین صاحب ۱۳۵۰ خانِ ساد مولانا شاہ محمد حسین صاحب ۱۳۵۰

ورگوشت نشستی و زانجن گستی
در موسم بهاراں رنگ چین شکستی
اے شعلہ رو بتاک تربت چہ نشستی
چیزے بگو بہ عاشق لبھا چرا بہ بستی
کاسے خیز زایماں لے محو بت پرستی
اں جملہ بود رنگ نقش طلسم ہستی
رازے کہ کس نداند در بند خود پرستی
در سینہ دفن کردم جوش و خروش ہستی

آخر چہ پیشیت آمد اے شمع محفل من
آخر چہ شد کہ رفتی اے رونق گلستاں
اے برق و شہ چہ داری نسبت بگورتیرہ
اے خوش نگاہ و اکن چشماں سحر آگیاں
ناگہ نہاے از عیب آمد بگوش جا نم
آزما کہ شعاع خوانی و آتما کہ برق دانی
اں رنگھا پرید و بولیش بماند رازے
عبیرت کشود چشم خیرت بہ ہوشم آورد

تاریخ فوت گفتم در صنعت عجیبے
بوٹا بروں شد اکبر از گرد باغ ہستی
۲۰۹ ۲۰۹ ۲۰۹

جس دوست کو دیکھئے وہ افسردہ
دل کو جو ٹٹولے تو وہ مردہ ہے

رکئے نہ کسی کیواسے بڑھ چلے
جو پیش آئے سبق اُسے پڑھ چلے

سنجیدہ کلام کیلئے واہ تو ہے
دلکش رویشیں میں دلکش راہ تو ہے

بیکار جگر بے مضحکہ گزدہ ہے
گو نبض زباں سے زندگی ہے ظاہر

بہتر ہے یہی کہ اب علیگڑھ چلے
جس فن کا ہو درس مجھے اُنہیں شریک

مندی سا بزرگ صاحب چاہ تو ہے
منزل کا اگر تپا نہیں ہے نہ سہی

یہ نظم ایک لمبی تمہید و تحسین کے ساتھ ۱۶ مئی ۱۹۷۹ء کے انسٹیٹیوٹ گورٹ میں چھاپی گئی
میں نے پرائیوٹ خط لکھا تھا

مولانا کے کڑوی

یہ پوچھا میں نے کچھ لائے بھی تم سرکار دہلی سے

پھرے اک مولوی صاحب کے کل دربار دہلی سے

تجارت کی بھی ایسی ہو رہی ہے گرم بازاری
 طلسم تازہ دیکھا کارحناہ تارہ ترقی کا
 شہسب کیرو میں بھی وہ نور ہے اقبال قیصر کا
 رعایا کے حقوق اب ہر طرح محفوظ رہتے ہیں
 محنت بڑھ رہی ہے فلاح و معیشت میں مابہم
 پرائس کو بھی ہے عدا امپرس میں کامل تارا دی
 توجہ ہے معید عام کاموں کی طرف مساک کی
 شعاعوں نے تایت کر دیا ہے اس مقولے کو
 خلوص و صدق دل سے دعا بندہ سلاں کیا
 مریخ مہر و مسے مبتلک سے ریت عالم
 دل اہل عاں سے جب تلک مرکز تمت کا
 خدا کے نام کی عزت سے متک اہل دانش میں
 ہماری صبریت قیصر نہیں اقبال صحت سے
 خدا سے عشرتی تم کو معیت تادماں رکھے
 کرے مملو تمہاری طبع کو رنگیں جالی سے
 ہمد میں میں ہوں مرا لیر نظر لعل میں ہے

کہ سامان معیشت جس نے لے لیا اس نے
 زبان تاپہ وہ بات ہر جہد میں نہیں ہے
 کہ ہر درہ نگاہ قد میں ہر درشاں ہے
 ادھر قانون عامی ہے ادھر عالم گماں ہے
 گرہ حودل میں تھی ہاں مثال در غلطیاں ہے
 زبان عامہ معصوم نگاہیں سیسے سزاں ہے
 کوئی ہے علم کا طالب ہنر کا کوئی خواہاں ہے
 پئے ہر سچ رحمت ہے پئے ہر درد و درماں ہے
 کہ یارب تنب تلک یہ گردش گردوں گرداں ہے
 نسا ط انگیز چنگ استقام باد و بلاں ہے
 ہوا سے آرزو متک محیط قلب لساں ہے
 حق کی علم کی متک چراغ راہ عرفاں ہے
 کہ جبکا آفتاب عدل اس کشور تپاں ہے
 خلافت سے تمہیں خوش آنکو تیر مہرماں ہے
 تمہارے دقیر دل کو گلستاں بوستاں ہے
 سید پریم ہے یاں بخت مگر لعل میں ہے

دقیر تیر تو کھولا گیا ہے ہر سند میں
 فیصلہ قسمت کا لے اکبر مگر لعل میں ہے

اے دو سال خونی ماہ دو مفتہ من
 سیاہ مئی غم سہرشار و ہیشتم کرد
 آہے ردل کتیدم گفتم کہ اسے نہ من

در نو ہمارے سرش رت اڑھائے سستی
 رفتم سر مرا رت در سجدی و سستی
 مایں کمال و رحمت جیب است میل پستی

قصیدہ مبارکباد جشن جوہلی ملکہ مغلہ قصیرہ ہند و ام اقبالہا حسب ایماے
مستر ناول صاحب جج ۱۸۷۷ء

زمانے میں خوشی کا دور ہے عشرت کا سامان ہے
کوٹن و کٹوریہ کی جوہلی کی دھوم ہی ہر سو
جھڑو کھینچو کھلی پڑتی ہیں کلیاں گنگشن میں
بسان بوسے گل ہر اک ہے باہر اپنے جانے سے
چمک کر ہو گیا زیر فلک رشکِ قمر ہر گھر
فرخ اپنا جو دکھلاتی ہیں آتش بازیوں ہر سو
کہیں ہے قص کی محفل کہیں ہے جلسہ دعوت
کہیں خیرات خانے جاری ہوتے ہیں کہیں مکتب
اتر جوشِ مسرت کا ہے ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر
کوئی ہے محو آسائش کوئی مصروفِ آرائش
تعجب کیا اگر ایسی خوشی ہے اہل عالم کو
سریر آسائے پنجاہ سالہ حنیف و خوبی سے
یہی ہندوستان سب کہتے ہیں حنبتِ نشان جسکو
رئیس امن و اماں سے ناظرِ حال ریاست میں
کمی بدلی کرے گر قطرہ افشانی میں کیا پروا
نظر سلطان کی ہے خاص تسلیم رعایا پر
ہزاروں در سے قائم ہوئے ہیں سیکڑوں کالج
جہاں چلتا نہ تھا کچھ زوروں اب بیل چلتی ہے
نہ کچھ کھٹکا ہے چوروں کا نہ قراقوں کی ہر دست

برنگ گل ہر اک باغ جہاں میں آج خندان ہے
ادھر ہے نعمہ عشرت اُدھر نور چراغاں ہے
بھرجوشِ مسرت سے ہر اک مرغِ خوش الحان ہے
نسیم گلشنِ عیش و مسرت عطر افشان ہے
یہی شب ہے کہ جس کا نور رشکِ مہرتاباں ہے
کو اکب مضمل ہیں دیپِ ہافلاک حیراں ہے
کہیں تصویر بنتی ہے کہیں سرو چراغاں ہے
کہیں تقسیم کپڑوں کی پئے فصلِستان ہے
کوئی فرمائروا ہے یا کوئی کم مایہ بھقاں ہے
شگفتہ مثل گل چہرہ ہر دول شاو فرحان ہے
یہ حیرت کیا جو قصیر کا ہر اک سے ثنا خواں ہے
محلِ مطعت باری ہے مقامِ شکر زیواں ہے
کوئین و کٹوریہ کے عدیں رشکِ گلستاں ہے
ہر ہی کہیتی زمینداروں کی ہو سر سبز و بھقاں ہے
کہ فیض نہرِ دامنِ زمین پر گوہر افشاں ہے
اشاعتِ علم کی یہ ہے کہ سب کی عقل حیران ہے
جہاں فکرِ ارسطو بھی بس اک طفلِ دبستان ہے
میسر خاکسار و نو کو بھی اب تحتِ سیلجاں ہے
رواں ہے رحمتِ و غوث و خطرِ ہر سمت انسان ہے

نام حق تبار حسین صاحب قسم پیام پیکر گفتو

نامہ کوئی نہ بار کا پیغام بھیجئے	اس فصل میں جو بھیجئے اس نام بھیجئے
ایسے غور ہوں کہ نہیں کھلے کھاسکوں	پتہ اگر ہوں میں تو اس نام بھیجئے
معلوم ہو یا ہے آپ کو ہوتے کا ایڈرس	سید سے الہ آباد مرے نام بھیجئے
ایسا نہ ہو کہ آپ یہ بھیجیں جواب میں	تعمیل ہوگی پہلے مگر نام بھیجئے

مرتبہ

دھر سو راج کیوں اس مدد وقتِ حشرِ نغم ہے	یہ کیا باعث کہ ہر طرف اک شور مچا ہے
الہی کیا قیامت آگئی ہے کیا یہ عالم سے ہو	کہ حکمران کچھے مغوم ہے ہا چشم پر نغم سے
یہ ماتم ہو یا ہے کس کی مرگ ناگمانی پر	گری برقِ اہل لے وقت کسل ہو جانی پر
کنور عبدالعزیز اک نور ان بن پ کا پیارا	کل بلوغ ریاست اور ہر اک کے آنکھ کا تارا
اسے دیر ملک لے ناگمان تیرا حاصل مانا	کسی کالس میں اللہ کی مرضی میں کیا چار
تلاطم ہے ریاست میں عزیزوں کا جگر میں ہے	ہوا خواہ ہو کو مدد سے پہنچا لی احباب مخدوس ہے
تاتے دیکھتے ہیں آپ اس یارے فانی کے	ابھی سے بات کل کی غلطی تھے شادمانی کے
انگلیں تھیں منے تھے دلوں تھے موحط کی	جہاں تھے سرطوت اسباب میں کامرانی کے
ابھی یہ دیکھئے آؤ دیکھا ہے شور و جیون ہے	جہازہ اٹھ رہا ہے ہتھام گورو ورفن ہے
رہو خاموش اکبر شور و فریاد و فحاش تاکے	یہ آؤ آتشیں یہ قلعہ سوز نہاں تاکے
بھلو خود تمہیں کتنک یہ غم کی ہواں تاکے	اگر سا جہاں بھی ہو تو پھر سا جہاں تاکے

اگر تاریخِ رحمتِ تم کو لکھنی ہے صفائی سے
رہو ساکت ماد و صبر کو داعِ حدائی سے

۱۳۱۵ھ

۱۲۳

۲۹۲

تم ہو شر چہا میں اُجھے	شہرِ شان کی چاہ میں اُجھے
ناقصوں کی واہ میں اُجھے	دل کیونکر اللہ میں اُجھے
خالق کی توحید سکھاؤ	عقیقہ کی تمہید سکھاؤ
مصدق کی تردید سکھاؤ	روحانی امید سکھاؤ
مذہب کی تسلیم زبانی	طوطا پینا کی بے کساتی
ملا خود جو نہ ہو حقتانی	پھر تو مکتب ہے شیطانِ
جب ہوں گرجی خود البیلے	خوب رچائیں میلے ٹھیلے
راہ پر آئیں کیونکر چیلے	مند رہیں کیوں جائیں اکیلے
اگو خود جب حق سے ہو غافل	دنیا ہی دنیا دل میں ہو داخل
ساتھی کیوں نہ چلیں رہ باطل	کیونکر دیں ہو اُن کو حاصل
جس نے خیمہ بیاں پر گاڑا	اُس کو مبارک ہو یہ اکھاڑا
لیکن قوم کو کیوں ہے پچھاڑا	اس نغمے پہ گلا کیوں پھارڑا
عشرتی گھر کی محبت کا فرا بھول گئے	کھا کے لندن کی ہوا اُمد و فابھول گئے
پہونچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پروا نہ ہی	کدک کو چکھکے سوئیوں کا فرا بھول گئے
بھولے ماں باک کا غیار کے چروں میں ہاں	سایہ کھند پڑا نورِ خدا بھول گئے
موم کی پتلیوں پر ایسی طبیعت لکھلی	چمن بہند کی پریوں کی ادا بھول گئے
کیسے کیسے دلِ نازک کو دکھایا تم نے	خبر فیصلہ روزِ جزا بھول گئے
بخل ہے اہل وطن سے جو وفا میں تم کو	کیا بزرگوں کی وہ سچے دو حلا بھول گئے
نقلِ مغرب کی ترنگائی تھھارے دل میں	اور یہ نکتہ کہ مری اصل ہے کیا بھول گئے
کیا تعجب ہے جو لڑکوں نے بھلایا گھر کو	
جبکہ بوڑھے روشِ دین خدا بھول گئے	

عہدہ یہ اسلوب نہیں ہے	ہاں یہ طریقہ خوب نہیں ہے
اس سے نگہ رنج ہے قومی حالت	حالی رہتی ہے شرم کی حصلت
کہتے ہو ہوگی جو یہ جمعیت	سو کا سیل بڑھے گی العت
تیرپو گئے تھنا حال کے اندر	چال گھسنے گا کھال کے اندر
کیا مو امیں ہی سال کے اندر	حور کرو اس حال کے اندر
کام سمت ہیں نوکل و دانی	اُس کی مکر تو کی نہیں حاجی
مفت میں بچوں کو کر کے راجی	قوم کی گاتے ہیں بھائی و حاجی
کیہ ہم کو ہے نہ حسد ہے	دل میں صد ہے نہ کوئی کد ہے
لیکن یہ ارشادِ جرد ہے	بھائی ہر تے کی اک حد ہے
آراوی کی لہی کے راہی	آپ چلاتے ہیں ڈڈا ماڈی
گھاتے قومی کستی کا ڈاڈی	مکتب گرم ہے سرد ہے ہاڈی
نرم عزائیں کیوں نہ ہو شریکت	جس سے ہو دل میں پیدا عرت
صوفیوں کی کیوں ٹھوڑیں صحت	قلب کو جس سے پہونچے فرحت
یہ بے معنی محبس کیسی	یہ ناحق کی یکس گھس کیسی
یہ بے حکم کی آفس کیسی	سات پہ سٹرم پوٹس کیسی
ہو گیا محفل میں کون اصناف	عوشہ پھیلی نہ دیکھا نامہ
دیکھ لپا یاروں کا قیام	پایا بس خوشترنگ لفظ
قوم سے اسکی گھاڑھی کھائی	آپ نے حقہ دے کے اڑائی
اور وہ یوں لے سو و گنوائی	ستاہ لدن تیسری دوائی
دوڑاؤ تدبیر کے ریشے	قوم میں پھیلیں من اور پیشے
صناعی کے چلاؤ تیتے	تاکہ کٹیں اعلاس کے میتے

دیکھو کے اک باہنا بٹہ بھسپکی	دُنیا آپ کی حب نب لپسکی
آپ نے سب کی دولت ہپ کی	بزم جالی خالی گپ کی
یہ وادی ہے طور سے خالی	یہ محفل ہے نور سے خالی
یہ جنت ہے عور سے حالی	پاس سے خالی دور سے خالی
دیکھتا ہے اک عمر سے بندا	بس یہی باتیں اور یہی پھندا
ہوتا ہے کچھ کام نہ دھندا	لاؤ چندا لاؤ چندا
سید کا جو حمد مشن تھا	اُس سکے کا ٹھیک چلن تھا
حسب ضرورت طرڑ سخن تھا	وقت وہ اور تھا اور یہی سن تھا
بگڑا دیکھا بیٹا بھتیجا	ایک کا چہلم ایک کا تیجا
دل کہتا ہے بات کو چیا	ساکت ہو دکھلا کے تیجا
بھائیوں پر منہ آئے جانا	گائے گیت کو گائے جانا
اگلا قصہ سنا لے جانا	اُترا ڈھول بجائے جانا
بیٹھ روتے ہیں جنکے ہیں لڑکے	دوڑتے ہیں بنگلوں پر لڑکے
دل میں یہی رہتے ہیں دھڑکے	مار نہ بیٹھے کوئی بگڑکے
کیوں رنگ حق پوش میں آؤ	غیرت پکڑو جوش میں آؤ
مذہب کے آغوش میں آؤ	غافل بند و ہوش میں آؤ
اک انگریز نے بات یہ کہدی	جس نے ترقی وہ دی یہ دی
اُس بازی کی ہمیں نے شہ دی	کیسے سید کیسے قہدی
گر سیوں میں بچوں کو تھکانا	شہروں شہروں بھیک منگانا
اور اُس پر یہ بات بنانا	مفلس لڑکوں کا ہوگا ٹھکانا
آپ کہیں معیوب نہیں ہے	ہم کو تو مرغوب نہیں ہے

زباں پر سب کی جاری ہے یہ شعر حضرت اکبر
کہ جنکی نظم پر نظم رسم ثریا کو بھی حیرت ہے

عطا کر قسمت تصنیف سعدی یار بس گل کو

پھلے پھولے زمانے میں گلستاں بوستاں ہو کر

گو دل بیتاب اسیر وطن پر شاد ہے
شاق لیکن فرقت مثنیٰ چکن پر شاد ہے

۱۹۰۶ء

خوش پھر رہی ہے خلق خدا صبح عید ہے
بے جن تاج پوشی قیصر بھی آج ہی
بازار دھڑ ہے متاع سرور سے
کشتہ ہے کوئی طرز مس خوشحرام کا
صوفی کے انجن میں بھی شاہی کا ہے سماں
مست اپنے رنگ میں ہیں نئی روشنی کے دوست
ڈالی کسی نے بھی ہے حکام کے حضور
جکے سب سے دل میں ہے کچھ مائے نشاط
بھکو خموش دیکھ کے پوچھا یہ چرخ نے
میں نے کہا کہ حالت عشاق ہے کچھ اور
پیش نظر ہمارے ہے شام شب فراق

لنہن کو چھوڑ لڑکے اب ہند کی خبر لے
راہ اپنی اب بدل دے بس پاس کے چلے
انگلش کی کر کے کاپی دُنیا کی راہ ناپی
نیچر پکارتا ہے ہے اصل مسئلہ تیری
واپس نہیں جو آتا کیا منتظر ہے اس کا

ہر سمت زریب و زینت دُنیا کی دید ہے
یہ اتفاق باعثِ لطفِ مزید ہے
بامنفوت فروخت سہو و کش خرید ہے
کوئی نگاہ نازِ بستاں کا شہید ہے
لطف نواے مطرب و نذرِ حرید ہے
اظہارِ جوش طبع بہ طرزِ جدید ہے
بیتاب دل میں شوقِ صدورِ سید ہے
اُس سے شرابِ طولِ اہل کی کشید ہے
تو بھی اس آب و رنگ سے کچھ مستفید ہے
پروانہ ہو وفا کی یہ اُن سے بعید ہے
اس کی جو ہو سحر تو ہمارے بھی عید ہے

بنتی رنگی باتیں آباد گھر تو کر لے
اپنے وطن کا رخ کر اور رخصت سفر لے
دینی طریق میں بھی اپنے قدم کو دھر لے
کستی ہے ہسٹری بھی بس جا اور اپنا گھر لے
ماں خستہ حال ہو لے بیچارہ باپ مر لے

مولوی محمد کریم صاحب تحصیلدار سجاد علی آباد دہلی دسمبر ۱۳۷۷ھ

<p>عودہ بھپلی شمس و حسام علی مسون کریم کیوں دہوں لاکر</p>	<p>شخصہ پایا مراد حاتم علی وہ دام میں لائے ٹھکڑے دلم علی</p>
<p>اک دوست ہمارے ہیں تپ انگو شدید آئی لاہور کے جلسے میں شرکت کو ہیں اب طاقے میں کتاہوں جاتے ہوں لاہور بلا قوت بھ میری غلط سندش وہ اُن کی غلط صہی</p>	<p>حیلا کئے سیاری موت میں تھا پانی حالا کہ ابھی موت پاؤں میں نہیں پاتے وہ اسکو سمجھتے ہیں لاعول ولا قوتہ کو میں حد سے بڑھا شاعر و حد سے ساو بھی</p>
<p>اتنا میں مجھ کو قسملہ قبلی مخلیف اٹھاؤ آج کی رات حاضر کے سودا دل لیا</p>	<p>بس صاف یہ سے کہ بھائی قبلی کھانا یہیں کھاؤ آج کی رات بھھو اسکو یلا و قسملہ</p>
<p>قبلی کا قدم علم کی منزل یہ جا ہے چکی ہوئی ہے روم سلف اُسکیاں سے</p>	<p>رقم پر آکر کے قلم اُسکا تھا ہے روح میں یہ معنی کہ وہ تنہا طلبا ہے</p>
<p>یہ کیا سبب ہے حمد و ثناء بھر آتا ہے یہ خون ہو گئی کیوں میرے دل کی رنگی آداس ہو گئی کیوں روح خانہ تن سے</p>	<p>یہ کیا ہوا حو مجھے شہرہ کائے کھانا ہے یہ داغ دیے لگی کیوں چمن کی گل چینی اُچھاٹ ہو گئیں کیوں بلیں یہ گلش سے</p>
<p>حمد و ثناء کہ حاصل آپ کو ہر ایک نعمت ہے علوم مغربی میں سبب اول آپ کا آیا گورنمنٹ آپ کی راج ہے اس قابلیت پر پے تکمیل دانش قصد ہے اب ملک عرب کا مبارک آپ کے احباب کو یہ علم رحمت بخندہ کامیابی آپ واپس آئیں لندن سے</p>	<p>ذہانت ہے سعادت سے ترات ہے لیاقت ہے خیر و بدہست جو ہیں سب کو اس سے اک سر ہے اکار قوم کے خوش ہیں ہر اک کو نور خیرت ہے مبارک ہو کہ لندن کا سفر ہے زلمت رحمت حقیقت میں مبارک وقت بڑا اور عمدہ ساعت ہے یہی سب کی دعا اس دم۔ حمد و ثناء طبع ہے</p>

محبت آپکی ہے میرے دل میں مستحکم درد امر آپکی جانب سے میں سمجھا تھا	میں صاف لکھتا ہوں کروڑوں کو کچھ بھی نہیں یہ چاہے کہنے کہ تیرے کوشہور کچھ بھی نہیں
بہنیشن کے تصنع سے مجھے ساز نہیں گواہ آزادوں لیکن مری صحت ہے خراب	ہوں جو بے تغفل تو اکیر یہ کوئی راز نہیں پر کھلے میں لکرا ب طاقت پر واز نہیں
ڈیپوٹیشن کی سرسبزی جو دیکھی اُسے تلے میں کہا مہدی نے بھائی تلگو کیوں اس درجہ حیرت ہے تعب کیا ہے ہم اُس بت کے پہلو میں جو لیٹے ہیں برہمن نے کہا بس آپ کی باتیں ہی باتیں ہیں کہا مہدی نے ہکا تو فرے سے اپنے طلب ہے برہمن نے کہا ایسا نرا اعضا کا مضبوط ہے	برہمن نہ کہنا یہ شاخ بید اور ایسے گلے میں تمہارے واسطے یہ کیا محل رشک و غیرت ہے حرم کے محرم کیا دیر کے خادم سے بیٹے ہیں اجی یہ وصل کی راتیں نہیں ہیں انکی گھاتیں ہیں محبت ہو وہ ہوا نکو امید اسکی یہاں کب ہے کہا مہدی نے ہاں سبات سے بندہ بھی واقف ہے

وفات سید مرحوم

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا تھا نہ بھو لوفرق جو بے کہنے والے کرنیوالے ہیں	کہے جو چاہے کوئی میں تو یہ کہتا ہوں اے اکیر جدا بننے بہت سی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں
--	---

۱۹۰۶ء

دیکھی جو شائش چکا گو اتنے میں اجل پکاری سر پر	دل نے کہا دین سے کہ بھاگو بس ہو چکا خواب زلیست جاگو
شروع سنہ میں میں گنگا واں تم اپنی ماں کو یہ لکھ چکے ہو مجھی کو سمجھو تم اپنا قبلہ سرا دہ کو یہیں کرو شہم	تو دیر پھر کیوں لگا رہے ہو یہ کیا تامل ہی کیوں کر کہے ہو وہاں کے چروں میں لطف کیا ہے جسے اٹھانیکو تم جھکے ہو
علم باری میں یہ تپ موت کی تمہید نہ تھی	ورنہ ظاہر میں تو کچھ زلیست کی امید نہ تھی

(۱۹۰۵ء میں مصنف کو باری سے تپ آئی تھی)

چندے وصول کرنے کو یوں پیشوا بہت
لیکن دقیق و سخت ہو جاتا ہے کوئی کام
حکام کے حضور میں کرتے ہیں التماس
تقریر نمٹ بل پہ چکی ملک بول اٹھا

سب کرتے ہیں مباحث قرآن و وید ترند
اسوقت میں حاب ہی جوتے ہیں دردمند
قانون سے ہو جاتا ہے کچھ شبہ گو رہ
ایں کاراز تواید و مرداں میں کسبید

سید عالم آغاز تشریف آوری میں کما گیا تھا

علائقہ حق چہ حرفیاں زراہ میگرددند
مکرم است بہرند و ستاں شہ کا بل

زمین حکمت اور راہ میگرددند
تاں اگر چہ پیب الہ میگرددند

موت چلوی میری مشتہ اتواں کو سوچو کر
یہ بھنا چاہے حاق نے جو صحت یہ دی

جو کٹ اٹھا اگر چہ صاب گراں سے اوجھ کر
بہر استخوان اپنے فضل سے مہلت یہ دی

یہ علالت سید عالم

حضرت کی ولادت سے ہم راہ کر لیش
کیا کیا صفتیں تھیں تج میں اکبر
طلعت خورشید مرستادی نہ لاطن و ہر
مسکے شوقی دعوت و اپہج درون اتم
حادم خاص اپنے آمدن و زعفریل
چوں حسیدم مسج کردی عہد و فسی سیدین

رکتے تھے عزیز انکو رنگ نہ و خوش
حافظہ حاجی طیب عالم بدوش
خوش و داد دل سرور و لطفہا اتم
مخلع حریب دادم تمھارا فرو ختم
نصف تسم و استعارت یہ مرد و ختم
شمع رخا شوش کردم عود سلا ختم

سید طلال الدین طرانی ایضاً طرانی

تھا با عث الم من جاگرے قوم کو
آحسرا و دہ نے کالج طوطی سا کیا
لال کا تو محل اپنے حضور کچھ بھی نہیں
راہ لطف کرم لائے یہاں تشریف

مدت سے سن سے جھے علیگڑھ میں لے قوم
شکر خدا کہ ہو گئی پیدا دوا سے قوم
ہر آگواہ ہے میرا قصور کچھ بھی نہیں
اللہ ادا علیگڑھ سے دور کچھ بھی نہیں

سوانح خاص

۱۹۰۷ء حسب فرایش پنج

زفرہ اوج فلک پر ہے یہی سربر ڈکا زینت گیتی ہے ملک اعظم برطانیہ	سب سے پہلی مقوم روئے ارض پر سرور ڈکا سکہ بیٹھا ہے دلوں میں حضرت اڈورڈ کا
راجہ صاحب سے شیخ جی نے کہا مجھ کو چھوڑا امام باڑے میں جیب خالی پھر اکیا بندہ راجہ صاحب نے ہنس کے فرمایا بزم قومی میں میں شہ یک ہوا آپ پر بار صرف ڈاڑھی ہے جب حکومت کرے خود اسکا دفن مجھ کو یہ شوق علم و دانش سے نہ ہو سکیں وہ جو یہ توضیح مجھ پہ کرتا تھا امتہ اص حرمین دقہر امتہ اص سوختہ بہ	اب بھروسہ حقد پر نہ رہا پہونچے خود نیچری اکھاڑے میں لے گئے خیر اس قدر چسندہ کیوں مزاج آپ کا ہو گر مایا بزدل ہر طرح سے ٹھیک ہوا یاں ریاست کی فکر گاڑھی ہے کیوں نہ ہوں میں شریک کانفرنس کیوں میں رکتا پھر اپنی خواہش سے تو میں کروں گا دوسری تشریح دل میں آیا مرے یہ شعر طیف دہن او بہ حشہ دوختہ بہ
سن رہے تھے سماع مولانا واہ کیا خوش نصیب تھے حضرت	اُسی حالت میں انتقال ہوا عالم وجد میں وصال ہوا
ہزاروں صدشش از جہاں رفت	بیاد یک ہزار و نہ صد و ہفت
مدوح خاص و عام ہیں لالہ نالہ چند	در آنکے فیض کا کبھی رہتا نہیں ہے بند

برہمنوں سے دل حاتی ہیں ساتی کی لگا ہیں	وہ گھوڑے تیس پتائے وہ سے رہیں حاتی
--	------------------------------------

ہوتی ہے بہت سخت یہ سرل مگر کب	ہمت ہو تو پھر ناجتدہ طے رہیں حاتی
-------------------------------	-----------------------------------

— ۱۹۶ —

لیکن نہ بن پڑیں جو یہ باتیں حضور سے	مردوں کے ساتھ قبر میں آرام کیجئے
میں دیکھتا ہوں صلح و محبت ہے اٹھ گئی ؛	ہر دل سے ہر گروہ سے ہر خاندان سے
اسکا سبب نہیں ہے سوا اسکے اور کچھ	یعنی کہ اٹھ گیا ہے خدا درمیان سے
عجب سے کہنے لگے بابو صاحب	گورنمنٹ سید یہ کیوں مہرباں ہے
اُسے کیوں ہوئی اس قدر کامیابی	کہ ہر نرم میں بس یہی داستان ہے
کبھی لاٹ صاحب ہیں مہماں اُس کے	کبھی لاٹ صاحب کا وہ میہماں ہے
نہیں ہے ہمارے برابر وہ ہر گز	دیا ہم نے ہر صیغے کا امتحان ہے
وہ انگریزی سے کچھ بھی واقف نہیں ہے	یہاں جتنی انگلش ہر سب برزباں ہے
کہا ہنس کے اکبر نے اے بابو صاحب	سنو مجھ سے جو فراسمیں نہاں ہے
نہیں ہے تمہیں کچھ بھی سید سے نسبت	تم انگریزی داں ہو وہ انگریز داں ہے
طبع سمجھی کہ بلندی میں بڑھی جاتی ہے	زلف خوش ہے کہ یہ پھانسی پہ چڑھی جاتی ہے
وہ ہے نا فہم یہ عیار محل ہے نازک	اہل بنیش میں یہ اک نظم پڑھی جاتی ہے
دار و آں آفتِ جاں حسن و جمالِ عجیبے	چشم مستِ بھجے دارد و خالیِ عجیبے
او بتاراجِ دلم مائل و مین مائلِ اد	اد بہ فکرِ عجیبے من بہ خیالِ بھجے
شعاع کے ایک گم شدہ مضمون کے چند اشعار	
اک رنگ پہ پھریاں کوئی تھے رہ نہیں جاتی	وہ شوکت و شانِ جم و کے رہ نہیں جاتی
یو پ کے قرقی کا چمکتا ہے ستارا	تو قیر عربِ عظمتِ رے رہ نہیں جاتی
ولکش نظر آتا ہے بہت نوظِ نوسبہ	ترنیں رخِ بہمن و دے رہ نہیں جاتی
گڈ بانئ کاغل چتا ہے اطرافِ جہاں ہیں	تسلیم نہیں رہتی ہے جے رہ نہیں جاتی
عالم کو بھاتی ہیں پیافون کی صدائیں	بلبل کے ترانوں میں وہ لے رہ نہیں جاتی
آہنگِ لرب کے لئے چھڑتے ہیں نئے ساز	دسازیِ احیاب کو نئے رہ نہیں جاتی

یورپ میں میرے پرین ولسن کو دیکھے
 ہو جائے طریقہ معرب پہ مطمئن
 یہاں لے مروج کا گل بچکا جو ارفع
 رکھے نہ دل کو دیر و کلیسا سے محروم
 العاف کا عرفی کو بس بھول جائے
 رہے جہاں میں وسعت مشربتی کا
 رکھئے نہ رو و شہرت و حسن ساز پر نظر
 سامان جمع کیجئے کوٹھی سے سائے
 آرزوئوں سے گھر کو مدب بدلے
 باہاں ہم ماق سے ہم روم ہوئے
 چشم و لب جان بھی غافل نہ ہوئے
 نظارہ میاں سے تروتاہ رکھے لکھ
 مدد کا نام لیجئے عامل ہوئے
 طرز قدیم پر حلقہ آئیں مولوی
 ذخیرہ فقہ توڑنے لکھ حلاوت شرع
 ممنوع ہے نقد و اراج حاکم
 قومی ترقیوں کے مشاغل بھی ہیں وہ
 لڑکے نہوں تو بڑ نہیں سکتی چل پہل
 تحصیل چنہ کیجئے لڑکوں کو بچھو بکھر
 بعد و نفعی سے کاٹے کیوں بنی عمر کو
 جو یا بنے وہ کیسے بس یہ ضرور ہے

تحقیق ملک کا شعر و شام کیجئے
 خاطر سے محو خطہ اجماع کیجئے
 ماحق دہل کو تابع ادب کیجئے
 متروک قید حسامہ احرام کیجئے
 برکت و سرایت کا اکرام کیجئے
 مجھ کو مرید ہندوں کو رام کیجئے
 دولت کو صرف کیجئے و نام کیجئے
 ماحد غلو ص دعوت حکام کیجئے
 ترمین طاق و سق و در و رام کیجئے
 موقع ملے تو فتنے و عام کیجئے
 تکبیل حقوق پست و بادام کیجئے
 تفریح پارک میں سحر و شام کیجئے
 جو تفریق نہ ہو اُسے مدام کیجئے
 یلک میں آنکھ موڑو رام کیجئے
 معنوں لکھئے دعویٰ العام کیجئے
 یوں گھوم پیر کے تنقیہ عام کیجئے
 اس میں بھی ضرور کوئی کام کیجئے
 مگر بس پے وظیفہ و انعام کیجئے
 سارا علاقہ ہند کا اب عام کیجئے
 کیوں انتظار گردش آیا کیجئے
 ہر شخص میں دعویٰ اسلام کیجئے

دلوں میں اپنے غیرت کو گلہ دو جوش میں آؤ

کلام خوش کلاماں رنگ با معنی بدلتا ہے
مگر شوق عمل ہو واقعی تب کام چلتا ہے

معن معقول موزون ہو تو سب کا دل بہلتا ہے
زباں سے اخراج و ثنا ہر دم کھلتا ہے

توجہ گر نہ ہو دل سے تو پھر تاثیر کید نہ کر ہو
کلام دلکش اکبر ہو یا مہدی کا لکچر ہو

میں نہ مانوں گا کہ مورث آپ کے لنگور تھے
اس سے کیا ہوتا ہے داد اقصیٰ معذور تھے
پاس گو بیٹھے تھے لیکن آنکے دل سے دور تھے

ڈارون صاحب حقیقت سے نہایت دور تھے
اپنی حالت کے مطابق چاہئے طرزِ عمل
اس تقرب پر ہمیں کچھ فخر کا موقع نہیں

جوابت بگڑی بنے وہ کیونکر چل گئی جو وہ چل ہی ہے
دیکھئے خود اب تزداد اسکا طبیعت اب ہاتھ مل ہی ہے
سرو نہیں سودا سمار ہا ہر دلوں سے غیرت نکل ہی ہے
قلوب فیدطاں کے متعین بن با قرآن پہ چل ہی ہے
ہمیں نے سمجھا ہے ہمد اسکو اسی میں اُبل ہی ہے
ہم اپنی مستی میں گرے ہیں وہ ہوش میں ہر سنبھل ہی ہے
ہم اپنا نقشہ مٹا رہے ہیں وہ اپنے سانچے میں چل ہی ہے
بلائیں آئیں اور آ رہی ہیں کوئی گھڑی ہو کہ ٹل ہی ہے

ہوئے احماد رنگ ملت کو ہر روش پر بدل رہی ہے
ہمیں نے اس ہوا پھولا کیا ایسے چپ جو کوئی بولا
نہ عاقبت کا کسی کو ڈر ہے نہ عزت قوم پر نظر ہے
جو پیشا خود ہوں نہ مشرت کیا جسے رنگ و عطا نہ ہے
کہ چین باخبر میں ہر جا نہیں ہے چروں میں اسکا چرچا
جو قوم ہمسایہ ہے ہماری نہیں ہر اُسیر بلا یہ طاری
ہم اپنی صورت بگاڑتے ہیں بنا رہی جو وہ اپنے گھر کو
خدا کی ساعت ہیں ان کی صدیاں چھپی نہیں ہیں چار دیواریں

زبان اکبر میں کب یہ قدرت کہہ سکے راز سورجست
وہ شمع اسکو بیاں کر گئی جو گور سید پہ چل رہی ہے

بولے کہ نظم ذیل کو ارقام کیجئے
خالق کا شکر کیجئے آراجم کیجئے
تحصیل انکی بھی سحر و شام کیجئے

چاہا جو میں نے اُسے طریق علی غلط
پیدا ہوئے ہیں ہند میں اس عہد میں جو آپ
بے انتہا مفید ہیں یہ مغربی علوم

تم اپنی حقیرستی سے دلا لیتے تھے و سیا کو حدا کے سامنے ٹھک کر رکھنا دیتے تھے احد کا	
طبیعت پر نہ دیو ہنس کی یہ حیرت دہشتی تھی نظر میں مظهر نور حقیقت ساری ہستی تھی	یہ آپس کے بھاگنے تھے نہ یہ حقیرستی تھی دول میں مدد گمانی تھی نہ بہت میں یہ ہستی تھی
تمہاری وضع و کفش تھی تہریستان حالی تھی عشق اخلاقی تمہاری مظهر تہان حالی تھی	
سہوہ جس محل باقی۔ اب وہ جس طس باقی سہوہ دل میں ہے وہ عشق چہ پاراں و طس باقی	ہیں بچاے فہوس اب تہلا وہ چلے باقی سہوہ دوق بہر مسد کا نہ شوق علم و فہ باقی
حوطہ میں ہیں تو لپے ہنس کو راحت رسائی کی توقع کیا اسی پر سے حدا کی مہر مانی کی	
حسد پر باتوں میں ہرے مہری بے کینا ہے یہی قومی ترقی کا در اسوجہ تو رہا ہے	عصب پر حجاب سلامی سے عالی سب کا سیما ہے سہوہ نے ہی مہرے کیو اسطے ہر اک کا مینا ہے
کہاں سے اس مسلمانوں میں باہم سے میں اہل حوا باقی شاعروں میں ہر قوم و وہ اک مرص الفت	
تصور دل میں آتا ہے تو آنکھوں کو کبھر چکے حالت سینے میں ایسی ہو کہ وہ چپیں کرتی ہے	میں تم سے کیا کہوں ہو قتل پر کیا گدگدائی ہے طبیعت بات کرے کو بھی مشکل سے ٹھہرتی ہے
مراد و نیت اعداؤں اگر گویم زباں سوزد وگر دم در کسم ترسم کہ میرا سخاں سوزد	
آنکھ تو تہذیب سیکھو ستیں سیکھو ہر سیکھو حوا میں خشک و تر سیکھو علوم سکھو ہر سیکھو	وہ باتیں سننے تو میں سوری ہیں مامور سیکھو ٹرھاؤ تھربے اطراف و مایا میں سہر سیکھو
حدا کے واسطے لے دو جو انو ہوش میں آؤ	

<p>اسمیں نہ ہے قریب نہ کچھ مکر و زور ہے ہمدرد ہے معین ہے اہل شعور ہے صابر ہے باادب ہے عقیل و غیور ہے نیکوں کا دوست صحبت بد سے نفور ہے علم و ہنر کے شوق کا دل میں و غور ہے اور بچہ بھی ہے خوشی تو خوشی کا قصور ہے</p>	<p>برتاؤ اسکا صدق و محبت سے ہے بھرا افکار و الدین میں ہے دل سے وہ شریک راضی ہے اسیہ باپ کی جو کچھ مصلحت رکھتا ہے خاندان کی عزت کا وہ خیال کسب کمال کی ہے شب روز اسکو دھن لیکن جو ان صفات کا مطلق نہیں پیتا</p>
<p>نظم قومی حسب فرمایش نواب محسن الملک بہادر</p> <p>تمہارے کیا دراج رہ گئے اسیہ نظر کچھ ہے حریفوں کی تعلق باعث سوز جگر کچھ ہے</p>	<p>مسلمانو بتاؤ تو تمہیں اپنی خبر کچھ ہے اگر کچھ ہے تو سوچو دل میں بھی اسکا اثر کچھ ہے</p>
<p>تمہیں معلوم ہے کچھ رہ گئے ہو کیا سے کیا ہو کہ صراست کے ہو راہ ترقی سے جدا ہو کر</p>	<p>کوئی آگے نہ تھا تم سے ترقی کی تگ و دوں تمہیں نے فرق تباہ یا تھا سب کو گندم و جوں</p>
<p>کوئی دس میں چکھتا تھا تو تم مہمان تھے سوئس تمہیں سے سیکھ کر بنتی تھیں عالم مغربی قومیں</p>	<p>بشرت پایا تھا تم نے انبیاء حق و باطل سے مخالف بھی تمہاری قدردانی کرتے تھے، لے</p>
<p>تمہاری بات تھی احکام تھے کہنا تھا آئیں تمہیں تمہیں تم تھے زمانے میں تمہاری امتنانیں تمہیں</p>	<p>تمہاری بختیں تھیں اوج تھا رہتے تھیں شائیں تمہیں تمہارے ذکر میں سرگرم دنیا کی زبانیں تمہیں</p>
<p>غور و تامل کرنا پڑا تھا ایک عالم کو سر تسلیم خم کرنا پڑا تھا ایک عالم کو</p>	<p>تمہارا اتفاق باہمی دیوار آہن تھا تمہاری ہمتوں کا عرش اعظم نشیمن تھا</p>
<p>مخالف ایک کا جو تھا وہ گویا سب کا دشمن تھا تمہارے ہاتھ میں آفاق کا ہر علم ہر فن تھا</p>	<p>تمہارا اتفاق باہمی دیوار آہن تھا تمہاری ہمتوں کا عرش اعظم نشیمن تھا</p>

چوہر ہیں انھیں نہیں ولولے حوائی کے تمام مذہب و ملت میں سے کشش پیدا گروہ میں درمیں اور ٹیم ٹام لازم و قرض اکھارے لکنا ہے اکبر کے، کونفین کس	حواں ہیں تو لڑکپن کی آمد آمد ہے معاں و مستح و رہن کی آمد آمد ہے اسی سبب سے مہاجن کی آمد آمد ہے اگرچہ پسری فستس کی آمد آمد ہے
---	---

آند اقبال پری

اقبال پری آئی حوامار مد لکر	دُنیا کی ہوا ساتھ ہوئی ساز و دگر
-----------------------------	----------------------------------

غزل ربانی اقبال پری

ہوں نار سے معمور حکومت سے بھری ہوں ہر شعلہ مقابل مرے پھرے کے ہے بے نور بر و ہنگ سے دکھلاتی ہوں تہاں بایں حماں کو انگلیکٹہ ہوں سایہ نلگن حکم خدا سے	زریں مراد امن بے میں اقبال پری ہوں کتا ہے کہ ہوں بھی تو چہ ایغ سحری ہوں ہر رنگ میں میں مست مے سلوہ گری ہوں شاہنشاہ اڈہ روڈ کی صورت پہ مری ہوں
---	--

سار کا دیچ کی طرف سے

قوم انگلش کیہ در باد سارک ہو وے ہو مہارک شہ انگلیکٹ کو تحت دو سیم	لارڈ کرزن سایہ سردار سارک ہو وے مھکو یہ طبع گنہار مہارک ہو وے
--	--

نصیحت اساتقی

میں نے کو کونگ کہتے ہیں انھوں کا نور سے گھر میں اسی کے دم سے ہر ہمت روتی حش قسمتی کی اُسکو شانی کھتے ہیں اکبر بھی اس خیال سے کرتا ہے اتفاق البتہ بشرط یہ ہے کہ بیٹا ہے ہر ہمار سنتا ہے دل لگا کے ررگوں کی پند کو	ہے رمدگی کا لطف تو دل کا سرور ہے نازاں سے اُسپہ باپ تو ماں کو حور ہے کہتے ہیں یہ خدا کے کرم کا ظور ہے اسکا بھی ہے یہ قول کہ ایسا ضرور ہے ماثل ہے بیکوں یہ نرائی سے دور ہے وقت کلام لب پہ جاب و حضور ہے
---	---

ہے تجارت واقعی اک سلطنت	زور یورپ کو اسی کا آج ہے
لفظ تاجر خود ہے اسے الکبریتوت دیکھو تو تاجر کے سر پر تاج ہے	
تمہاری اصل حسد کا کلام واضح ہے ستویہ بات جو مجموعہ تصارخ ہے و نہ ہو جذبہ ملت کے ساتھ ہمدردی اُنھیں کے واسطے مے کا سرور زیبا ہے اُنھیں کو روئے زمیں پر غرور زیبا ہے اسی امید میں ساری تر قیاس سمجھیں	عجبت یہ ولولہ فتنہ قوم فاتح ہے وہی ہے باعث عزتِ عمل جو صلح ہے زمانہ صاف کئے گا کہ بے یہ نامردی اُنھیں کے دل میں طرب کا و فور زیبا ہے مرے لئے فقط امیدِ حور زیبا ہے جو آپ حور کے معنی کی خوبیاں سمجھیں
کرزن سمجھا	
سمجھائیں دوستو کرزن کی آمد آند ہے رئیس و راجہ و نواب منتظر ہیں یہ شوق وہ ہو کے آتے ہیں قائم مقام قیصر ہند ہیں اُنکے ساتھ میں اتنے اکا پر یورپ غرض یہ ہے کہ ہو تکمیلِ زینت و رونق کمر بندھی نظر آتی ہے آب و آتش کی دکھا رہے ہیں ہنرمند خوابِ مقناطیس اُمنڈ ٹری ہے ہر اک سمت سے فراوانی ورود فوج سے ہے ذرق برق کا عالم چمک رہے کرچونگی پر سو گمک بے توپوں کی چل پیل ہے انگلیں ہیں جوشِ مستی ہے	گلوں میں غیرت گلشن کی آمد آند ہے کہ نائبِ شہِ لندن کی آمد آند ہے ستاروں میں میرِ روشن کی آمد آند ہے کہ گو یا دہلی میں لندن کی آمد آند ہے ہر ایک علم کی ہر فن کی آمد آند ہے ادھر سے کل ادھر انجن کی آمد آند ہے دلوں میں حالتِ روشن کی آمد آند ہے ہر ایک جنس کے خرمین کی آمد آند ہے جدھر کو دیکھئے پلٹن کی آمد آند ہے پہچا چم اور دنا دن کی آمد آند ہے بہارِ عیش پر جوین کی آمد آند ہے

مکانِ کالج کے سب کچھ میرا بھی نہیں تجربے میں ہیں دلوں میں اُنکے بچے لڑایاں تو میں میں بے مگر گھر میں دیکھ کر کانٹے مطلب سکھائے تھے دین و دنیا	حسین ہے کہ گئے چلا کر کسی سر میں کیسے جانے ہوئے سلق اولیٰ طفلی شمع ایسا ہو بھلا دے مٹانے آکر کو وضع ملت نمود راجی کو گوڑا دے
---	--

یہی مس اکبر کی التماس ہے صاحب باری میں یہ دعا ہے
علوم و حکمت کا درس لکھو پڑھو میری سجدہ خاں

۱۸۹ء

ترجمہ قول یکے ار کار یورپ

“ Religion without power is but a Philosophy ”

یہ کیوں عید و عہدِ حور و حلا سے یہ اک قولِ حکیم با صفا ہے تو وہ کیا ہے فقط اک فلسفہ ہے پروانہ کل نہیں گئے کلیسا کے لپ کے	یہ فیج اکبر سے اس کیوں صاحب میں ہے اس میں جگر سے کی کوئی بات نہ ہو مدد میں جب زور حکومت نہیں ہیں آج ہم چستان کپ کے
اب پارک کا خیال جو چپے ہیں پپ کے خوگر بونے میں ایک پپ کے تپ کے	مگر بہت دو کوثر و حسنینم ہو سچی رکتے تھے جو ہر گ دم چھو مک چھو مک

تو خوشی بھیرا سکی کیا ہے کوئی سنٹ کوئی ج ہے وہ وضع قوم کی ہے نہ وہ شان ہے نہ ج ہے حوائے عی جیڈ دیکھا تو وہ کترار کھر ج ہے وہیں گئے ہیں بن میں انھیں ایڈ ہے گرج ہے یہ انھیں کہیں کیسہ وہ انھیں کہیں آج ہے بے پھر اسے باز و خندہ کہ ول بائیں کیا ج ہے	نہ نماز ہے نہ روزہ نہ ذکوہ ہے نہ ج ہے حویال ہیں سرائے تو مذاق ہیں انو کے کوئی انھیں ہے حوائسا کہ جردون کی ہے لیتا حو کر آئے سیر لندن میں اسیر کبر و قیش میں کوئی صاں سینہ سم انھیں بھی ہے کیسہ کہیں سیم کا ہے بھدا کوئی دخت نہ کا سدہ
جس ہی اُسکے لئے مسجد ہے	ہاں ہیں تو میں تجارت سے عروج

دونوں میں کیوں تمہارے ہی خامی
ابھی تک یاد حق ہر دل کی خامی
نہیں فطرت میں کچھ بد انتظامی
سنو یہ نمبر استادِ جامی

ہنوڑاں ابر رحمت در نشان است
خمن و خنجانہ بامہر و نشان است

پریش سلطنت کے ہیں عواطف
تو کیوں بچے نہیں تم اس سے وقف
کہ مذہب کی نہیں ہے وہ مخالفت
کہ کہتی ہے نگاہ چشمِ عارف

ہنوڑاں ابر رحمت در نشان است
خمن و خنجانہ بامہر و نشان است

رسول اللہ کو دنیا لے مانا
نہیں اسلام سے خالی زمانہ
زبانوں میں ہے اب تک وہ فسانہ
سنو اکبر کا یہ قومی ترانا

ہنوڑاں ابر رحمت در نشان است
خمن و خنجانہ بامہر و نشان است

خدا علی گڑھ کے مدرسے کو تمام امراض سے شفا دے
لطیف خوش وضع چست چالاک صاف پاکیزہ شاد و خرم
کمال محبت سے پڑھ رہے ہیں کمال غیرت سے بڑھ رہے ہیں
ہر اک ہر انہیں کا بیشک ایسا کہ آپ اسے چاہتے ہیں جیسا
فقیر مانگے تو صاف کہیں کہ تو ہو مضبوط جا کھ کھا
بتوں سے انکو نہیں نگا وٹ مسوکی لیتے نہیں وہ آہٹ
نظر بھی لائے جو زلفِ بیجاں تو سمجھیں کوئی پامی ہر
نکلتے ہیں کر کے غول بندی بنام تہذیبِ مرد مندی
انہیں اسی بات پر یقین ہے کہ بس یہی اصل کار دیں ہر

بھڑے بچے ہیں یسین زادی امیر زادے شریف زاوے
طبیعتوں میں ہر انہی جو دت لوہیں انکے ہیں نہیک راو
سوار مشرق کی راہ میں ہیں تو مغربی راہ میں سپاہیے
دکھائے محفل میں قدرِ عجا جو آپائیں تو نہ جھکا دے
قبول فرمائیں آپ دعوتِ نو اپنا سر پایہ کل کھلا دے
تمام قوت ہو صرف جو اندل نظر کے بھولے ہیں دیکھ سارے
الکر لالٹا انکو سمجھیں جو برقی وشن کوئی مسکرانے
یہ کہنے لیتے ہیں سب سے چنے ہیں جو تم دو تمہیں خاندے
اسی سے ہو گا قرونِ قومی اسی سے چمکے گی باپادے

نظم بدہی جسے مائش ایڈیٹر دکن دیوبند نے منسلق مضمون خیر و عیال

حدول کرتے ہیں حق کی پاسبانی د	خدا کا اُن پہ ہے طعت نہانی
سمجھتے ہیں جو قرآن کے معانی	شناہے میں نے یہ اُنکی رمانی د

ہونو آں امرِ رحمت درِ نشان است
 نظم و مخمناہ با مہر و نشان است

سروِ قلم حریرِ جاں ہے اسلام	سعید شاہی دستاویز ہے اسلام
جاں میں باسروِ سماں ہے اسلام	انہی تک حافظِ ایمان ہے اسلام

ہونو آں امرِ رحمت درِ نشان است
 نظم و مخمناہ با مہر و نشان است

ساجد میں وہی حضورِ اداں ہے	وہی اللہ کسبِ روزاں ہے
وہی خوش دل با سلا میاں ہے	وہی رت ہے وہی اُنک سلاں ہے

ہونو آں امرِ رحمت درِ نشان است
 نظم و مخمناہ با مہر و نشان است

دلوں میں ہے خدا کی یاد است تک	طبیعت ذکر سے ہے شاد است تک
ہمت ہیں صاحبِ سوارِ شاد است تک	ہمت ہیں بلخ دیں آلود است تک

ہونو آں امرِ رحمت درِ نشان است
 نظم و مخمناہ با مہر و نشان است

عیاں ہے پر تو روئے محمد	مشامِ جاں میں ہے بچے محمد
رواں ہیں قافلے سے محمد	وہی ہے رونق کوئے محمد

ہونو آں امرِ رحمت درِ نشان است
 نظم و مخمناہ با مہر و نشان است

<p>کلیں بنائی ہیں وہ وہ کہ دیکھ کر جن کو تمہارے پاس بھی کچھ ہے کہ جیسے تم کو ہے ناز</p>	<p>زبانِ خلق سے میا خستہ نکلتی ہے واہ کہا انہوں نے کہ ہاں لا الہ الا اللہ</p>
<p>نہ وہ پاک رہ گئے نہ سیر سید ذاتِ محمود سے تسلی تھی و بیولی عسرت کہ بوش میں آؤ مٹ گیا نقشِ حسد و محمود</p>	<p>دلِ احباب سے نکلتی ہے آہ لی اُنھوں نے بھی آج خلد کی راہ اے حریصانِ شان و شوکت و جاہ رہ گیا لا الہ الا اللہ</p>
<p>بنام ایڈیٹر رسالہ پیدیا</p>	
<p>علمِ اہلِ دلِ جِلِّ معاداری تو چہ حاجت بہ جمالِ سخنِ ماداری</p>	<p>برتر از نظمِ کن نظمِ شریاداری حسنِ پورعت دمِ عیسیٰ پیدیا داری</p>
<p>اُنچہ خوباں بہ دارند تو تنہا داری</p>	
<p>مسلمانوں پر اب تعلیمِ ترک نہیں سکتی وہ نزلہ ترک نہیں سکتا پچیش ترک نہیں سکتی</p>	<p>کسی سے مشرق و مغرب کی سازش نہیں سکتی بٹے بڑھوں کی لیکن یہ بھی خواہش نہیں سکتی</p>
<p>نفاقِ قوم بیگانہ نہوا اللہ اکبر سے یہ نقشِ جانِ فرائض نہ پائے دل کے دھڑ سے</p>	
<p>اہلِ یورپ کے ساتھ ہو مل میں خانساں نے کان میں یہ کہا پڑھئے کوئی دعائے اکلِ طعام تب ایشعارِ حضرتِ سعدی اے کریمجہ کہ از خزانہ غیب</p>	<p>چکھتی سید نے ایک دن کاری آپ تو علم سے نہیں عاری دین سے بھی رہے وفاداری ہوئے اُنکی زبان پر جاری گہر و ترسا وظیفہ خور داری</p>
<p>دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادِ شمنانِ نظمِ داری</p>	

ساحِ مطلب یہ ہے کہ ہم کیوں نہ پڑنگ اور کاری وغیرہ نمٹیں ہو مل میں کھائیں۔

ست خطا تھے مسائل دیں کہ بڑی بڑی باتیں	ایک کو مطلق منہ ہی جو وہ سر جھکا نہیں تھے ہیں
اگرچہ غفلتوں کی دلیوں میں چھپا چڑھسی کا جامدا کمر	مگر معافی میں ایسے روشن کہ نور کی طرح چھین ہیں
مڑے کا جش تھا کل اک شراب خانے میں	کسی نے خوب یہ گایا کسی ترانے میں
عدا کے فصل سے ہم نام کے مسلمان ہیں	وگر نہ چیں سے رہتے نہ اس ربابے میں
ہستی کے شجر میں جو یہ جا ہو کہ چمک جاؤ	کچھ نہ رہو مکہ کسی رنگ میں پک جاؤ
میں نے کہا قائل میں تصوف کا نہیں میں	کنے لگے اس بزم میں آؤ تو تھرک جاؤ
میں نے کہا کچھ خوف کلکتر کا نہیں ہے	کنے لگے آحائیں ابھی وہ تو دمک جاؤ
میں نے کہا در رش کی کوئی حد بھی ہے آو	کنے لگے اس کی ہی حد ہے کہ تھکاؤ
میں نے کہا افکار سے چھپا سہیں چھٹتا	کنے لگے تم جا بید میا نہ لپک جاؤ
میں نے کہا اکبر میں کوئی رنگ نہیں ہے	کنے لگے شعر اسکے حوس لو تو پیکر جاؤ
کر چکا ختم حب میں اسپر	مجھ یہ پڑے لگی ہر اک کی نگاہ
یہ بوجھا استاد نے کہ سمجھے بھی د	اں وقائے بے دل میں کی کچھ راہ
کمدیا میں لے اسکا کل مطلب	صاف ہے۔ لا الہ الا اللہ
ہا سٹریے کہا تو کو دوں ہے	حق پکارا کہ وہاں کس راہ
سما کہ چند مسلمان جمع تھے یک جا	خدا پرست خوش اخلاق اور بلند نگاہ
کہا کسی نے یہ اُن سے کہ یہ تو تلاؤ	تمہاری عورت و وقعت کا کس طرح ہو راہ
نظر کرو ظن اقتدار اہل فرنگ	کہ اُن کے قلعہ میں ہے ملک و مال و گنج و پلہ
آئیں کا سکتا ہے جاری ہاں سے لندن تک	آئیں کے ریریں گیں ہے ہر اک سمیع و سیاہ

تو بہ خوشن چہ کردی کہ ہما کنی نظیری
کیا شک ہے آفتاب کے شانِ جلال میں
لیکن نہیں وہ کچھ بھی موثر پس از غروب
ہر چند تم خیال کرو آفتاب کا
یو جو گے اُسکو تب بھی وہ پھیرا نہ جائے گا
انساں کا حال بھی مرے نزدیک ہے یہی
کتنا ہی کوئی صاحبِ اوج و کمال ہو
جب کر گیا جہاں سے وہ ملکِ عدم کو کوچ
تَقْوَمُ وَتَحْيٰی ذَاتِ سَبِّ اَللّٰہِ کی فقط
سُن لو کہ اتباعِ وادب اور چیز ہے

بجذا کہ واجب آمد تو آہستہ از کردن
روشن تر اس سے کونسی شے ہے خیال میں
لازم ہے غور کیجئے اس مسئلے پہ خوب
گوشتہ بھی اٹھ سکے گا نہ شب کی نقاب کا
اُسکو پکارنے سے اندھیرا نہ جائے گا
تحقیق کی نظر چکر و ٹھیک ہے یہی
کتنا ہی با اثر ہو کہ عالی خیال ہو
پھر اُس سے کچھ مدد کا تصور بے تیج و پوچ
زندہ ہمیشہ بات ہے اُمید کی فقط
مطلب کی لیکر اُسے طلب اور چیز ہے

آز روہ کوئی شیخ ہو یا برہمن خستہ
حقانیت یہی ہے یہی ٹھیک فلسفہ

کہ چکا کلاچ میں جب تکمیلِ فن
گو کہ شہرت ہے تھابری دور دور
عرض کی میں نے کہ اے رشید ضمیر
آپ نے سیکھا ہے اپنے پیار سے

تب یہ بولے مجھے مسٹر کلرین
مجھ ساتم رکھتے نہیں عقل و شعور
ہے یہی تو جسکو روٹا ہے بشیر
اور میں نے جو پڑھا وہ آپ سے

یہ طفلِ نادان غریقِ غفلت بنے ذلت میں تن ہے پیا
بہار ہی کے نہیں ہیں واقف خزاں کے غلموں کو کیا سمجھیں
سنا فلک ہوئے شک سے یہ شوق سے کرتے ہیں نظامے
یہ آخری صف میں آگئے والے بہشت سمجھ میں اپنے تھلا
رہے ہیں جو برگِ شمس کے نور انھیں ہو کیوں خارا کا منظر

بہت نہیں ہر نظر نہیں ہو بنا سے جاتے ہیں بن ہے میں
یہ واقع تو میرا نہیں کے دلیر ہو مجھ کو چمن ہے پیا
انھیں کچھ جس پر گردِ شوق کا جو زیرِ چرخ کھن ہے میں
محالِ حسرت ہیں اُنکے سینے جو زینتِ انجمن ہے میں
لگا رہے انھیں کی مہم جو سریتِ سرور و سرخ

<p>حل کے بولا کہ اے حمد دسترس شعلے سے غالب وصال ایجا</p>	<p>ش کے محمد ہے یہ معنی روش یا اندھیرے میں پائے سال پاچھا</p>
<p>کیا وجہ ہے قومی جو ترقی نہیں ہوتی یہ مسئلہ مشکل ہے وہی سمجھیں گے جن کو اک بات تم سے حکمران نے سنی تھی اچھی ترقی میں تو آمد صحی ہے یہ فرقہ</p>	<p>ہر چند کہ ہے ترقی کی حسد میں ہے ستودہ ناپو لیکل آب و ہوا میں کلمہ رات کو اک انجمن فکر خدا میں نگلت نہیں دل ان کا ترقی کی دعا میں</p>
<p>سائے ملت مگر رہی ہے لونیہ پر جاں مرے ہیں ادھر تو قوم صیغہ کھینکے اور وہیں کچھ رتوں میں کئی رگڑا تھا دولت رواں ہوئی غل کی موجیں صدائے الحاد اٹھ رہی ہو خدا کی ایسا دائرہ رہی ہے قصہ پر کم ہوتی کیاں ٹپے ہیں کچھ دانائے تیریں اگر چہ قید پہ بھی مبتلا ہے وہاں بھی پھیلی ہوئی ملائی مگروں کی سا ہے مین رُکاوے لحد کا آپریش یہاں بجائے نازک پر دریاں وہی مغز بشت ہے</p>	<p>مگر طلسمی تر ہے ایسا کہ خوش ہیں گویا ابیر ہے ہیں یہ اپنی قسمت کو رو رہی ہے وہ نام پر ایسے کیسے ہیں ہم اسکو سمجھے ہیں اسانی ہمارے ہیں مگر ہے نہیں دلوں سے فریاد اٹھ رہی ہو کہ دین سے ہم گم رہے ہیں اُسی پائل پر طع شاہ میں مال پیرا ہے یہ ہے نہیں خیال میٹر کا بڑھ چلا ہے خدا کا انگڑا کر رہے ہیں نہیں ہے گم فقط اسٹیشن خدا سے اسٹیشن خالی ہے نہیں یہاں ساحل آج رہی ہیں وہاں کلیسا سن رہے ہیں</p>
<p>ساب اکبر سے کوئی گدے کہ لوگ پیٹھے ہیں ہر طرح اس انجمن میں اور ایسی باتیں آپ کیا تھر کر رہے ہیں</p>	<p>ہم طرز حیلہ بستن ہمہ فن ساز کردن گہر امین دیر بودہ جسم نماز کردن مرا ذخیرہ بودہ ہمہ حیش و مار کردن کہ حرام بادو سے سو تو دراز کردن دخوش است شرح احوال میں انکر دن</p>
<p>جو اشارہ کرنا صحیح کہ سیا و شتوار من گہ امیر گہر بودہ ، یہود و عسکاری بھرا بی عسکریاں ہمہ اختیار حسن نظیرے فکندہ چشم نہ تھارتے نہ رویش ہمہ اولی تو دیدم ہمہ آخر تو دیدم</p>	<p>ہمہ طرز حیلہ بستن ہمہ فن ساز کردن گہر امین دیر بودہ جسم نماز کردن مرا ذخیرہ بودہ ہمہ حیش و مار کردن کہ حرام بادو سے سو تو دراز کردن دخوش است شرح احوال میں انکر دن</p>

<p>ماہانہ دو ہزار کیا اکہ ہزار سے اکبر کی یہ دعا ہے خدا کی جناب میں کیا وقت پر ہوئی ہے کہ بے احتیاج فکر</p>	<p>امید سے زیادہ عطا تھی یہ لاکلام تاحشر اس رئیس و ریاست کو ہوقیام تاریخ اپنی آپ ہے فیاضی قسط اسم</p>
<p>کہا کسی نے یہ سید سے آپ اے حضرت نہ آپ عالم برنج سے مانگتے ہیں مدد نظر تو کیجئے اس بات پر جو ہیں ہندو بہت وہ ہیں جو عناصر پرست ہیں دل سے کر سچین بھی فدائی ہیں نام مریم کے خود آپ ہی میں جو ہیں شیعہ بیان بائبل میں وہ لوگ جو ہیں ملقب بہ صوفیان کرام مرادیں مانگتے ہیں لوگ پاکِ رعوں سے پھر آپ میں یہ ہوا کیا سما گئی ہے کہ آپ جواب اُنھوں نے دیا ہم ہیں پیرو قرآن سند ہماری ہے ایک شیعہ ہیں لے دوست اُسی کا نام زباں پر ہے جی اور قیوم یہ بوسے شرک ہی ہے جنگ و اختلاف کی جڑ جواب حضرت سید کا خوب ہے اکبر لیکن اس نئی تہذیب کے بزرگ اکثر</p>	<p>نہ پیر کو نہ کسی پیشوا کو مانتے ہیں نہ فاسق کے طریق ادا کو مانتے ہیں یہ صد خلوص ہر اک دیوتا کو مانتے ہیں وہ آگ پوجتے ہیں یا ہوا کو مانتے ہیں بہ دل مسیح علیہ السلام کو مانتے ہیں وہ اہل بیت کو آلِ عبا کو مانتے ہیں فدا قبور پہ ہیں اولیا کو مانتے ہیں کسی بزرگ کو یا مقتدا کو مانتے ہیں نہ دستگیر نہ مشکل کشا کو مانتے ہیں ادب ہر اک کا ہے لیکن خدا کو مانتے ہیں اُسی یگانہ حاجت روا کو مانتے ہیں اُسی کی قدرت سے انتہا کو مانتے ہیں تو عقلمند کب ایسی بلا کو مانتے ہیں ہم آنکے قولِ درست و بجا کو مانتے ہیں خدا کو اور نہ طریق دعا کو مانتے ہیں</p>
<p>زبانی کہتے ہیں سب کچھ مگر حقیقت میں وہ صرف قوتِ فرماں روا کو مانتے ہیں</p>	<p>زبانی کہتے ہیں سب کچھ مگر حقیقت میں وہ صرف قوتِ فرماں روا کو مانتے ہیں</p>
<p>پوچھا پروانے سے کہ لے ناداں</p>	<p>آگ میں گر کے کیوں گنوا تا ہے جاں</p>

لپکتا ہوا دغا ماتا ہوا چکتا ہوا اور جھلکتا ہوا سواؤں سے موسیں لڑاتا ہوا ترپتا ہوا جس جگہ گاتا ہوا یونہیں العرس جو یہ پانی دیا	آمنڈتا ہوا شستا ہوا سنھلتا ہوا اور چھلکتا ہوا حانوں کی حوسیں بڑھاتا ہوا شعاعوں کا حوس دکھاتا ہوا سب دیکھ لیں ستارے کتہ داں
---	--

وہ سودے کا سیلان آبِ نو ڈور
یہ بھر جالات اکسب کا زور

برق و بھارات کا زور اے حکیم تار پہ جاتے نہیں اہل نظر	کس بے پئے روح رو ستقیم ریل سے کیشیتنا نہیں قلبِ سلیم
---	---

سب جاتے ہیں علم سے بے ڈھ کی روح بے علم دے بہر ہے جو دنیا میں کوئی قوم تعلیم اگر نہیں ہے رہا ہے کے حسدِ حال سید کے دل میں نقش ہوا اس خیال کا صدے اٹھائے رنج سے کالیاں نشیں دکھلا دیا رہا کہور و دل و دماغ میت جو تھی بھیر تو حرکت خدا نے دی سراپہ میں کمی تھی سہرا کوئی نہ تھا آخر اٹھا سفر کو وہ مروجستہ ہے قسمت کی رہی سے ملی منہل مراد حالت دکھائی اور ضرورت بیاں کی رحم آگیا حضور کو حالت یہ قوم کی	بے علم ہے اگر تو وہ اسان ہے ماستام یہ چرا کا اقتضا ہے رہے بن کے وہ غلام پھر کیا امید دولت و آرام و احترام ڈالی سائے در سے لے کر خدا کا نام لیکن نہ چھوڑا قوم کے خادم نے اپنا کام تلا دیا کہ کرتے ہیں یوں کہیو الے کام کالج ہوا دست بھد شان و اعتشام سید کا دل تھا دپے تنگی سیل استقام احباب چند ساتھ تھے ذی علم و حوس کلام فرماں رولے ملک دکن کو کیا سلام خونی سے التماس کیا قوم کا پیغام پھر کیا تھا۔ موح زون ہوا دیا بے فیض عام
---	--

بھٹکتا ہوا غل محپاتا ہوا
 وہ گاتا ہوا اور جباتا ہوا
 ادھر چھوٹا اور منگتا ہوا
 پھرتا ہوا جو ش کھاتا ہوا
 وہ اونچے سروں میں تھوچ کا راگ
 سدھرتا ہوا اور سنورتا ہوا
 ادھر گونجتا گنگتا ہوا
 لپٹتا ہوا اور چپٹتا ہوا
 سماتا ہوا اور لپٹتا ہوا
 یہ گھٹتا ہوا اور وہ بڑھتا ہوا
 یہ مٹتا ہوا اور وہ بچتا ہوا
 پھسلتا ہوا ڈگمگاتا ہوا
 وہ روئے زمین کو چھپتا ہوا
 گل و خار یکساں سمجھتا ہوا
 بہاتا ہوا اور بہتا ہوا
 لڑتا ہوا تلستا ہوا
 بلندی سے گرتا گراتا ہوا
 اچکتا ہوا اور اڑتا ہوا
 وہ کھیتوں میں راہیں کھرتا ہوا
 یہ تھالوں کے گودوں کو بھرتا ہوا
 یہ پھولوں کے گہرے بہاتا ہوا

وہ جل تھل کا عالم رچاتا ہوا
 یہ لہروں کو پیہم محپاتا ہوا
 ادھر گھومتا اور انگکتا ہوا
 بگڑ کر وہ کھٹ مٹ پھلاتا ہوا
 وہ خود جوش میں آ کے لانا یہ جھاگ
 تھمکتا ہوا رقص کرتا ہوا
 ادھر خود بخود بھنبھنتا ہوا
 یہ پھپھٹتا ہوا وہ سمٹتا ہوا
 سرکتا ہوا اور ملتتا ہوا
 اترتا ہوا اور چڑھتا ہوا
 دباتا ہوا اور بچتا ہوا
 چپکتا ہوا اڑ کر مھاتا ہوا
 وہ خاکی کو یہیں بناتا ہوا
 ہر اک سے برابر اُچھتا ہوا
 ہوا کے ٹماںچوں کو سہتا ہوا
 بلکتا ہوا بلبلا تا ہوا
 نشیبوں میں پھرتا پھرتا ہوا
 اٹکتا ہوا اور مڑتا ہوا
 زمینوں کو شاداب کرتا ہوا
 وہ دھرتی پہ حسان دھرتا ہوا
 وہ چکر میں بچرے پھنستا ہوا

بفرمایتی دختر تہمید
 لکھی سے ہے نظم اک لاجواب
 حوشتا ہے پانی سمان نو ذور
 سبب جو گلشن مصادر ملے
 یہ جمعیت افعال کی حوس کی
 یہ اصرار کرتے ہیں بھائی حسن
 دکھاؤں روائی دریا سے فکر
 عجب ہے نہیں آنکھی اسیر نظر
 سوا اسکے ہیں اور بھی شکلیں
 مرے پاس سرمایہ کافی ہیں
 رہاں میں نہ وسعت ایسا ملتی
 اگر ترجمہ ہو تو مطلب ہو حصر
 موانع یہ ہیں بننے مہتابوں میں
 حوتھیں دقتیں کہہ چکا سر ملاؤ
 اچھلتا ہوا اور اُملتا ہوا
 یہ مٹا ہوا اور وہ مٹتا ہوا
 روائی میں اک تور کرتا ہوا
 پہاڑوں کے روزں میں کہہ سگم
 ادھر بچھو لتا اور بچھکتا ادھر
 پہاڑوں پہ سر کو بچھکتا ہوا
 وہ میلوسے ساحل دھاتا ہوا

کہ رکھتا تھا حکموہ دل سے غم
 دکھائی ہے شکلِ روائی آب
 اسی کا دکھایا ہر ستارے زور
 مقعے کئے انکے سب سلسلے
 کہ درسی بھی ہے ہار لچسپ بھی
 کہ میں بھی ہوں میں بحر میں حوطہ زل
 کہ گوہر شناسوں میں ہو جس کا ذکر
 کجا میں کجا سودی مامور
 میں سہل اس راہ کی سہل
 وہ مصدر نہیں وہ قوائی نہیں
 ادھر تو ہے کچھ اور ہی طسراق
 سحالی میں پیدا نہ ہو لاط و صط
 مگر خیر کچھ فکر کرتا ہوں میں
 غرض دیکھئے اب یہ پانی چلا
 اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا
 بچھکتا ہوا اور چھپتا ہوا
 زکاوٹ میں اک دور کرتا ہوا
 یہ بے گرد با ہر طسرنہ پناہ کام
 رخ اس سمت کرتا کھسکتا ادھر
 چٹانوں پہ دامن کھسکتا ہوا
 یہ سرہ یہ چادر بچھتا ہوا

لیڈیوں سے مل کے دیکھو اچکے انداز و طبع
 باد تہذیب یورپ کے چڑھاؤ خم کے خم
 جب محل اس پر کیا پروں کا سایہ ہو گیا
 سامنے تھیں لیڈیان زبرہ و شجاد و نظر
 اسکی چوں سحر آگیں اس کی باتیں دل رہا
 وہ فروغ آتش رخ جسکے آگے آفتاب
 جب یہ صورت تھی تو ممکن تھا کہ اک برقی بلا
 دونوں جانب تھارگوں میں جوش غول فتنہ زرا
 بار بار آتا ہے اکبر میرے دل میں یہ خیال

بال میں ناچو کلب میں جا کے کھیلو آفتے تاش
 ایشیا کے شیشہ تقدی کو کرد و پاش پاش
 جس سے تھا دل کی حرارت کو سرسبز تاش
 یاں جوانی کی امانگ اور امانگ عاشق کی تلاش
 چال اسکی فتنہ خیز اسکی نگاہیں برق پاش
 اس طرح جیسے کہ پیش شمع پرولنے کی لاش
 دستِ سیس کو بڑھاتی اور میں کتنا دور باش
 دل ہی تھا آخر نہیں تھی بروت کی یہ کوئی تاش
 حضرت سید سے جا کر عرض کرتا کوئی کاش

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ
 باز میگویی کہ دامن تو کن ہشیار باش

۲۷ اگست ۱۹۹۱ء بمقام کاپٹو

بٹھائی جائیگی پردے میں بیبیاں کب تک
 حرم سرا کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی
 میاں سے بی بی ہیں پردا ہے انکو فرض مگر
 طبیعتوں کا نموبے ہواے محشر ہیں
 عوام باندھ لیں دوہر کو تھرڈ وائر میں
 جو منہ دکھائی کی رسموں پہ ہے مصر بلبلیں

بے زہو کے تم اس ملک میں میاں کب تک
 تو کام دینگی یہ چلن کی تیلیاں کب تک
 میاں کا علم ہی اٹھا تو پھر میاں کب تک
 یہ خیر تیں یہ حسد رت یہ گرمیاں کب تک
 سکند و فرسٹ کی ہوں بند کھڑکیاں کب تک
 چھینگی حضرت خدائی بیٹیاں کب تک

جناب حضرت اکبر میں حامی پردہ
 مگر وہ کب تک اور انجی رابعیاں کب تک

جوانگریزی شاعر تھا اک بے مثال

وہ سودھی سنگھوے شیریں مقال

<p>ماحتس عہدو امیں ایسی لے قدری پر عزت کا تو کچھ بھی تجھ میں باقی نہیں وصف</p>	<p>اک نار سے ٹھکرا کے بولی وہ مس افسوس کہ رہ گیا ہے تحقیق کا جس</p>
<p>مدا حلقہ مسلمانوں کا کس پر یہ عاشق شاد و مقصود کے ہیں ستاؤں تکو اک فرضی طبع نہ کما محوں سے یہ میلی کی ماں سے تو نور اہیاء دوں میلی کو تجھ سے کما محوں نے یہ اچھی سائی کجا یہ فطرتی حوس طبعیت بڑی نی آپ کو کیا ہو گیا ہے یہ اچھی مستردانی آپ نے کی دل اپنا خون کرتے کوہوں موجود یہی ٹھہری جو شہر طو وصل میلی</p>	<p>مجھے تو انکی حوتحالی سے ہے پاس نہ جائینگے ولیکسی کے پاس کیا ہے میں نے حکو زبیر طراس کہ میں تو اگر کرے ام لے پاس ملا دقت میں سخاؤں تری ساس کجا عاشق کجا کالج کی نکو اس کجا ٹھو تسی ہوئی چیزوں کا اس سرن پر لادی جاتی ہے کہیں گھاس مجھے سمجھا ہے کوئی ہر چہن داس نہیں منظور مختبر کا آماس تو استعفا مرا یا حسرت و یاس</p>
<p>اگرچہ پھیل چٹ میں ہوے ہیں شریک مگر ہمیں تو ہے بالکل سکوت اس میں روز ملک خویش خسرواں دانستہ</p>	<p>خواب پڑت ہے جہ و بانو آشتو خوش سجھا گئے ہیں یہ مضمون سید دی پوش گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش</p>
<p>اک سین میں من سے کر لیا لہن میں عقد کوئی کتا ہے کہ بس اسے بگاڑی مسل تویم دل میں کچھ انصاف کرتا ہی نہیں کوئی نزرگ ہوتی تھی تاکید لہن جانے انگیر ہی بڑھو حکما لے ہو ملوں کا جب کے قفل رہ کرو</p>	<p>اس حلقہ پڑن نہ ہا ہوں طعنہ بے دھراش کوئی کتا ہے کہ یہ ہے وصال و بدعاش ہو کے اب مجبور و اس داز کو کرتا ہوں عاش قوم انگلش سے ملو سیکو وہی وضع و تراش سو پ و کلاہی کے سے لوجھو ڈاکر سستی دوش</p>

حاجت یہ کلامِ بزرگی و شجاعت نیست
در ویش صفت باش و کلامِ ستیاری

شعر ۹۹

بہار آئی کھلے گلِ زیبِ صحنِ بوستان ہو کر
بچھا فرشِ زمرہ اہتمامِ سبزہ ترنیں
عروجِ نشہ نشو و نما سے ڈالیاں جھو میں
بلا میں شاخِ گل کی لیں شیمِ صبح کا ہی نے
جوانانِ چین نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحنِ گلستاں میں
ہوئے شوق میں شاخیں جھکیں خالق کے سجدے کو
زبانِ برگ گل نے کی دعا رنگیں عبارت میں
عنادل نے مچائی دھوم سرگرمِ فغاں ہو کر
چلی مستانہ و ش بادِ صبا عنبرِ فشاں ہو کر
ترانے کاے مرغابِ چین نے شادیاں ہو کر
ہوئیں کلیاں شگفتہ رو رنگینِ تباں ہو کر
کسی نے یاسمن ہو کر کسی نے ارغواں ہو کر
صدائے غمِ لیلیٰ اٹھی بانگِ اواں ہو کر
ہوئی تیج میں مصروفِ ہستی زباں ہو کر
خدا سرسبز رکھے اس چین کو مہرباں ہو کر

بچھا ہیں کالوں پر پٹہ ہی جاتی ہیں نانے میں
کسیں چھپتا ہے اکبر پھول توں میں ہاں ہو کر

قطبہ

میں نے کہا بہت سی زبانیں ہوں جانتا
جرمن فریچ۔ لیٹن و انگلش پہ ہے عبور
اک شوقِ طبعِ مس نے دکھائی زباں مجھے
ملوئی رہو گے نیست کی لذت سے بنجیر
کہ وقت تک امتحاں دئے امتحان پر
ثابت مرا کمال ہے سارے جہان پر
بحسبِ تھی ابر میں کہ قمر آسمان پر
قدرت نہ پائی تم نے اگر اس زبان پر
کہ فقا شعریں تو آج ہے بہت ممتاز
زمانہ با توں سازد تو باز مانہ ساز
تو سن یہ شعرِ شاد آورد نگاہِ نواز
زمانہ با توں سازد تو باز مانہ ساز
ہوئی جو مجھ سے یہ فرمایشِ بہت طراز
نگاہ دے اس پہ کوئی مصرعہِ حسین و نفیس
کہا یہ میں نے کہ ہے قیدِ حسن و خوبی کی
پہن لے سایہ مری جاں اتار کر پیشواز

پیر مرد لطیف و دالست مند
پہو کوپوگے میری عمر کو حس آں

ہر سکے کہنے لگا کہ اے فرزند
معت طحباے جی تمہیں یہ کمان

اس چٹائی پر عازیں پڑھیں حسب دستور
کاٹ ہی دے گا کسی طرح خاوند غفور
اسکی نسبت کہ میں کالج میں ہوں اتنی مشہور

میں نے اکبر سے کہا آئے حجرے میں مرے
چھوڑے آپ یہ ہنگامہ تسلیم جدید
بولنا منہ بھلا کے کہ بے سہل جسم میر

اکبر نے کہا یہ تو حیرانی کیے ہیں آثار
تسلی صدت کے رہے گریہی اطوار
ستر آؤ گے کرتے ہوئے اسلام کا اہلار

آنکھ کش ڈرس اللہ کا جو کلمہ روم میں دیکھا
سمی میں بھی ہو جائیگا آخر کو نصیر و
خالق کے عبادت سے عباد آئے لگے لگا

جنگلے میں ہاں ہو گے کہیں چھوڑ کے گھر مارا
وہ زلیست و آساں تھی ہو جائے گی شوار
ایک ایک کو دیکھے گا کہ اکراہ وہ انکار

یگانہ وشی ہوگی حسدیراں وطن سے
طرح سے مشامات کی انہیں گی آسگیں
آپس میں بھی تم لوگ موافق نہ رہو گے

انگریز بھی کھینچتے رہیں گے قوم بھی ہیرا
شک اس میں نہیں مرج کے قابل ہے یہ گھنار
اسکو تو تسلیم کرے گا یہ گنکار

آخر کو رہے نہ ادھر کے نہ ادھر کے
انور نے کہا صل علی واہ سنت خوب
لیکن جو یہ تقسیم ہے حسرت کے سخن میں

وہ کو شافرقہ ہے کہ سب حسین ہوں ہرار
اسکے بھی بجا ہونے کا محکو میں اقرار
فطرت میں وہ ہے یک وہ مد ہو گا رہار

ہر مذہب ملت میں ہیں اچھے بھی بُرے بھی
ملوس و مکاں کا جو کیا آئیے مذکور
ماطن سے ہے اخلاقی حمیدہ کا تعلق

وکتی نظر آتی نہیں دنیا کی یہ رفتار
ہے مشوق جسے کیوں کیا حاسے وہ فحار
یا ہیٹ واور کوٹ ہو یا حتہ سود شار

او صلاح زمانہ تو مدلتے ہی رہیں گے
سے حکومت ورت وہ صورت سے ہے مجبور
مقصود جو اہلی ہے وہ بدل کی ہستی

سن لیجئے سعدی کا یہ ارشاد گہر بار

تہہ مرے اس قول کے صحت میں اگر ہو

کوئی بتاتا ہے جو مہدی تو بگڑ جاتا ہے
گل کھلائے کوئی میدان میں تو اترا جائیں
مٹکے ہو کوئی کیونکر نگہ یہ ہیں نیک نہاد
دشمن صبر کی نظروں میں لگا وٹ پائی
عرض کی میں نے کہ اے لذتِ جاں راحتِ روح
شجرِ طور کا اس باغ میں پودا ہی نہیں
اب کہاں ذہن میں باقی ہیں براق و زرق
ہم میں باقی نہیں اب خالکہ جانبا زکار نگ
یاں نہ وہ نعرہ تکبیر نہ وہ جوشنِ سپاہ
جو ہر تیغ مجاہد ترے ابرو پہ نثار
اٹھ گئی صفحہِ خاطر سے وہ بحثِ بدو نیک
سوج کوثر کی کہاں اب بے مے باغ کے گرد
مجھ پہ کچھ وجہِ عتاب آپ کو ایجاں نہیں
جب کہا صاف یہ میں نے کہ جو ہو صاحبِ فہم

نہلم

آگ میں کودتے ہیں توپ سے لڑ جاتے ہیں
پائیں سامانِ اقامت تو قیامت ڈھائیں
ہے ہتوڑا نکی رگوں میں اثرِ حکمِ جہاد
کامیابی کی دل زار نے آہٹ پائی
اب زمانے پہ نہیں ہے اثرِ آدم و نوح
گیسوئے عور کا اس دور میں سودا ہی نہیں
نکلکی بدھ گئی ہے قوم کی انجن کی طرف
دل پہ غالب ہے فقط حافظِ شیراز کا رنگ
سب کے سب آپ ہی پر پڑھتے ہیں سبحانِ اقدس
نورایاں کا ترے آئینہ رو پہ بتار
دو دے ہو رہے ہیں کہتے ہیں اللہ کو ایک
میں تو تہذیب میں ہوں پیرِ مفاں کا شاگرد
نام ہی نام ہے ورنہ میں مسلمان نہیں
تو نکالو دل نازک سے یہ شہ پہ وہ ہم

میرے اسلام کو ایک قصہ ماضی سمجھو
ہنکے بولی کہ تو پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو

کروٹیں لینے لگے طمع وہ پہلو یہ ہے

خالد سے جان معافی میں وہ اردو یہ ہے

اک ضرورت سے جاتا تھا بازار
راہِ حیا پر چلتا تھا جھک کر
مت پہ پھیلتی کمان کی سو بھی
تو نے کتنے کو لی کمان یہ مول

ایک بوڑھا شیخِ خستہ وزار
ضعفِ پیری سے خم ہوئی تھی کمر
چند لڑکوں کو اُس پہ آئی ہنسی
کہ اک لڑکے نے پُرس سے کہ بول

(ادوہر تہج۔ سبحان اللہ سبحان اللہ)

گفتش تارکِ مذہب شوم و خوش ہاشم خلق را فائدہ نیست اریں جگ و حدال گفت خاموش کہ دیں است مارِ ملت عیب مذہب ہمہ گفتی بہر تن سیرِ مگو	منہ سے جد ہو س دارم و انعامے چند یک دعا بہت دریں محفل و دستا ہے چن ترک ایں راہ مکن ان پنے عود کا سے چند نفی حکمت مکن ار ہر دل عا بنے جد
--	--

سختہ

ترقِ کلیسا

رات اُس میں سے کلیسا میں ہوا میں دوچار رعب پہچاں میں وہ سج و سج کہ بلائیں بھی مرید آنکھیں وہ فتنہ دوراں کہ گھسٹا کر میں گرم تقریر سے سنتے کو متعدد پیکے دلکشی چال میں ایسی کہ ستارے رک مانیں آتشِ حسن سے تقویٰ کو حلائے والی پہلوئے حسِ میاں ہو جی تقریر میں عرق پس گیا لوٹ گیا۔ دل میں سکت ہی نہ رہی صبا کے عزم کا اُسوقت اثر کچھ نہ ہوا عزم کی میں نے کہ اے گلشنِ مطرت کی بہار تو اگر حمد و فایا نہ کے میری ہو جاے شوق کے حوش میں میں نے جو رمانجوں کوئی حیر مکن ہے مجھے آتشِ سلیمانوں سے لن ترائی کی ہے لیتے ہیں ہماری سر	ہاے وہ حسن وہ شوجی وہ رزاکت وہ اُحمار تقدیرِ عنا میں وہ عیمِ حم کہ قیامت بھی شہید مکال وہ صبح و دشتاں کہ ملکِ بیار کر میں دلکش آوار کہ مسکرتے جے بلبُل جھکے سرکشی باز میں ایسی کہ گورنر جھک جائیں بھجیاں مٹھنِ عیسیم سے گرا سنے والی ٹرکی و مصر و فلسطین کے حالات میں ہرق شر تھے تنکیں کے حسرت میں وہ گت ہی رہی یا جعیط کا کیا درد مگر کچھ نہ ہوا دولت و عزت و ایماں ترے قدموں پہ تیار ساری دنیا سے مرے قلب کو سیری ہو جاے ماز و انداز سے تیوری کو پڑھا کر بولی لو سے حزن آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے چلے سرحد پہ کیا کرتے ہیں غاری منکر
---	---

جب تک ہے رباعیِ غلامِ سر
 جب تک کہ قیظِ بیتِ ہستی
 جب تک ہے سدسِ جوانب
 جب تک کہ سپہِ روح کا طیفہ
 یہ پرچہ دلفریب و زریب
 تحریک سے مس کو زینائے
 ہر جائے میں لا جواب نکلتے
 ہو سوزِ دلِ میکانہ و غمیر
 جبتک کہ اثر ہے کاف و نون کا
 پروانہ اسے سپرِ رخ سمجھے
 خورشید کا نور میں طوط ہو
 اے حافظ و خالقِ اودھ پنج
 اپنی اپنی مراد پائیں
 ہر مشتریِ بلندِ فطرت
 محتاج ہو سیم کا نہ زر کا
 احباب جو اسکے ہیں معاون
 ظراف و مصنفِ طائف
 سرسبز ہوں گلشنِ جہاں میں
 رنگیں طبعی سے گئی کھلائیں
 پیدا ہوں وہ گو ہر رضا میں
 بیاختہ بول اٹھیں ستور

رنگینی نقشِ لوحِ حنا طر
 موزوں ہے برے خود پرستی
 برہانِ مشارق و مغارب
 انفاس کا ہر نفس طوعینہ
 ہو موشِ جانِ ناشکیبا
 ٹھہرے تو دل کو گھر بناے
 ہر رنگ میں انتخاب نکلتے
 بنجائے چراغِ کعبہ و دیر
 مقتول ہو ہر ایک اس فوں کا
 بلبل دیکھے تو باغ سمجھے
 ذروں کی کشش اسی طرف ہو
 خوش دل رہیں عاشقِ اودھ پنج
 دیکھیں جب دل کو ہشا دپائیں
 پائے دورِ تہ میں فطرت
 موردِ ہو بلندِ دی نظر کا
 عالی نشانِ تیک باطن
 طابع و مصنفِ کوائف
 خرم پھریں باغ و بوستاں میں
 چشمِ بد میں کوخوں رلائیں
 دریا کے مہول پر شور تجھیں
 اندر سے طبع و فکر کسب

لایک بے گو یہ نکتہ لے دل
 مرصی تھی حد لے جسم و جاں کی
 دل میں جو آئے بک نہ جاؤ
 دریاے خیال صحران ہے
 ہے شارع عام حق و باطل
 گھرے جو خیال مد بلا کہ
 باطل پہ۔ جاؤ حق کو سن لو
 خاموشی میں لے زبان خامہ
 ہر چہ یہ عالم سخن سے
 ہر گوشے میں وسعت ملک ہے
 ہر گام پائیں چین ہزاروں
 ہر رنگ گل سخن میں سورنگ
 ہر رنگ ایسی کہ عقل حیراں
 ہر سمت ہزار میکدے ہیں
 ہر خم میں شراب ارغوانی
 اک قطرہ سے طبع ہو ممتاز
 وہ راز کہ دل ہو مجھ مستی
 ہو طول جو۔ سلسلہ سخن کا
 یہ طولیایں سے فنا نہ کیا
 پس پس ابد و کلمے زبان کو
 ہو کر آمادہ جان و دل سے

لادم بے کھ لیں اس سے قاتل
 محدود ہیں شوخیال زباں کی
 ہشیار چلو بہک نہ جاؤ
 وقت یزدان و ابرمن ہے
 ناظر اسکی ہے منکر قاتل
 ہائے خرد سے من کر و رو
 کائناتوں کو ہٹا کے پھول چلو
 مشطور نظر ہے حستم نامہ
 یاں فیض ازل عنیا گل ہے
 ہر ذرہ میں مہر کی چمک ہے
 ایک اک میں گل سخن ہزاروں
 ہر رنگ میں لاکھ لاکھ نیرنگ
 حیرت ایسی کہ مورعہ قباں
 ہر ایک میں لاکھ غم ہر سہاں
 یسین ریختی معانی
 سینہ بن جائے محراب راز
 مائل ہو سوئے سخن پرستی
 ہر سہو زلف و پرستگن کا
 اس صوفی زباں سے قلندہ کیا
 کافی ہے اشارہ مکتہ و اں کو
 ہو مجھ و عازماں و دل سے

پابندی کا کب ہے یاں پہنچ
 جلوہ ہے وہی وہی تجلی و
 پابند جو یوسف سخن ہے
 ہر رنگ میں ہے بہارِ حسنی
 ہر نقطہ ہے نکتہ بصیرت
 ضرر کے جور سے بری ہے
 وہ مہرِ فلک سے منفعل ہے
 درِ یوزہ گرمی پہ اُسکی اوقات
 جسے آسیب کا تھا کھسکاؤ
 غالب تھا اگر میں اسم اسکا
 ہوتے نہ جورِ شک سے وہ چین
 سنئے اک اور بکشتہ خوب
 لاتا ہوں دلیلِ شاعرانہ
 منہ کے اندر ندباں چڑی ہے
 بتیل جواں سخت طینت
 ہیں مثل سفید دیو بیباک
 حد سے جو بڑھے زبانِ گفتار
 پہلو میں جو ان کے ہنشیں ہو
 کتنا ہی وہ ہو ملائم و تر
 لوبے کے چنے کہاں سے لائیں
 اس قید میں جب کہ یہ نیاں ہے

یوسف زنداں میں کبھی ہے یوسف
 شوکت ہے وہی وہی تسلی
 پھیلی ہوئی بوئے پیرین ہے
 ہر نقطہ ہے پردہ دارِ معنی و
 ہر حرف ہے کاشفِ حقیقت
 یہ شاخِ خزاں میں بھی ہری ہے
 یاں روشنی و ماغ و دل ہے
 یہاں قطبِ صفتِ ثباتِ نرہت
 اُن دیوؤں نے خوب سر کو بچکا
 ٹوٹا نہ کبھی طلسم اس کا
 حساد بھی صاوا کرتے باطن و
 آزاد ہی گفت گو ہے معیوب
 دیکھو قدرت کا کارِ حسانہ
 داستاں کے حصار میں پڑی ہے
 استاد ہیں مانکِ اذیت
 طامع جا برِ سرِ صفاک
 دوڑیں گے کاٹنے پہ خوشخوار
 وہ نوکِ خلال سے حزیں ہو
 وانا پست ہے ان میں اگر
 سختی کا انہیں مزا چکھا نہیں
 آزاد ہی گفت گو کہاں ہے

اُنھیں میں نگاہِ چشمِ حادہ
 مفتاحِ حسیۃ تصور و
 کسا اسے شمع کب روا ہے
 وہ چہرہ سامے نرم صورت
 ہر جید کہ سرمہ در گلو ہے
 رعنا و لطیف و تنوخ و بیباک
 مشاطہ شاہر معالی و
 پیمید گیوں میں حریفِ رن ہے
 آزاد سی کا مھر اے اگر ہے
 یعنی کہ وہ مطلق اہساں ہے
 وہاں طبع کو زور لا تحفت ہے
 دیکھ کر حلی پائے سدی
 تائرِ نظرِ حسود بد کیش
 کو تہ نظر ان پست فطرت
 واں ستاح شجرے سے عراہ
 کیونکر ہواد ماے اعجاز
 کی سیر دو عالم اک نفس میں
 حد یا قطرے میں سو حریف ہے
 ہے لوک ساں پشش پرواز
 تعلقوں کے محرم میں سمندر
 کیا کثرتِ حارے خطہ ہے

چلنے میں حریتِ تنہا برو
 نقاشِ مجسمہ تصور و
 اوصاف میں تمنع سے سوا ہے
 یہ پردہ برہنگِ حقیقت
 تاہم سرِ گرم گفتگو سے
 سرگرم و حریتِ حیث و چالاک
 بالی تائے خوش سیالی
 شاد کس کیسے سخن ہے
 یہاں مخزاس سے زیادہ تر ہے
 سقید ہر ایک سو رواں ہے
 وقت تو جو ہے وہ اسطرن ہے
 ماقاعدہ تشریح درد مندی
 ہر کام پر مثلِ دام درپیش
 سرگرم تشرارت و عداوت
 یاں دیدہ دام آسٹیا نہ
 کھولے ہیں قفس میں بال پرواز
 پھر دیکھئے تو اسی قفس میں
 چنے میں ساہو مدچن ہے
 رقعاں دم تیغ پر ہمدنار
 امواج میں ماہی قوی پر
 یاں دوشِ نسیم پر سفر ہے

دن رات یہی ہیں اب تو چرچے
 ہے خلقِ خدا قسّیل اس کی
 معقول مزاج ہے تو یہ ہے
 ہر چند کہ زحہ بیشتر ہے
 لیکن وہ قند میں گھلا ہے
 وہ شربتِ حفظِ عقل و لہماں
 بگڑے ہوئے ننگے ہنسی میں
 ہر کس کہ بدیدِ گفتِ خوب است
 رندوں کی زباں میں پند و سخا
 ہر چند کہ طہر زہینچ لند
 لیکن وہ نقشِ اولیں ہے
 ماشار اللہ یہ نقشِ ثانی
 وہ پیہرِ عمر و کمن سال
 وہ اک گلِ صبرِ بار دیدہ
 مولودِ سعیدِ مریم طبع و
 لطیفِ شامِ اودہ ہے اس سے
 اک نذر ہے مہرِ لکھنؤ کا
 وہ سردِ بزرگِ آتشِ گل و
 بحثِ مضمون میں وہ اگر پہنچ
 وال بازوئے قلاست بہنیا
 کیسا خامہ زبانِ معنی

پر چاتے ہیں دل کو اسکے پرچے
 حاسد کا حسد و لیل اس کی
 شرعاً جو مباح ہے تو یہ ہے
 گوشتِ طعنِ نیشتر ہے
 یہ آبِ حیات میں بجھا ہے
 یہ مردہ دلوں کو ہے رگِ جاں
 حکمت ہے تو ایسی دل لگی میں
 باللہ مقررِ القلوب است
 سبحان اللہ واہ واہ
 بے شبہ ہے دلپسند و پرفتن
 نسبت اس سے اُسے نہیں ہے
 بہتر ہے بصورت و معانی
 یہ خیر سے نونہاںِ اقبال
 یہ غنچہ تازہ نو و مسیدہ
 عیسیٰ دم و گوہرِ یکم طبع
 روشن نامِ اودہ ہے اس سے
 اختر ہے سپرِ لکھنؤ کا
 یہ گرمِ بسانِ آہِ ملبیل
 یہ حلِ نکاست میں ہے سر پہنچ
 یہاں خامہ نینہ چہمن زاد
 کیا ذکرِ زباں کہ حباں معنی

رہ گئی ہے فقط ادا نام پرستی تجھ میں
 درمقاصد میں ملدی۔ حیالاتِ مسیح
 سخت ماناقت ادیشیں ہیں ستیخ و ملا
 کما اکبر نے یہ الزام ہے سے تیرہ دست
 کرد تڑپیں و بھل سے تھکے سے اس کام
 طاقت حق کی ترے قاطع میں گز نہیں
 ہم اگر پچھلی سے مانتے ہیں عامی کی طرف
 تو بھی اس رنگ ہے محروم ہے ہم بھی محروم

بادۂ حمل کی میں آگئی مستی تجھ میں
 سحرِ عصیاں و نقشب میں توڑو ماہے صریح
 قوم مراد ہوئی جاتی ہے کھلم کھلا
 تو ہے مجھ سے بھی زیادہ مگر اس ام میں مست
 دل میں انکار ہے اور لب پہ ہے نامِ ہلام
 نفسِ سرور نہیں ہے دل پر درد نہیں
 ترا میلان ہے اتحاد و غلامی کی طرف
 صادق آتا ہے یہی قولِ شہیدِ مرحوم

لے صامائے سوداۂ توداری و دین

و سے آن رنگ چلیپاۂ توداری و دین

نامہ عام اودھ وچ شہنام

لے گوہرِ حسن طساعت
 سرمایۂ انبیا جا خاطر
 دیباچہ و مرقعِ فصاحت
 خلاقی معاینے طربِ خیمہ
 ہادی وادی و دانشِ آمور
 زینت وہ شاہدِ تکلم
 سرچشمہ قول و وعظ و گفتار
 اے محشر دو زبانِ اردو
 رنگینی میں غیرتِ گلستان
 کیا عجب ہے سخنِ اودھ وچ

و سے جو ہر معدنِ لطافت
 مشکینِ دل و متاوطِ خاطر
 عوالمِ معینۂ ملاحت
 کتابِ رموزِ محترمتِ آئینہ
 گوہرِ امتاں و گوہرِ اندر
 آئینہٴ خندہ و تبسم
 گنجینہٴ وعظ و پید و اسرار
 و سے افح وہ نشانِ آرلو
 شوخی میں حریتِ تالان
 محبوب ہے سخنِ اودھ وچ

یزداں کا خیال تو دلائلِ قیامت ہے وہ دیں
مرشد کہتے ہیں تو ہے ناداں اے دوست
میری چالیں بھی ہیں اُسی کی تہید
ساکت کر دے گی ان کو جب بے علمی

ہے کفرِ صریح اہر من ہو حجاب
بات اور ہے صاحبِ سخن ہو حجاب
سکھلاتے ہیں پہلے بے دہن ہو حجاب
آسان ہو گا اُدھر وطن ہو حجاب

سہ ماہ

سیر سے آج حضرت دعا نے یہ کہا
سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا
ہے تجھ سے ترکِ صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج
شیطان نے دکھا کے جمالِ عروسی
آنے دیا جواب کہ مذہب ہو یار و اج
افس ہے کہ آپ ہیں دنیا سے بیخبر
یورپ کا پیش آئے اگر آپ کو سفر
وہ آب و تاب و شوکتِ ایوانِ خسروی
آئے نظرِ علومِ جدیدہ کی روشنی
دعوتِ کسی امیر کے گھر میں ہو آپ کی
نوخیز و غریب گلِ اندامِ نازنین
کئے اگر تو ہنس کے کہے اک بہتِ حسین
اُسوقت قبلہ جھک کے کروں آپ کو سلام
پتلیوں و کوٹ و بنگلہ و بکٹ کی دھن دھن سے
ممبر پو یوں تو بیٹھکے گوشے میں اے جناب
کرمی بحث میں اتور رہے یہ اکبر سے کہا

چہ چاہے جا بجا ترے حالِ تباہ کا
دل میں ذرا اثر نہ رہا لا الہ الا
کچھ ڈر نہیں جناب رسالتِ پناہ کا
بندہ بنا دیا ہے تجھے حبیبِ جاہ کا
راحت میں جو مغل ہو وہ کاٹا ہے راہ کا
کیا جائے جو رنگ ہے شام و پگاہ کا
گزرے نظر سے حالِ رعایا و شاہ کا
وہ محکموں کی شان وہ جلوہ سپاہ کا
جس سے خجل ہو نورِ رخِ مسرور و ماہ کا
کم سن مسوں سے ذکرِ ہولفت کا چاہ کا
عارض پہ جن کے بار ہو دامنِ نگاہ کا
دل مولوی یہ بات نہیں ہے گناہ کا
پھر نام بھی حضورِ جلیلِ خانقاہ کا
سودا جناب کو بھی ہو رٹ کی کلاہ کا
سب جاتے ہیں و خطِ نواب و گناہ کا
کہ رہ احمد مرسل پہ تو قائم نہ رہا

سب کا حصہ قرأت حالت کے لائق ہے یہاں

یہ و مرتد کے کیا قوم میں بچپن پیدا
وہ تو پیدا نہ ہوا تھا سے لڑکوں کے مگر
یہی قومی قوم کے حب آگئے دن اے اکبر
دین کیا پر سے شیرازہ قومی ہے موط
آج ہوتا ہیں اسکا مزار انکو محسوس
بایقیں آئیگا اس باغ پادشاہ وقت
صورت رگوں تھاں دیدہ پھر نیگے اڑتے
باپ کے خون سے ہوگی جو حیات نائل
کا وہ کی طرح سے اڑھائیگے دینی اعمال
طہریت حل سے گھر پائیگے دل کے اظہار
کون کتاب ہے کہ نگشت کا سودے سے طبع
کوں کتاب ہے کہ کر زلیست بر
کون کتاب ہے کہ تو علم دہر عقل سکھ
بس یہ کتاب جس کو نکت کے حافی کو کمال
قوم تو ماکھ میر سننے ہیں ہم قوم کہاں
نہ ہی شائع قطع ہے تری قومی ہستی
کچھ گھر وادہ ہیں یتن کہ بالیں لڑکے
سلف رپک کا پھر بار سے گاؤں سبق
سرم تہذیب سے ہوا کیگے قطعاً خارج

میں ہی مطلب تو ہے اے مہرباں تقسوم کا

وہ یہ سمجھے تھے کہ ہوا ہنگاموں پیدا
ہو چلے دین کی دیوار میں بڑن پیدا
ادھے دروں میں سوئے عقل کے شمس پیدا
جس سے نکت کی ہر اک صورت اس پیدا
ہو رہے ہیں انھی کچھ لالہ و سونیل پیدا
کہ طہریت کی روشنی شست و سون پیدا
د سارا نیگی پھر ہو گا عکسشن پیدا
ہو گئے اطفال بھی محیرت و کودن پیدا
احکامات کے ہوا نیگے حرم پیدا
سینوں میں ہو دے کیگے دل پر دوش پیدا
کون کتاب ہے کہ کر العت و سن پیدا
کون کتاب ہے کہ وضع میں حرم پیدا
کون کتاب ہے کہ حریت لعل پیدا
راہ قومی کا تو فوجی دہر ہر پیدا
تار راتی نہیں تو کرتا ہے دامن پیدا
یہ جو فوجی تو نہیں کوئی انیسمن پیدا
عطر فی طور یہ خود ہوتی ہے یتن پیدا
پھر نہیں ہوئے کی بحث تو دس پیدا
حس ہی ماتی درجہ کیا کہ ہو حسیں پیدا

اسان کے لئے کر شمیم جو حسا

بیشک نیا روشنی سے بہتر ہے کہیں

دوسرا پھر کیا ٹھکانا ہے اگر مذہب گیا	ہم یہی کہتے ہیں صاحب سوچلو انجام کار
احباب نے تیرے مطاعن سے اٹکے دل کو مجروح کیا	اک عبرت ہیں کوئٹہ سے جو بیاہ کے لائے مفاہیل
اس لڑکے نے صحبت بد پاکریہ کار ابن نوح کیا	باپ اُنکے یہ بوجے کشتی مری۔ واللہ ڈبودی اسے غیب
مدوح تو بتا بھول گیا بس اپنے تئیں منکج کیا	تعلیم کو میں نے بھیجا تھا ترویج کی اس نے ٹھہرائی
یہ کون بُرائی میں نے کی جو قاتح کو مفتوح کیا	لڑکے نے جواب میں عرض کیا اے قبیلہ کہہ سنئے تو
طلب کو نذر چنڈانکھ خوں افتاد و رہا	سنان خود فروش آخر فرستاد ندائیں بلہا
الایا ایہا الساقی اور کسا و نا و ہا	نشاط طبع پر ہم شد شکست آن رنگ مٹھلہا
کہ عشق آساں نمود اول و لے افتاد و شکھلہا	
ادھر کالج کا بیڑا پار کرنے پر ہے دل مائل	ادھر بے علم دیں ہے نواہیاں قلب سے زائل
شب تاریک و بیم موج و گرد آبِ چنیں حائل	ادھر بے نوکریں دشتِ عکس میں ہے ہر سائل
نجا دانند حالِ ماسکسارانِ سا حلما	
نہیں کچھ گفتگو اس باب میں یہ نیک ہے باید	نہ قید شمع باقی ہے نہ آزادی کی ہے کچھ حد
بسے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید	بزرگوار کا بھی فتویٰ ہے کہ پڑھ قانونِ سرسید
کہ سالک جینے نہ دھڑا رہ و رسم نرہا	
مقیم دیر تھے و کچھپ تھی بزمِ ستِ کانر	کماں کی پیش بینی جب طبیعت ہی تھی حذر
ہمہ کارم ز خود کامی یہ بدنامی کشید آخر	نہ تھا کچھ پاسِ ایماں دل کی تھی نہ نظر خاطر
نہاں کے ماند آں راز سے کنو سازند مٹھلہا	
نہ کر آرام رہ راہ طلب میں تیز رو حافظ	جو ہونا چاہتا ہے بدرجہا ماہِ نوح حافظ
حنوری گر بھی خواہی از و غافل مشو حافظ	لگائے رہ اُسی سے رات و دن تو اپنی کو حافظ
منی مالتق من تہوی مع الدنیا و اہلہا	
اور از انجملہ مراد ہے یہ نامعلوم کا	آئینہ نظیرِ خدا ہے یہ سیوں مقوم کا

عص دو گوہ عدالت جانِ مثنوں را
بالائے صحت لیلے و فرقت لیلے

یہ تسبیح و تکبیر و حمد و ثناء
یہ پلٹن کے گورے ہر اقرار کو
اگر یہ کہو ہیں وہ بالکل وحوش
حبِ او و روڑہ ہضم ہوئے تھیل
کمی کی نہ اسٹیٹ میں چچ میں
وہ حنرل کمدستی تھی حشر میں
ہوئے جگ سے رارادیتہ ماک

بے فکر دل بند گانِ خدا
سجائے ہیں گر جا کے دربار کو
تو دیکھو کہ عائد ہیں حشرِ لیلوش
تو کی قوم ہے یا درست حلیل
دعا میں ہوئیں دھوم سے چرچ میں
ہیں گرجا میں راکع مع الزکھیں
گرے سجدہ میں پیش اللہ پاک

سربادست یانِ گردن قرار
برگاہ او بر زمین نیاز

ہمیشہ کتاب پکیر و انہیں مذہب گیا
نیشنل فیملنگ تو ہم میں کبھی تھی ہی ہیں
ہے عقیدوں کا اثر اعلیٰ انساں پر
پیٹ میں کھانا زماں پر کچھ مسائل ناتمام
مستقلب ہوتے ہیں پیغم خاں علموں کے کورس
اتحاد و معویٰ ان میں رہا ہے نام ہے
عداوتیں کیا حشر ہو گا یہ تو سوچو دوستو
اس سے نفرت ان کو! ابھی مستقل لڑائی
مجلس دنیا میں کس صف کے ہو گئے مستحق
نو کری کے باب میں وہ پاسی قائم نہیں

میں یہ کتاب ہوں کہ بھائی یہ گیا تو سب گیا
اشقا و دین فقط باقی رہا تھا اب گیا
اُس جگہ کیلچر ہو گی وہ اثر حب و گیا
قوم کے معنی گئے اور روح کا مطلب گیا
کورس بھی رخصت ہوا اسکار مار حب گیا
دیکھتے ہو اک گروہ اک راہ ہو کر کب گیا
ہوا تھا سرِ ملاک ملت و مشرب گیا
جہاں اسلام سے خیال، کسی و معرب گیا
دور ہو اولاد ڈسے ادھر تو یار گیا
ہوش میں آؤ وہ رنگ رور درگ تب گیا

نہ تھا یہ مطلب سارہ کہ اسمعیل کا فرہو
 جبل پنی ہسری ہم بھول جائینگے تو کیا ہوگا
 صلوٰۃ سبے وضو سے رو رہی ہے اظہر من مسجد
 مشینیں چل رہی ہیں اور کسی کی کچھ نہیں چلتی
 خود اپنی قوم کی تحقیر کرنا اس کے کیا معنی
 کہیں مغالی ناداں میں کہیں پران بطلاقت
 یہ اخلاقی یہ روحانی بنائیں ٹوٹتی کیوں ہیں
 یہ کس نکل کے نینگے جزو کھو کر اپنی ملت کو
 ہمارے حکام تو چچ میں سرگرم طاعت ہوں
 عمل مطلوب ہے بیشک مگر فوراً اپنا کیوں کھڑیں
 ہوا اول ہوا آخر یہ شہر روح پرور ہے
 بٹھایا کیوں نہیں جاتا یہ نفقہ جافقر اول پر
 بست فکر اسکی ہے دن رات گو قومی بزرگوں کو
 میں یہ پیچیدہ پیش پیش کرتے کو تھا آنا

حریفانہ نہو انداز مطلب تھا یہی سارا
 خدا را اک نظر اس سین کا کرتے تو تھا سارا
 ادھر قرآن بے رغبت سے دل نہ بہکا بیچارا
 ادھر بے پھلے گندے ادھر ہر برقش آرا
 یہ کس جادو نے بچوں کو کیا غدیں و خود آرا
 یہ غوطے کھاتے ہیں فقرے میں تا ہے وہ بیچارا
 یہ نفس مطمئنہ پر ہوا کیوں غالب اتارا
 لگراں اپنے بیلوں میں ملائے کوئی بچارا
 تو ہم بندے پھر کیوں دشت بیدنی میں آوارا
 زمانے کو بے گردش ہم نہیں ثابت سے ستارا
 پھر و آزاد ہو کر یہ ہے مالا بھلا شکر پارا
 گہر و خانی ترقی میں ہونا کا عرش کا تارا
 مگر کمزور یہ موجیں ادھر غفلت کا ہے دھارا
 کہ استن میں جناب حضرت حافظ نے لاکارا

حدیث از مطرب بے گو و راز و دھرتی
 کہ کس نکشود و نکشاید بجکرت میں معلا

قدیم وضع یہ قائم رہوں اگر کہیں
 جدید طرز اگر اختیار کرتا ہوں
 جو اعتدال کی کئے تو وہ ادھر نہ ادھر
 ادھر یہ مند ہے کہ لند بھی چھو نہیں سکتے
 ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک

تو صاف کہتے ہیں سید یہ رنگ ہے میلا
 خود اپنی قوم مچاتی ہے شور و واویلا
 زیادہ حد سے دے سب نے پاؤں میں پھیلا
 ادھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحی نے لا
 ادھر ہے وحی ولایت کی ڈاک کا تھیلا

ادھر تحریر اور سرسازش اور سرمدش
 سراج پر نظر کر مرد عاشق تن کی ہوتی ہے
 دور و زہ پالسی سے اس طرف سے توتوینایدی
 ذریعہ سے قسم مشورے و مدد سے ہے گیسو
 حواس ظاہری کے دام سے بچا ہوا شکل
 وہ ٹوٹے ہوئے ہے وہ پھلے بیٹے انکو وحش کیا
 حریقانِ طرب آگیں سے چھڑا سارِ عشرت کو
 بتوں کے عشق میں بڑی پیکے تھے عقل پر پتھر
 غریبوں و دہندگانوں کی کیا ہستی
 نہ حالی کی ستا ہاتوں کی پر واک کی زما سے
 رہبانِ حال سے فریاد تھی یہ اہل تمکین کی
 نقانہ ریں سحر من و لکست سارِ آفتِ ایماں
 ہو اسب کو تعجب کیوں ہو میں یہ حالتیں پیدا
 وہ پردے کے بٹے حامی تھے طاعت کے موچتے
 حبابِ آسا حو آسانی ٹوٹا گنبدِ مدہب
 ساسب کچھ گرد دیکھا حوالا تو کیا دیکھا
 ادھر تیرا ذوقِ قومی کو ہم ہیں توڑتے جاتے
 تھے جیسے خود انکھوں سے دیکھے نورِ روش میں
 کہیں تحقیرِ مذہب کی کوئی تعظیم کرتا ہے
 سہت ہے عقلت و ترکِ عمل دنیا میں یہ مانا
 مارِ خیرِ حواری ترکِ مذہب پر نہیں ہرگز

اے ہڑکا اے ڈانٹا اے گناہنا اے مارا
 وہ سمجھے میں نئی اک قوم کا سماؤں کا دارا
 ادھر بجے لگا مح و ظفر کا پھلہ تو تقار
 وہ گیسو جس سے پہلی بو سے مست حیر سارا
 کجا موہوم حوریں اور کجا پریوں کا نظارا
 نمایاں میں رہی طاقت نہ دل میں عبثا کا یارا
 بکایا سب سے مضروب ہو جس سے دار وادولہ
 رسوں کا لے نکلے چڑھ گیا ہر قلب پر یارا
 وہ حالت پیش آئی تھی کہ جس سے موم ہو حلا
 نہ اکبر کی طاقت سے نہ کے یارا نہ خود آرا
 کلمے نظمِ حیاں را حافظ و لے عرش را دارا
 چناں مردِ مدبر از دل کہ ترکاں خوں یعرا
 نہ تھا یہ مطلب سید کہ اس طرح پر چلے دہارا
 وہ خواہاں تھے کہ چکے اوج پر اسلام کا تارا
 تو کیا اقبال و عزت کا ادھر سے لگا دہارا
 وہی ایٹیں وہی پتھر وہی جو نا وہی گارا
 ادھر بازی حریفوں کی ہر باتہ اُکے سے پہارا
 ملک سے سرکشوں کو حاکم کا کامی پہنے مارا
 بھگا کر لبِ دل کو کب ہے چمکا سحت کا تارا
 حقیقہ اصل سے لیکس وہ ہم ماچا بے پیارا
 ہر اک لے دل سے انگشت کی ہر انگشت کا دم مارا

من بھر سونے کی لاگت سوکھی	اُقلیدس کی ناپنی جو کھی
شاہی فورٹ میں ہال ہوا ہے	جشنِ عظیم اس سال ہوا ہے
قصہ باضی حال ہوا ہے	روشن ہراک ہال ہوا ہے
ہال میں ناچیں سیڈی کرزن	بے مشور کو چہ و برزن
رشک سے دیکھ رہی تھی ہر زن	طارِ سہوش تھے سب کے پرزن
زریں تھی پوشاک جھکا جھکا	ہال میں چکنیں آکے یکا یک
چرخ پہ زہرہ آنکی تھی گاہک	محو تھا ان کا اوج سما تک
اسمیں کہاں یہ نوک پلک تھی	گور قاصد اوج فلک تھی
نہم عشرت صبح ملک تھی	اندر کی محفل کی جھلک تھی
کوئے مانے خواہ نہ مانے	کی بے یہ بندش ذہن رسانے
جس نے دیکھا ہو وہ جانے	سننے ہیں ہم تو یہ افسانے
کہ مشرق کو نظر آتا نہیں مغرب سے چھٹکارا	خدا جانے کہا کسے یہ کس دن عقل سلم سے
بڑا معلوم ہوتا ہے مسائل کا یہ پشتارا	گئی دنیا تو پھر ہم دیں کو اب کیوں نگاہیں
مراحم ہیں مگر یہ مولوی ان کا تہیں چاہا	مغرب میں مذہبی قیدیں مناسب ہیں شکست انکی
کہ بچہ کر را اکھ ہی ہو جائے مذہب کا یہ انگارا	وہ چھینے دیجئے انکو حکیمانہ طریقوں سے
کہ جرکٹ جاے مذہب کی یہ گھر ہندم سارا	چلے مقراض تدبیر ایسے پیچیدہ طریقوں سے
انہیں بھی پست کر دے مغربی حکمت کا تقارار	عمل جاتا رہے بالکل فقط الفاظ رہ جائیں
عجب کیا ہے کہ پھر بننے لگے اقبال کا دارا	ترقی پائیگی قوم آپ کی پھر دو گرہوں میں
لگا کتنے زہے نصرت اگر حاصل شود مارا	قیامت گر گئی تو محی ترقی گویں مسلم ہیں
بچشم مست او بخشم تسبیح و مصلیٰ را	اگر آں شاید مغرب بدست آرد دل مارا
جو طاقت آگئی تھی وہیں اس طاقت سے لکارا	مصلے کو غرض نہ کر کے اٹھا عابد مشرق

اچھے اچھوں کو مٹکا دیکھا	بھڑیں کھاتے چھٹکا دیکھا
منہ کو اگر حسیہ لٹکا دیکھا	دل در بار سے اٹکا دیکھا
ہاتھی دیکھے بھاری بھر کم	اٹکا چھٹا کم کم تھم تھم
رڑیں جھولیں نور کا عالم	ریلوں تک وہ چم چم چم چم
پڑتھا پہلے سجدہ ساح	روشنیاں تھیں ہر سولاح
کوئی میں تھا کسی کا سامع	سب کے سب تھے دید کے طامع
سُرخ سڑک پر کشتی دیکھی	سائیں بھی بھڑیں گشتی دیکھی
آتشازی چھشتی دیکھی	عطوف کی دولت لشتی دیکھی
چوکی اکہڑ لکھی دیکھی	حوب ہی چکھی لکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی	تسہ اور دودھ کی مکھی دیکھی
ایک کا حصہ من و سلوا	ایک کا حصہ تھوڑا حلوا
ایک کا حصہ بھیڑ اور ملوا	میرا حصہ دور کا حلوا
اوج رئیس راج کا دیکھا	پر تو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ رماہ آج کا دیکھا	رُخ کر رہا سراج کا دیکھا
پہوئے پھار کے سات سمندر	تخت میں اس کے بیسوں سرد
حکمت و دانش اُن کے اندر	اپنی جگہ ہر ایک سحر
اوج سمت ملاقی اُن کا	چرخِ بخت طساقی اُن کا
مصل اُن کی ساقی اُن کا	آنکھیں میری ماتی اُن کا
ہم تو اُنکے حیر طلب ہیں	ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہیں
ان کے راج کے عہدِ ڈھب ہیں	سماں عیشِ طرب ہیں
اگر بیشن کی شان اٹو لکھی	ہر شے عہد ہر شے چو لکھی

پیسر یعنی قطعات

جلوہ و ربار دھلی

سرمیں شوق کا سودا دیکھا	دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا
جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا	کیا بستلاؤں کیا کیا دیکھا
نظم ہے مجھ کو بادۂ صافی	شغل ہی ہے دل کو کافی
مانگتا ہوں یاروں سے معافی	خیراب دیکھے رطبتِ قوافی
جمناجی کے پاٹ کو دیکھا	اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا	حضرت ڈپوک کناٹ کو دیکھا
پلٹن اور رسالے دیکھے	گورے دیکھے کالے دیکھے
سگینیں اور بھالے دیکھے	بینڈ بجانے والے دیکھے
خیموں کا ایک جنگل دیکھا	اُس جنگل میں منگل دیکھا
برہما اور ورنگل دیکھا	عزت خواہوں کا نگل دیکھا
سڑکیں تھیں ہر لمپ سے جاری	پانی تھا ہر لمپ سے جاری
نور کی سوجیں لمپ سے جاری	تیزی تھی ہر لمپ سے جاری
کچھ چہروں پر مردی دیکھی	کچھ چہروں پر زردی دیکھی
اچھی خاصی سردی دیکھی	دل نے جو حالت کر دی دیکھی
ڈالی میں نارنگی دیکھی	محفل میں سارنگی دیکھی
پسنگی بارنگی دیکھی	دھسہ کی رنگارنگی دیکھی

غم بھی رہا وحشی تھی تحیہ بھی منکر بھی	جاتے ہیں اب تک آئے تھے ہم سلسلے
طاقت وہ سے ماحرہ سلطانی ہے	اُس جاہر تک جہاں زرافسانی ہے
تعلیم وہ جو بہ ہے جو سکھائے ہنر	ایھی وہ تربیت نور و عانی ہے
انساں جیا ہے حیات - اچھی چاہے	مادیوں سے محتر زہو - نیکی چاہے
شیطان سے وہ غلاستی ہے منسوب	حکما مطلب ہے - کردہ جو سی جا ہے
ماکیر گئے نفس کی دشمن سے	انساں کو خراب کرنیوالی شے ہے
شیطان کی ہے پرائوٹ سکریٹری	مسلم اور اسکو مسہ لگائے ہے ہے
یہ دربار سے حلقہ - حیاں کا	ادب ایسا سکھ بٹھائے ہو سے ہے
نہ سمجھو کہ حیاں میں حق تھا لے	یہ عالم خود آنکھیں جھکائے ہو سے ہے
ادبام کے ہاتھ سے - ایذا سے	مدوں کے ہیں خدا کے ہو کر بنے
ہے پیش نگاہ علوہ ارض و سما	سمان اللہ جو شہ دل سے کئے
پہنچے - چپلائے - کودے - اچھلے - ٹھلے	ہر پھر کے وہیں رہے حیاں تھے پہلے
حالت تو وہی ہے بلکہ اُس سے بدتر	یوں منہ سے جو سکے دل میں آئے کیلے
غلط فہمی بہت ہے عالم الفاظ میں اکبر	بڑی مایوسیوں کے ساتھ اکثر کام چلتا ہے
یہ روشن ہے کہ پرواہ ہے حکما عاشق صادق	مگر کتنی ہے حلقہ شمع سے پروانہ جلتا ہو
تعلیم بھی پائی سب کے پیر سے بھی ہوئے	دنیا کو بھی وحش کیا ہمارے بھی ہوئے
لیکن جو یہ نور طبع پایا - گیب	پھر کیا تم عرش کے حوتارے بھی ہوئے

جب واقعات اُسی پیش نظر نہ آئے	شاعر نے کام رکھا تھیں و آفریں سے
الفاظ نے سنا کر اپنے مستدم جمائے	نیچرنے کی گزارشِ رخصت ہو نہیں سیں سے
ایسے بھی ہیں خلقِ جفا و فرعون کے	ایسے بھی جنہیں محمد و عون کے
میں نام بنام تم سے کہتا کسبِ	نازک ہے مگر معاملہ کون کے
ہر چند کہ کوٹ بھی ہے پتلون بھی ہے	بنگلہ بھی ہے پاٹ بھی ہے صابون بھی ہے
لیکن یہ میں کچھ سے پوچھتا ہوں ہندی	یورپ کا تری رگوں میں کچھ خون بھی ہے
دولت بھی ہر فلسفہ بھی ہر جاہ بھی ہر	لطیف حسنِ بتانِ دنیا و خواہ بھی ہے
سب سے قطع نظر ہے مشکل لیکن	استا سمجھے رہو کہ اللہ بھی ہے
مذہب کی کہوں تو دل لگی میں اڑ جائے	مطلب کی کہوں تو پالسی میں اڑ جائے
باقی سہ قوم میں ابھی ہے کچھ ہوش	غالب ہے کہ یہ بھی اس صدی میں اڑ جائے
اعلیٰ مقصود چاہے پیشِ نظر	کوشش تری گو ہو لطف ذاتی کیلئے
فریاد پہاڑ پر عمل کرتا تھا	شیریں کے لئے کہ ناشپاتی کے لئے
مذہب قانون و قوم کا بانی ہے	خالص طاعتِ عہد و روحِ روحانی ہے
تو ہیں اک دوسرے کی کرتے ہیں جو لوگ	یہ جہل ہے یا ہوائے فحشانی ہے
ہمدرد ہوں سب یہ لطف آبادی ہے	ہمسایہ بھی ہو شریکِ تباہی ہے
تسکین ہے جب کہ ہو خدا پر تکبیر	قانون بنا سکیں تباہی آزادی ہے
آگاہ ہوں معنیِ خوشِ اقبال سے	واقف ہوں بنائے رتبہِ عالمی سے
شرطیں عزت کی اور ہیں اے اکبر	چلتا نہیں کامِ صورتِ نقالی سے
ایمان و حواسِ حق پرستی کیا ہے	یہ غفلت و کفر و جوشِ مستی کیا ہے
لاریب یہ سب ایک ہستی کا ظہور	یہ مجھ سے نہ پوچھ پھر وہ ہستی کیا ہے
جینا تھا جقدر ہیں دنیا میں جی لئے	ساغر کئی طرح کے ملے اور پی لئے

کبیر کو ہے اس کج تسائی سے	وہی ان کو فقط خدا سے واحد کا ہے
کچھ شک ہیں کہ خلق سے عناصر ور ہے	اس سے اخلاق کرے حق سے دور ہے
لیکن حاکم کے واسطے خلق خدا سے مل	سمجھے گا اس کو وہ کہ حاکم تصور ہے
انسان جو عمر مستم کر چکتا ہے	خوش ہو چکتا ہے آہ بھر چکتا ہے
قافی دنیا کا دیکھ لیتا ہے رنگ	ردہ حمد یا بھی وہ تو مر چکتا ہے
ستنے حکمت جو میری گفتار میں ہے	اک عیاد بر ایک سرکار میں ہے
یروے نے تسبیح سے پٹیا چا ل	پہلے تمنا میں اور اب بار میں ہے
شیطان ہے دل کو رنط ہو جاتا ہے	دخوار انسان کو غلط ہو جاتا ہے
حد سے جو سوا ہو حرص یا خود بینی	اکثر سے کجی کھٹ ہو جاتا ہے
حکومت خدا سے شرم ہے وہ سے مدد دیں	دنیا کی حکومت سے مرد تر لیب ہے
حکومت کسی کی شرم نہیں اس کو کیا کہوں	فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے
اللہ کا حق اگر تلف ہو جاتا ہے	اس کے لئے کون سرگم ہو جاتا ہے
دنیا طلبی میں ہے یہ بھگا مہ و حور	حاصل بھر اس سے کیا تر لب ہو جاتا ہے
خلقت کو کہیں ذلیل ہو جاتی ہے	لے حیرت و لے دلیل ہو جاتی ہے
گو جسم میں ظاہر اتوا مانا ہو	احساق میں وہ علیل ہو جاتی ہے
دنیا کو بہت دلیل پایا میں سے	بے غیرت و لے دلیل پایا میں سے
اخلاق پہلوؤں سے جاسکا اکبر	شدت سے اُسے علیل پایا میں سے
اموس سفید ہو گئے بال ترے	لیکن ہیں سیاہ اب بھی اعمال ترے
تو زلف تان مایو اسے اب تک	دنیا پہ ہونے پڑتے ہیں حال ترے
ہیں وعدہ خالق دو عالم سے	قرآن سچا رسول اکرم سے
اے منکر دیں قیامت آئی ہے ضرور	کھدنگے وہاں کدکھ لے ہم سے

معلوم نہیں کہ یہ کدھرا آیا ہے	قسمت اب دکھنی ہے دل کی ککھر
غفلت کی نیند میں سلا رکھا ہے جس نے قرآن کو کھلا رکھا ہے اندر رسول کا بھی مطلب وہ ہے اکبر بخدا کہ جان مذہب وہ ہے	دُنیا نے دین کو بھلا رکھا ہے اس دور میں خوش نصیب وہ ہے اکبر بر حال میں بہرِ فرح اُشب وہ ہے قرآن کو غور سے پڑھو اور سمجھو
۱۵۶	
تمذیب سے ہے نہ ترک عادات سے ہے تقدیر سے اور اتفاقات سے ہے	لکچر سے ہے نہ کچھ خیالات سے ہے اکبر بخدا یہ کامیابی ساری د
فکر روزی محلِ اوقات بھی ہے جیتا رہے آدمی تو اک بات بھی ہے محسوب اس وزن میں وجاہت بھی ہے ایک جزو قومی مگر شرافت بھی ہے	دُنیا سے دنی محلِ آفات بھی ہے طرہ پھر اسپہ یہ کہ مرنا بھی ضرور انساں میں معتبر لیاقت بھی ہے انداز سخن سے بھی ہے اندازہ طبع
لذت وہ ہے کہ جوشِ صحت سے ملے عزت وہ ہے جو اپنی ملت سے ملے	دولت وہ ہے جو عقل و محنت سے ملے ایماں کا ہو نور دل میں وہ راحت ہے
دیکھو نہ ہم عیبِ محبت ہے تو یہ ہے دُنیا میں بشر کے لئے نعمت ہے تو یہ ہے	آپس میں موافق رہو طاقت ہے تو یہ ہے صحت بھی ہو روزی بھی ہو دل کو بھی ہو تسکین
کر صبر کہ خود وہ کار بد کرتا ہے اور تیری بلندیوں سے کہ کرتا ہے	حاسد تجھ پر اگر حسد کرتا ہے اپنی پستی کو کر رہا ہے محسوس
دشتِ وحشت اور ہے اورادی نجد اور ہو یاد رکھ اکبر تکبر اور ہے مجد اور ہے سامانِ محافل و مساجد کا ہے	انبساطِ نفس الگ ہے روح کا وجد اور ہو ہو جو باطن کی ترقی تجھ کو منظورِ نظر اراں نہ شراب و بزمِ شاد کا ہے

یہ زینت دنیا ہو کہ مٹی پر سے پٹی گوشِ غنوا ہو تو سناؤ اسکے ترانے	بچوں کے سوا کون ہو اس کا تہنی اس بزم میں اکبر سا نہیں کہ تہنی
اس عہد میں یہی ہے مس داخلِ نکوئی شوقِ عمل نہیں ہے فکرِ اصل نہیں ہے	مرد ہب پہ مکتہ چینی قمت کی عیب جوئی نامح بنے ہیں اکثر عاید نہیں ہے کوئی
منظور اے دل ہماری عہد مٹی ہوگی اس دورِ مامیں ہوگی لیکن حیات	اُس وقت کہ جب خدا کی مری ہوگی وہ صرف برائے نام و نہ مٹی ہوگی
تاخیر ہوائے باغِ رستی نہ گئی ہوتے ہی درجے جلال و دلکش پیدا	صورت کی ادا نظر کی مستی نہ گئی طبع انسان سے ت پرستی نہ گئی
سوچو کہ آگے چل کر قسمت میں کیا لکھا ہے ہشیر رہ کے پڑھنا اس جال میں نہ پڑنا	دیکھو گھروں میں کیا تھا اور آج کیا رہا یورپ نے یہ کہا ہے یورپ نے وہ کہا ہے
نوکٹا نہیں انقلاب چارہ کیا ہے نکس کے لئے گرے کافی یہ خیال	حیراں ہیں ملکِ مشرق پر اکیا ہے جو کچھ ہے حاکم ہے ہمارا کیا ہے
غنیمتِ پتا ہے دلِ گرم سے سیلے کستی ہے نسیم آ کے رازِ فطرت	رنگِ چین فنا سے گھرا ہے نکتے ہی پیامِ دستِ کھل جاتا ہے
ہنگامہ شکوہ و شکوہ دنیا میں ہے گرم کھلتا نہیں رازِ دھر شکوہ ہے تو یہ	لیکن مرے دل سے یہ صدا آتی ہے اور شکریہ ہے کہ موت آجاتی ہے
اسماں یا ست سے دونوں کو ملا سکے ہم تو اسی کو حسم سمجھتے ہیں کام کا	یا کوئی شے مفیدِ خلایق بنا سکے پڑھنے کو مستعد ہیں جو کوئی پڑھا سکے
تو بے دل و ہر سے طار کھا ہے کیا خود درجہ ہے اپنی طاقت سے تو	قائمِ عقلت کا سلسلہ رکھا ہے آخر کس نے تجھے جلا رکھا ہے
قرآن میں ہمیں حوائیٰ سمجھا یا ہے	شیطان نے فلسفے میں کوجھا یا ہے

کوئی نہیں خوش نہیں یکس سے بڑھ کر	بہن و ملوں جہان کی اُسے نعمت پائی
روزی لمبا سے مال و دولت نہ ہی	راحت ہو نصیب شان و شوکت نہ ہی
گمبار میں خوش رہیں عزیز و کسے ساتھ	دربار میں باہمی رقابت نہ ہی
راز بت شوخ کی تسبیح نہ ملی	دل کیا ملتا کہیں قفسہ ہی نہ ملی
کیا بوسل کا حوصلہ کریں پیش قریب	جن کو اس وقت تک گم رہی نہ ملی
کھیلوں سے نہ ہو کچھ بھی نہ حق اگر شرک ہوگی	نیال ملت نہ ہو کجا عینک مفید ہرگز یہ بکت ہوگی
بہت بجا نوٹ لگے ہیں لیکن پوچھی عین بھائی مانگ	غذا یہ ہوگی تو کیا چہ نکا دیا کرو تم ہزار ٹاکا
خواہش ہے اگر تجھے غنی بننے کی	دولت کی ہوس ہے اور دہنی بننے کی
شخصی حالت کو پیور کر کے بند ہی	کوشش لازم ہے کہی بننے کی
گو کہ رک سکتی نہیں یہ نقل و صنع مغربی	پھر بھی کامل طور پر ممکن نہیں ہمت الہی
اپنی تاریخ اپنی ملت سے رہو تم با وفا	بندگی تم کو مبارک صاجوں کو صا جی
دیکھے جو حادث سا وہی ارغی	تایم کر میں ہیں تو نے باتیں فرغی
بھولا ہے خدا کو تو ذرا غور تو کر	زندہ رکھتی ہے تجھ کو کس کی مرضی
وہ شوکت شان زندگانی نہ رہی	غیرت کی حرم میں پاسبانی نہ رہی
پردہ اٹھا تو کھل گیا اے اکبر	اسلام میں اب وہ من ترانی نہ رہی
حصہ حرایں کا ہے بیدینی و عسلا می	قانع کے واسطے ہے اغراز و نیکنامی
محنت ہی کے لئے ہے تفریح قلب و روزی	مقبول و متان اکبر کی خوش کلامی
ہر ایک کو نوکری نہیں ملنے کی	بر باغ میں یہ کلی نہیں کھلنے کی
کچھ پڑھ کے تو صنعت و زرعیت کو دیکھ	غرت کے لئے ہے کافی لے دل نیکی
بارہا جوش جنوں میں مجھے آیا ہے خیال	کہ تماشا ہے یہ ہنگامہ نیکی و بدی
نظر عشق میں ہے زندگی و موت اکبر	اضطراب نفس چند و سکون ابدی

تذہیب کریں تو اس میں ہاکامی ہو	تقدیر کا نام نہیں تو بدنامی ہو
القدر عجیب معیت میں ہیں ہمدی	یورپ کا حد اکھاں ہے حوامی ہو
معوی کو بھی مدد کئے ترعیب ہو یہ	کس سے میں کہوں کہ دلکی تخریب ہے یہ
شیطان کو حیم کہد یا تھا اک دن	اک شور مچا حلاف تہدیب ہے یہ
بے عقل مشر بھی تابع حکم خدا	سیفائدہ سب میں محنت و تقریب ہے یہ
تذہیب کے باب میں ہے انکو نشہ	کہدوا کبر کہ خرقہ تقدیر ہے یہ
مرد کو چاہئے قائم رہا جان کے ساتھ	تادم مرگ ہے یاد خدا جاں کے ساتھ
میں نے مانا کہ تعالیٰ میں سدا کوئی	سرملا ہاتھیں کیا فرض ہے شیطان کی سقا
مسکین ہو گیا ہو یا ہوتا ذیباہ	بیماری و موت سے کہاں کسکو پناہ
آہی جاتا ہے زندگی میں اک وقت	کرنا چاہتا ہے سب کو اللہ اللہ
حونی طاعت کی سے مستم اب بھی	عزت اکی نہیں ہوئی کہا اب بھی
عودین و حریم و جنگو ہو نہ اگر	واقعہ کی نظر میں ہے مکرم اب بھی
رغبت جو دلائی و سعت مشرب کی	شامل اسمیں جس تھی مشک سب کی
لیکس تبدیل و منع و نقل مستخرج	ہے محض کی بات اور اپنے ہی مطلق کی
نوسب ہے کم ترقی یورپ کے سامنے	موزور حاکم اب بھی ہے اور غائب بھی
لیکن وہ آفتاب ہے اور یہ پڑشالہ	ار قلیط سے ہے سماں آفتاب بھی
راحت کا سماں مدعا تو محنت بھی ہوئی	حسرت کا کھیا جو میں عزت بھی ہوئی
دنیا میں جسے جو پیش آیا اکبر	بس اُسکے مطابق اسکی حالت بھی ہوئی
تحصیل علوم اگر کہ دولت سے یہی	اخلاق و دست کر کہ زینت ہے یہی
اکبر کی یہ بات یاد رکھ لے عشرت	محفوظ ہو مصیبت سے عزت ہو یہی
شع و دعامیں جسے لذت پائی	اور ذکر خدا سے دلہرہت پائی

خاموش رہو سمجھ کی قلت سمجھو	ہر اسکے خلاف راہبر رکھے اکبر
اُس میں شرکت کو اپنی ذلت سمجھو قومی غیرت کی اُس میں قلت سمجھو	جس بات میں تم شکست ملت سمجھو جو بندہ افش ہو مخالفت اس کا
لیکن قرآن کی بھی تفسیر پڑھو خالق کا کہ خیال تکبیر پڑھو	کچھ مت نہیں نہراک کی تحریر پڑھو عظمت دنیا کی جب دبائے دل کو
باتیں جو بری ہیں اُن سے پرہیز کرو اس میں کیا ہے کہ نقل مگر نہ کرو	حاصل کر و علم طبع کو تیز کرو قومی عزت ہے نیکیوں سے اکبر
کلچیں ہو اگر تو خار و خس جانے دو اللہ کو اپنے دل میں بن جانے دو	دنیا سے دنی کی یہ ہوس جانے دو مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ
غالب ہے ایسی بات خاموش رہو مستی کی ہوس نہ ہو تو بیہوش رہو	شیطان و اعظ ہے پندہ در گوش رہو بدلا پاتا ہوں مجلس و مہر کارنگ
اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو موجوں کی طرح لڑو مگر ایک رہو	کتا ہوں میں ہندو و سماں سے پی لاٹھی ہے ہوا سے دہرا پانی بن جاؤ
ہتھیں کو تہ کرو زمینیں جو تو اللہ مدد کرے گا ویسے ہو تو	اسے جد بزرگ کے نوا سو پو تو کیا رٹتے ہو اپنی ہسٹری کو قہر تو
دولت تری خاومدہ ہو مجھو یہ نہ ہو لیکن یہ تکلفات مطلوبہ نہ ہو	شہوات کی پیروی کا منصوبہ نہ ہو شہرت جو کمال سے ہو پیدا ہو جائے
من ترا حاجی گبویم تو مرا حاجی گبو من ترا پاجی گبویم تو مرا پاجی گبو	لوگ ہتھے ہیں جو پیش آتی ہے یہ حالت کبھی لیکن اخلاقی نظر میں اس سے تو بہتر چر وہ
محسوس نہیں ہے اپنی خامی تم کو ہے اپنے ہی نفس کی غلامی تم کو	ہوئی ہے نصیب تلخ کامی تم کو انعیار نہیں بنا سکے تم کو غلام

گردن حلق کے آگے ٹھکتی ہی نہیں ہوتی ہیں ان میں کچھ بھی غیرت پیدا جلیاں کادوسرے کی وقت پر ٹڑتے بھی ہیں ہندو و مسلم ہیں پھر بھی اکہ اور کہتے ہیں سچ	اب استری ہے یہ قوم رکتی ہی ہیں اور بات اکبر کی ہے کہ چپکتی ہی ہیں ناگماں خستہ و آجاتا ہے لڑ پڑتے بھی ہیں ہیں نظر آئیں کی ہم ملتے ملی ہیں رتے بھی ہیں
اوروں کی کسی ہوئی خود دھراتے ہیں خود سوچ کے حسب حال مصوں نکال کنے سننے کی گرم مازاری ہو ایسا سننے کہ کسے والا ابھرے	وہ فونوگراف کی طرح گاتے ہیں انساں یو نہیں ترقیاں پاتے ہیں مشکل ہے مگر آخر پلے دل میں ایسی کہنے کہ میٹھ جائے دل میں
عقلوں کے جس بھی اس میں کھل جاتے ہیں دل کو مطلق سس میں ترقی ہوتی حاضر مضبوط دل تو اتنا رکھو ہو جائیگی شکلیں تہاری آساں	میاختہ قافے بھی مل جاتے ہیں تقریب میں سراگرمی مل جاتے ہیں امید اچھی خیال اچھا رکھو کسبیر اللہ یہ مہر و سار رکھو
احمال کے حسن سے سورتا سیکھو مرنے سے مفر نہیں ہے حب لے اکبر آرادہ وہ ہے کہ خود سوڈ بھی ہو اچھ وہ ہے کہ اس میں یار بھی ہو	اللہ سے یک امید کرتا سیکھو بہتر ہے یہی جوتی سے مرنا سیکھو حیرت نہیں گرنگ کا ہم قالب ہو عقل نہیں جسم روح پر قالب ہو
بعد لٹا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو برق گر جائیگی اک دن ادراڑ جائیگی بھاپ بس خدا رکھا ہے اسے رقی کو اور بھاپ کو دیکھا اکبر بچائے رکھا اپنے آپ کو	تہذیب وہ ہے کہ رنگ و بوب بھی ہو تر میں وہ ہے کہ خاکساری بھی ہو ساتھ اللہ کا صدق دل سے مطالب ہو ہرگز نہ ٹڑ میں گے اس سے بچ کے مرید
اسلام ہی کو نس اپنی ملت سمجھو یگا رو ش میں اپنی دلت سمجھو	

داخل ہے نمازیوں میں یا فوج میں سب سے	آخر تیری بھی کوئی صفت ہے کہ نہیں
وہ رنگ کمن تمہارے عاشق میں نہیں	ایکھا ہوا اب وہ طسہ زہ سابق میں نہیں
افت ثابت کرو عمل سے صاحب	واللہ کو دخل مسیری مطلق میں ہیں
اُردو میں جو سب شریک ہونے کے نہیں	اس ملک کے کام ٹھیک ہونے کے نہیں
مکن نہیں شیخ ادرار قیس نہیں	پنڈت جی وائیک ہونے کے نہیں
کہا احباب نے یہ دفن کے وقت	کہ ہم کیونکر وہاں کا حال جانیں
لحد تک آپ کی تقسیم کر دی	اب آگے آپ کے اعمال جانیں
دلکش نہیں وہ جس جسے شرم نہیں	روقی نہیں اسکی جبکا دل گرم نہیں
سختی میں بھی ہو گدا ز طینت ہو جو عمارت	پگھلی ہے برف گو کہ وہ نرم نہیں
سمجھے جو کوئی برا یہ معنوں نہیں	کوئی پہلو حلاوت قانون نہیں
ہر چند کہ یہ فرسے چکھاتا ہے بہت	شیدیاں کا کوئی شخص ممنون نہیں
وہ غیرتیں وہ صبر وہ ایمان ہیں کہاں	حسنِ عمل کے دل میں وہ ارمان ہیں کہاں
اک غل مچا ہوا ہے کہ مسلم ہیں خستہ حال	پہ چھپے ذرا کوئی کہ مسلمان ہیں کہاں
افت اور ادب نہیں تو اہسان نہیں	بے صبر سکوں جو ہو تو ایمان نہیں
جو غمخیز خدا کو مانتا ہو ستارہ	اکبر بخند آگہ وہ مسلمان نہیں
ہم دیدیں وہ جو دل سے ہیں اللہ کے خواہاں	ہیں مست نگاہ بیت و کچاہ کے خواہاں
آسودہ ہیں علم و ہنر و فن میں جو ہیں محو	چکرتیں ہیں بس جاہ کے اور شاہ کے خواہاں
بے صبر و قناعت اک بڑی چیز اکبر	لذت ابھی اسکی تو نے چکھی ہے کہاں
دنیا طلبی کے وعظ میں محو ہے تو	یہ بھی تو ذرا سمجھ کہ رکھی ہے کہاں
مشکل سے یہ حالتیں سہی جاتی ہیں	پچھانیں ہیں کہ قلب میں رہی جاتی ہیں
تفصیل نہ پڑچھ ہیں اشارے کافی	یونہی یہ کہانیاں کہی جاتی ہیں

اب تک کوئی ہستری تو ظاہر نہ ہوئی	گدرے جاسکتے ہیں ہم ہر سال دوسرے ویوم
شاید کہ یہی ترقی قومی ہے	ہر شخص سماے خود بنا ہے اک قوم
رکھو جو مقابل اس کے سارا عالم	قیاسی سزا ہے ایک ذرے سے بھی کم
اس اک درے میں ہے ہماری کیا اصل	ناہم ہیں کر رہے ہیں ماحق ہر دم ہم
مخلوط کرو نہ نفس و نجس کو ہم	گو نفس نے بھی لیا ہے خیر سے خم
جو بھوک لگے زمان کو وہ ٹھیک نہیں	نامع وہ طعام ہے کہ طالب ہو شکم
پڑتا ہے توں سے ساعت چو کا کام	تمسید میں اسکی دولت و عمر تمام
اندھ سے بر نفس کا رہتا ہے لگاؤ	ہشوار ہے نصیر عبادت کا کام
علم و حکمت میں ہو اگر جو آہش و یم	سکار کی نوکری کو ہر گز نہ کر ایم
شادی نہ کر اپنی قبل تحصیل علوم	نت ہو کہ ہری ہو حواہ وہ کوئی نیم
سولے جاتے ہیں ہستری بھی اپنی	نہ سب کو بھی صعیف مانتے ہیں ہم
سے دولت و جاہ بھی کمی پر پروڑ	ظاہر ہے کہ شتے جاتے ہیں ہم
اس یرم سے سب کے سب اٹھ جاتے ہیں	شکلیں کے جو تھے سب اٹھتے جاتے ہیں
اک قوت مدد ہی عقیدوں سے تھی	وہ بھی تو دلوں سے اب اٹھتے جاتے ہیں
گر حیب میں زرتیں تو راحت بھی نہیں	بازو میں سکت نہیں تو عرت بھی نہیں
گر علم نہیں تو رور و رہے سبے کار	مدد ہو جنہیں تو آدمیت بھی نہیں
ڈیا سے میل کی ضرورت ہی نہیں	مٹھکو اس کھیل کی ضرورت ہی نہیں
دریش ہے منزل عدم کے کعبہ	اس راہ میں ریل کی ضرورت ہی نہیں
تو جیدانکے دلوں میں محفوظ نہیں	امت کے ذکر سے سہ محفوظ نہیں
اس مرقہ نو کو میں نے دیکھا اکبر	اسلام انکی نظر میں محفوظ نہیں
مٹھکو بھی سماں میں کچھ تروت ہے کہ میں	کوئی طاقت تری طرف ہے کہ نہیں

غالب انساں پہ خود پسندی ہے فقط ہر ذرہ دھڑ سے یہ آتی ہے صدا	مذہب کیا ہے گروہ بندی ہے فقط نعمت ہے اگر تو عقلمند ہی ہے فقط
ہے ماہِ صیام کی نہایت نصرت نااہلوں کو یہ کبھی لگاتا نہیں منہ	بے شبہ یہ ہے مذہب و پاک و لطیف کہتے ہیں اسی سبب سے رمضان کو شریف
تکمیل میں اُن علوم کے ہو مصروف لیکن تم سے اس سید کیا ہو کہ تمہیں	نیچر کی جو طاقتوں کو کر دیں ماکشوف عمودِ مطلوب ہے وطن ہے مالوف
دیکھا منظرہ کا بہت اُسے رنگ و دھنگ کہتے بہت صحیح تھے یہ حضرت مذاقؐ	اکبر کے دل میں اب نہ رہی بحث کی اُمنگ ایماں برائے طاعت و مذہب برائے جنگ
اہل حرص و طمع جو ذلیل ہوتے ہیں اُن پر طعن	
ہے حرص و ہوس کے فن کی مجھ کو تکمیل ہیں نفس کی خواہشیں بہت مجھ کو عزیز	غیرت نہیں میری بزمِ دانش میں ذلیل جب چاہیں کرنی خوشی مجھ کو وہ ذلیل
بے غیرت و خود فروش و جاہل سے نہ مل یکجا کر دیں حوادثِ دھڑ اگر	حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل جائز ہے کہ اُن سے مل بگردل سے نہ مل
دل ہو جو وسیع اور روشن ہو خیال ساری دنیا ہے اُس کو پیاری کب	ہر رنگ دکھائے تجھ کو خالق کا جمال کتاب ہے کم اُل جس کو حاصل ہے کمال
جب علم گیا تو شوقِ عزت معدوم مسجد سے یہ آئی گوشِ اکبر میں صدا	دولتِ رخصت تو ذوقِ زینت معدوم مذہبِ بی مٹا تو زورِ ملت معدوم
خوابانِ عسکرم نہ طالبِ کج ہیں ہم لغزش ہو کوئی تو دوست فرما میں معاف	بے کیست و بے ریا و بے رنج ہیں ہم آزاد ہیں مست ہیں سخنِ سنج ہیں ہم
انوار اس دور کے دل افروز ہیں کم ہر چہ زباں نہیں ہے شمعِ احسان	گو یا کہ شبیں بہت ہیں اور روز ہیں کم جلنے والے بہت ہیں دلسوز ہیں کم

شاعری میں میں رباں سمیع کی تقلید کر	صدا ہے ہوشن ہے اور ہر صاحبِ روز و گدار
ہو گئے کوئی دم میں شاملِ اہلِ قیور	فرمانِ اجل کا آگیا وقتِ صدور
یاں سب مجھے کہتے ہیں عداوہِ حنفیہ	دیکھیں مسکر کیر کیا کہتے ہیں
آئی عجمہ پسند یہ گفتار	دیکھئے اکبر کے آج کچھ اجعار
لیک بعد از حرا ہے بسیار	تجربہ خود ہے مکارا و عاقلِ دیں
افسوس یہ غلام کو اور بہتے ہیں غم	بیود ہے یہ شکوہ و لعافِ سیر
ہو سکتی ہے تب اسیدتِ مائخیر	چلئے اسجد سے ربِ یستر کسکر
اک امر ہے پوچھنا ہمیں اُنسے ضرور	مسکریں روح کے حیا اہلِ سرور
پیدا ہوا مادے میں کیوں کر یہ شعور	ہے فہم و حرکاتِ تم کو دعویٰ یہ کہو
کس نہیں تھے میں کہ ہوا اس سے بعد	سید صاحب سکھا گئے ہیں جو شور
اللہ کا نام لیکے اٹھتا ہے مردور	سو توں کو جگادیا انھوں نے لیکیں
لکھیں یارب ملک مرا نام بخیر	یہ جاؤں بحد میں ایسا اسلام بخیر
پایا نہیں میں نے اسکا انجام بخیر	اسلام سے حسنے بیوفائی کی ہے
دولت جوئے تو اسکو تہشیم بھی کر	ہو علم اگر نصیب تسلیم بھی کر
حداہل میں اسکے ابھی تعلیم بھی کر	اللہ عطا کرے جو عظمتِ تمھکو
اصلاح یہ ہے نمودے سود کو چھوڑ	یہ تھی غلطی دیا جو مبعود کو چھوڑ
اللہ کے آگے ٹھکانہ چل کو د کو چھوڑ	مرد ملت کا عاقبت تو ہے اگر
جلی چمکاؤں اور کروں بھاپ کو خوش	کہدو کہ میں خوش ہوں رکھوں اگر آپ کو خوش
ہر حال میں رکھوں اپنے مان آپ کو خوش	سیکھوں ہر حکم و فن مگر مر میں یہ ہے
ذلت پر حاصلِ جاہ و تنوکت کی تلاش	بیود ہے گنج و مال جو دولت کی تلاش
محنت میں کر سکوں و راحت کی تلاش	اکبر تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈ

جلوہ ارض و سماء کمال کے ہے نیچے بھی چپ	لا الہ اور قل ہو اللہ کمال کے پیغمبر بھی چپ
بحث اُسکی ذات میں کیوں کر باہر فلسفی	ایسے ایسے چپ ہیں یہ تو انہیں سپر بھی چپ
لائدہبی سے ہوتے ہیں سکتی فالج قوم	ہرگز گذر سکیں گے نہ اں منزلوں سے آپ
کھیسے سے بت نکال دئے تھے رسول نے	اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ
کامل کم ہیں اور اہل ارشاد بہت	ساحر کم ہیں ملیں گے صیاد بہت
بے بزم سخن کا حال یہ اسے اکبر	شاعر کم ہیں مگر ہیں اُستاد بہت
بندوں نے بھلا دیا ہے وہ عہد الست	نافی و حرص میں ہیں اکثر بدست
کیا زید بکر پہ معترض ہوتا ہے	اک گور پرست ہے تو اک زور پرست
پیری آئی ہوئی جوانی رخصت	ساتھ آئے وہ لطیف زندگانی رخصت
ہے اب تو اسی کا انتظار ہے اکبر	ہم کو بھی کرے جہان فانی رخصت
ترسی معین فقط ہے خدا کی ذات اے دوست	خدا گواہ کہ بچی یہی ہے بات اے دوست
طلب مدد کی نہیں اُنسے جو ہیں خود محتاج	طلب مدد کی ہے باصیر و صلوة اے دوست
تحریک ضرورتِ معیشت ہے بہت	خرقے کو بھی اب خیال خلعت ہے بہت
خالق کے جمال کا تو سب داکم ہے	اللہ کے نام کی تجارت ہے بہت
دنیا کرتی ہے آدمی کو برباد	انکار سے رہتی ہے طبیعت ناشاد
دو ہی چیزیں ہیں بس محاذِ دل کی	عقبی کا تصور اور اللہ کی یاد
حق نے جنہیں دی ہے فہم قرآن مجید	ہوئے کے نہیں وہ پیر گرد و نیک مرید
بد لے سورنگ الفتلاب دنیا	ہر حال میں آنکھ ہے خدا ہی سے امید
کس نہاندست کہ در بیشہ شکارے بکند	تیغ گیدد بہ کف و فتح دیارے بہ کند
این زماں بہت مرداں بہیں محذورات	ز نے از پرہ بروں آید و کارے بہ کند
چھوڑ دہلی لکھنؤ سے بھی نہ کچھ امید کر	نظم میں بھی وعظ آزاد ہی کی بات امید کر

وفا میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب ۱

برچسند محقق اعتلا بات رہا	گھٹنے ٹڑھنے کا بیچ دن رات رہا
بھوڑیں میں مٹر لیں قمرے اپنی	دستی رستہ و صاحب مقامات رہا
آراد سے دیں گا گرفتار اچھا	شرمندہ ہر دول میں وہ گہ گھارا چھا
ہر چہ کہ ڈور بھی ہے اک حصلت بہ	واہنگہ کے حیا سے مگارا چھا
لے پردہ کل جو آئیں نظر چسند بیبیاں	اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گز گیا
پوچھا حواں سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا	کسے گھیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا
انقلاب جہاں کو دیکھ لیا	ثبوت دیا سے قلب پاک ہوا
کل کلی کھل کے ہو گئی تھی پھول	پھول کھلا کے آج خاک ہوا
تھامس میں کمال وہ تو سلطان بنا	تھادل میں حال وہ مسلمان بنا
لدت طلسمی سے صدمہ ہی پہ چھکا	تھا پیٹ بہت حریفین شیطان بنا
مذہب کو لیا تو بحث میں سر ڈٹا	چاہی اصلاح تو حسد اہی چھوٹا
شکوہ ہم غیر کا کرس کیا اکبر	قسمت ہی نے ہر کو ہر طرح سے لوٹا
رسم اوہ ہوا جو مست پر کیا ہوا	پکا حوصلے پردہ دیوا ہوا
انگلینڈ سے ہلا ہوا دل لایا بدست	محروم ادھر ادھر سے بیجا ہوا
کریم حق پہ رکھ لٹہ اپنی	جو عقیدہ ترا بہو ڈھیلہ
آسرا سب کا جھوڑ دے اکبر	وَسْتَلِ النَّسِيْبَ تَمْتَلِكْ
مجلس میں خیال بادہ نوشی پایا	مکتب میں سر سخن مردوشی پایا
سجد میں اگر چہ امن تھا لے اکبر	لیکن اک عالم حوشی پایا
کسے کو تو شاہ سب میں مزاج میں سب	مالک دولت کے مالک تلح ہیں سب
لیکن کھولو چشم تحقیق کس پر	لے س ہیں سب خدا کے محتاج میں سب

رباعیات و قطعات وغیرہ

کھولی ہے زبان خوش بیانی کے لئے	اٹھا ہے قلم گداز فغانی کے لئے
آیا ہوں میں کو چہ سخن میں اکبر	نظارہ شاہد معانی کے لئے
تائید وضع ملت و دیں کی کروں گا میں	اہل زمانہ لاکھ ہنسیں مجھ غریب پر
ہوتا نہیں طبیب مرا واسے و ستکش	سچ ہے اجل تو ہستی ہے سعی طبیب پر
جب بطف و کرم سے پیش آئے محبوب	اگلے رنجوں کو بھول جانا اچھا
جب مثل نسیم وہ گلے سے لگ جائے	ماند کلی کے پھول جانا اچھا
کیا تم سے کہیں جہاں کو کیسا پایا	غفلت ہی میں آدمی کو ڈوبا پایا
اسمکھیں تو بے شمار دیکھیں لیکن	کم تھیں جتنا کہ جن کو سینا پایا
اونچانیت کا اپنی زینا رکھنا	احباب سے صاف اپنا سینہ رکھنا
نقصہ آنا تو نیچرل ہے کہہ	لیکن ہے شدید عیب کینا رکھنا
غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا	افعال مضرے کچھ نہ کرنا اچھا
اکبر نے سنا ہے اہل غیرت کی یہی	جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا
رشوت ہے گلوے نیک نامی کا چھرا	عیاشی ہے بدی کے پھلے کا دھرا
ہر چند کہ بے محل خوشامد ہی بری	گستاخ مگر خوشامدی سے بھی بُرا
گذا ہے مری نظر سے سب کا جلو	سب سے بہتر ہے روز و شب کا جلو
کتاب ہے عجم - عجم میں ہے جم موجود	کمد و کہ عرب میں دیکھ رہا جلو

سکی امت پر داد مروئی تھا کل اکبر تمیں
آج ہم ہمارا سے دیکھتے۔ ائی توبہ

کیا ہی رورہ کے طہیت مری گھراتی ہے وہ بھی چپ مینے ہیں عید بھی چپ ہیں بھڑک کیوں۔ ہوا ہی اکاوٹ کی طر پاروں مریم عشرت کہیں مونی سے تو رو دیتا ہوں	موت آج سے شک عبسہ بیہذا آتی ہے ایسی صحبت سے طہیت مری گھراتی ہے ہاتے ہو کہ دلوں کو یہ لگا لاتی ہے کہنی کہ مری مونی صحبت سے یاد آتی ہے
--	---

پیر معین کا سلسلہ دیکھئے جو محنت
ہر دم یہ انتظار کا ایسا ہے جس میں
اجاب کیا کریں گے ٹھہر کر مزار پر
خاطر تو تم نے آج بہت کی مگر حضور

امید وار بہت دستِ سبور ہے
آنکھوں میں جاے اشک جگر کا ہو رہے
بالیں پہ خاک اڑانے کو ہاں آرزو رہے
کل بھیر ہی نگاہ یہی گفت گور ہے

ہر چند دل سے یار کے جاتا نہیں غبار
ہوں میں تو رند مجھ کو تکلف سے کام کیا
ہر چند میں غریب ہوں گو کچھ نہیں ہے پاس
ہم خوش رہیں بھلا دلِ ناداں سے کس طرح
زندہ جو تیرے ہجر میں ہوں میں تو کیا عجب
مجھ کو تو دیکھ لینے سے مطلب ہے ناصحا

رونے سے عاشق تو نہیں مری آب و تو ہے
پیمانہ ساقیا جو نہیں ہے سب تو ہے
لیکن ہزار دولتیں سے بڑھ کے تو تو ہے
ہو آپ کا یہ دوست ہمارا عدو تو ہے
گو تو نہیں ہے پاس تری آرزو تو ہے
بد خواگر ہے یار تو ہو خو بر و تو ہے

جذیہ دل نے مری تاخیر دکھلائی تو ہے
عشق کے اظہار میں ہر چند رسوائی تو ہے
آپ کے سر کی قسم میرے سوا کوئی نہیں
جب کہا میں نے تڑپتا ہے بہت اہل مرا
دیکھئے ہوتی ہے کب راہی سوے ملکِ عدم
دل دھڑکتا ہے مراءوں بوسہ رخ یا نہ لوں
دیکھئے کب تک نہیں آتی گلِ عارض کی یاد
میں بلا میں کیوں پھنسیوں دیوانہ بن کر اُسکے ساتھ
خاک میں دل کو ملا یا جلد رقتا رہے
یوں مروت سے تمہارے سامنے چپ ہو رہیں
بادِ گل رنگ کا سا غر غنائیت کر جھکے

گھنگروں کی جانب در کچھ صدائی تو ہے
پر کروں کیا اب طبیعت آپ پر آئی تو ہے
تجے تکلف آئے کمرے میں تنہائی تو ہے
ہنس کے فرمایا تڑپتا ہو گا سودائی تو ہے
خانہ تن سے ہماری روح گھبرائی تو ہے
نیند میں آنے والی منہ سے سر کاٹی تو ہے
سیر گلشن سے طبیعت ہم نے بھلائی تو ہے
دل کو وحشت ہو تو ہو کجخت سودائی تو ہے
کیوں نہوے نوجواں اک شانِ رعنائی تو ہے
کل کے جلسوں کی مگر بنے خبر پائی تو ہے
ساقیا تاخیر کیا ہے اب گھٹا چھائی تو ہے

<p>حس ان کو جسم کچھ آیا حیا نے سمھایا مریض غم کو ڈرا یا کوسے نہ پھسراتسا بھکا و نارسے سارا رماہ مسل ہے کمر پہ یار کے رہتا ہے قصہ نہ خنجر</p>	<p>گزار گئی تھی تقدیر مسیری سب کے قصا و دیکھ لے تیور تمہاری چٹوں کے ہمیں شہید نہیں تیسری تر بھی تپوں کے شہید ہم تو ہوے رشک نخت آہن کے</p>
<p>اندھوں یار کے کچھ دہیں نہیں اور بھی ہے ایک دل تھا سودیا اور کہاں سے لاؤں ماریجیا نہ کیا کیجئے ہم سے اتسا غم فرقت میں بھی آتی نہیں طے مرجح موت کیونکہ اس غیرت بیل سے یہ پیغام صسا جان دیتا ہے وہ لازم ہے اسی دم دیا مرے بلوائے کا احسان حقا و نہ ست</p>	<p>جانتا ہے کہ دشت انجی کمیں اور بھی ہے جھوٹ کئے تو میں کدروں کہ میں اور بھی ہے اسی امدار کا اک یار حسین اور بھی ہے کیا کوئی صدمہ ہے ہاں خوں اور بھی ہے پہلو سے قیس میں اک دست نشین اور بھی ہے تمہیں تلاؤں دستہ کمیں اور بھی ہے مہرباں ایک بت پردہ نقیہ اور بھی ہے</p>
<p>ان ردیوں میں غل کیوں درود شوار اکبر ماتر شیدہ کوئی ایسی رمیں اور بھی ہے</p>	
<p>اے عوہ مرگ دل میں حواساں کے قور ہے فتنہ رہے مادہ بے گھستگو رہے رفیق بٹائی پھر رہیں سے کیا ضرور ہنگام سرع روح لے قالب سے یہ کہا اب تک ترے سب سے رہے ہم ملا نصیب یہ انشک افعال نہ حالی اثر سے ہوں لعل رہا ہے طاثر دل اس میں عمر بھر اسے چشم میں برہم میں رونا نہیں ہے عوا</p>	<p>یہ کچھ بوس رہے۔ کوئی آرو رہے منظور سب جگے حورے گھر میں تو رہے بہتر ہے مشک کی گل عار میں تو رہے اس خاکدان تیروں سے آبرو رہے اب تاہ حشر گور کے پہلو میں تو رہے یارب ہمارے موتیوں کی آرو رہے سرسبز حشر تک چہن آرو رہے وہ بات کر کہ جس میں تری آرو رہے</p>

کچھ زمرہ سبھی ہی پہ سو قوت نہیں ملط
اُن سے تو کوئی صلح کی صورت نہیں بنتی
میلے ہیں حسینوں کے پریراؤ و نکلے جگھٹ
راضی ہی نہ ہونگے وہ کسی طور تو کیا پس
ارشاد جو ہوتا ہے کہ لکھ وصفِ دہن کچھ
رنگینی مضمون جو دل صاف میں ہوگی

نالے بھی کرینگے تو خوش آہنگ کرینگے
غیروں ہی سے دل کھولے اب جنگ کرینگے
اب جا کے قیام اپنا لب گنگ کرینگے
تقدیر سے پھر کہئے تو کیا جنگ کرینگے
معلوم ہوا آپ مجھے تنگ کرینگے
شیشہ میں گمان سے گلزنگ کرینگے

اکبر نہ ہو دمساز بیتاں بہرِ جند اتم
دل دو گے تو وہ جان کا آہنگ کرینگے

جب عشق کے نشہ بیچ رہئے کیونکر کہیں نیکلہ انجام ہے
اب ہم تو خدا کی عنایت سے لے عہد شکن آزاد ہوئے
ملنا جو نہ تھا قسمت میں لکھا تدبیر میں سے کچھ چل نہوا

مستوچی طرح گلیوں میں چپے رندی میں کٹی بزم ہے
پھلن جانینگے ہونکے طائرِ دل لفظ کا سلامت دم ہے
نامونگی ہوئی تحریر بہت اک مدت تک پیام ہے

مُنہ ترا دیکھ کے فق رنگ گلستاں ہو جائے
یا وقامت میں جو میں نالہ و فریاد کروں
جلوہ مصحفِ رخسار جو آجائے نظر
آپ کے فیضِ قدم سے ہو بیاباں گلزار
ناز و انداز واداسے جو چلیں چال حضور
آفتِ گردشِ افلاک سے پاؤں جو نجات
آپ دکھلائیں جو اپنے رخ رنگیں کی بہار
لاغرا سدرجہ ہوا ہوں کہ جو لیٹوں میں کبھی
حسرتیں اس میں ہو ا کرتی ہیں اکثر دقوں
شباب جو ش پہ پے و لو لے ہیں جو بن کے

دیکھ کر زلف کو سنبھل بھی پریشاں ہو جائے
پشیرِ حشر کے یاں حشر کا سماں ہو جائے
حسرتِ بوسہ میں کافر بھی سلماں ہو جائے
باغ میں جاسے تو گلشنِ رمناں ہو جائے
جس جگہ پاؤں پڑے گنجِ شہیداں ہو جائے
گردشِ چشم مجھے گردشِ دوران ہو جائے
بو کے مانند ہوا رنگ گلستاں ہو جائے
تارِ بستر مجھے وسعت میں بیاباں ہو جائے
کیا عجب خاندل گورِ غریباں ہو جائے
کبھی وہ جھوم کے چلتے ہیں اور کبھی تن کے

مری تقدیر کو ارا م لگا دیتی ہے
ان کی رنگت ترے عارض کا پتا دیتی ہے
حانِ مستاق کو خانائے چھڑا دیتی ہے
خاک میں چاند سی صورت کو ملا دیتی ہے

سلو کی تری لاتی ہے حرائی مجھ پر
نگہ شوق سے کیونکا نہ گادوں کو دیکھوں
تہیہ سستی سے عمارِ ریح آئیںسہ روح
کشتہ ہوں مرگہ حسیناں کی میں بید و سی کا

مگر اکبر محلِ مصوں کا دکھا کر حلوہ
مغل شعر میں رنگ اپنا عساوتی دے

شانِ حق سے ایک جاشام و سحر دیکھا کئے
باغِ عالم کی دور بھی عمر بھر دیکھا کئے
آبِ تو نا حق سوئے تیج و تبر دیکھا کئے
عشق نے جو کچھ دکھایا نے حطر دیکھا کئے
رج و دامودہ و الم تو عمر بھر دیکھا کئے
گوشتِ نیر بھی شام و سحر دیکھا کئے
خود دکھایا آساں نے عمر بھر دیکھا کئے
راہِ اُس پہاں کھن کی رات بھر دیکھا کئے
دیدِ حسرت سے ہم سوئے قمر دیکھا کئے

رہ گئیہ دور وے روشن حلوہ گرد دیکھا کئے
گل کو حذاں مساں کو نورہ گرد دیکھا کئے
حنسِ بارو ہی کافی تھی سہائے قتل کو دے
صبر کو بیٹھے تھے پہلے ہی سے ہم تو جان دار
دیکھے اب کیا دکھائے قسمت بد بعد مرگ
حلقِ عظمت سے دوچ کے اہل عالم پر عصب
حسرت و حرمان و اندوہ و غم و رنج و الم
وعدہ شب پر گمانِ صدق سے سوئے ہم
یاد میں زخاں تاراں صم کی رات بھر

تیجِ نغمہ باز سے چورنگ کرینگے
اب ہم نہ کبھی شوق سنے و سنگ کرینگے
اب قافیہ حشر کو ہم تنگ کرینگے
وہ سختِ حوول کو صفتِ سنگ کرینگے
آراستہ پھر بزم نئے و چنگ کرینگے
طاؤس کو ہم مرغِ حوس آہنگ کرینگے

یہ وہ جفا کے حوئے تو سنگ کرینگے
کافی ہیں وہ مستانِ نگاہیں وہ خیا سز
آنکے دہنِ تنگ کا مصوں میں مذمتا
کرینگا جگہ مثلِ مشرہ جدیدِ الفت
وساروں سے ملے بھی تو بائیں کبھی لے جس پہ
مالے دل پر دلع کو سکھلائیے موزوں دے

تصور سے غمِ فرقت کے اپنا جی دہلتا ہے
خدا کی شان و میرا ترپنا دل لگی سمجھیں
خیالِ زلف میں اے دلِ طے کو منزلِ گفت
وہ جوں جوں جوتے ہیں شیارِ بڑھتی ہے مری حشوت
مرہیں غم کیا کرتا ہے ضبطِ نالہ ہمدت سے
وصالِ یار کا وعدہ ہے کل اور آج موت آئی
محبت اُنسے کر کے پھنس گئے ہیں ہم تو آفت میں

کہ یہ کیمخت آخر سینے سے دم لیکے لٹتا ہے
کسی کی جان جاتی ہے کسی کا جی ہلتا ہے
اندھیری رات میں ناوان کوئی راہ چلتا ہے
سنبھالیں مہش وہ اپنا پہاں ل کہ پہنچتا ہے
مگر منہ زرد ہو جاتا ہے جب کروڑوں ہلتا ہے
کریں کیا اب مقدر پر کسی کا زور چلتا ہے
نہ دل قابو میں آتا ہے نہ انہر زور چلتا ہے

کیا کرتا ہوں نوح و صفت اُنکے رتے روشن کا
مرا ہر شعر اکبر نور کے سانچے میں ہلتا ہے

شاعری رنگِ طبیعت کا دکھا دیتی ہے
سیرِ غربت کوئی حبلہ جو دکھا دیتی ہے
بیخودی پردہ کثرت جو اٹھا دیتی ہے
آمدِ یاس پہ ہو قسمِ خدا کا نازل
ہو نہ رنگینِ طبیعت بھی کسی کی یار ب
نگہِ مطفِ تری بادِ بہاری ہے مگر
اچھی صورت میں بھی خالق نے بھرا ہے جادو
پوچھتا ہوں میں جو عبرت سے آلِ ہستی
نظر آتا جو نہیں نزع میں بالیں پہ کوئی
کیا صفائی رخِ جانوں کی ہے اللہ اسل
دشمنِ اہلِ نظر ہے نگہِ حسن پرست
موت سے کوئی نہ گھبرائے اگر یہ سمجھے

بوسے گلِ راہ گلستاں کی بتا دیتی ہے
یا و احبابِ وطن مجھ کو رلا دیتی ہے
ہر طرف جلوہ توحید دکھا دیتی ہے
رہروستہ زلِ الفت کو ڈرا دیتی ہے
آدمی کو یہ مصیبت میں پھنسا دیتی ہے
غنجِ خاطر عاشق کو کھلا دیتی ہے
اپنے مشتاق کو دیوانہ بنا دیتی ہے
راستہ گورِ غریباں کا بتا دیتی ہے
بیکسی اُن کے تقاض کو دے دیتی ہے
دیکھنے والوں کو آئینہ بنا دیتی ہے
الفتِ پاک کو بھی عیب لگا دیتی ہے
کہ یہ دنیا کے بکھیڑوں کے چھڑا دیتی ہے

<p>حسن طرح سوئے دس دہشت کے یورے کرلو ہے جو قسمت میں وہی ہو گا۔ کچھ کم نہ سہ اڑ حال بھلتا ہیں کچھ دل کے دھڑکنے کا مجھے کو چڑیا میں حسنا تو نظر آ رہا کرتا حسن اسحاق پہ ہی لوٹ گیا ہے میرا آپا ہوسہ جو نہیں دیتے تو میں دل کیوں دوں ہم کہتے تھے کہ نہایت ہی ہے معشوق کو شرط</p>	<p>چار دن کے لئے آسان کو حسرت کیسی آرزو کہتے ہیں کس چہر کو حسرت کیسی آج رہ رہ کے بھرا آتی ہے طبیعت کیسی قیس آوارہ ہے جھگڑ میں یہ وحشت کیسی میں تو کشتہ تری باتوں کا ہوں مہر کیسی ایسی باتوں میں مری جان مروت کیسی کیوں، نظر آتی ہے آغیہ میں صورت کیسی</p>
<p>سنتا ہوں میں جی تری زمزمہ سخی ملے ہر اک سے محبت گراؤ نہیں سے رہی یہ کون بات پسند آگئی ہے غیروں کی</p>	<p>یاد آتی ہے مسلسل مجھے فتنہ یرکسی کی وہ عاتقا۔ حوتقی اک نظر انہیں سے رہی نگاہ آکھی حوا آٹھوں ہیرا انہیں سے رہی</p>
<p>چھوٹے دام بلا سے کھی نہ اسے اکیر طبیعت اٹھی ہوئی یوں اگر اکھیں سے رہی</p>	
<p>عزیز سال ۱۳۵۰ء</p>	
<p>مے تکلف ہوئے زلف چلیا لیجئے دل تو پہلے لیجئے اب ماں کے حوا میں پہلے پاؤں پڑ کر کستی ہے رحیم زماں میں مہر حیر کو تو کر کے صد کرتے ہیں کھائے میں تریک خوشما چیریں ہیں امارہاں میں لے شمار کشتہ آہ آتس مرقت سے ہوتا ہے مجھے</p>	<p>نقد دل موجود ہے پھر کیوں نہ سو لیجئے اس میں بھی تھک کو ہیں انکار اچھا لیجئے وحشت دل کا ہے امارہاں میں صبر لیجئے مجھے کہتے ہیں اگر کچھ بھوک ہو کھا لیجئے ایک نقد دل سے یاد ہو گیا کیا لیجئے اور چہرے صورت یہاں سے تڑپا لیجئے</p>
<p>اصل گل کے آتے ہی اکیر ہوئے ہوش آہی کھولے آنکھوں کو صاحب جام صبا لیجئے</p>	

جمالِ عمر کو کتا ہے افروزِ خلقِ انساں سے
جب آنا موت کا محکم نہیں جنت میں لے دے
نہ پوچھو حال کچھ چاہت کا دن نہ رہ جینیوں کی
کسی کو ہوتی کیا پروا ہمارے جیسے فریسی
نہیں بہرِ رومی کو باغ میں اندیشہ صرصر

کوئی عاشق بھی اُنکا زاہد ہے باغِ روضاں میں
تو پھر کس کام کے عورت کے غم نے باغِ روضاں میں
فرشتوں کے ہیں دل ڈوبے ہوئے چاہِ زنجاراں میں
بسانِ سبزہ بیگانہ ہم تھے اس گلستاں میں
غرض ہے راستی بھی خوب ثیوہ اس گلستاں میں

ابھی تو موسمِ گل بھی نہ آیا تھا گلستاں میں
نظر آتا نہیں جزاہ کوئی سونس و ہمد
میں دیتا جاؤں یارانِ وطن کو کیا پتا اپنا
سماں آنکھوں میں پھر پاتا ہے جب فعلِ بہاری کا
وہ بالیں پر ہیں وقتِ نزع کیونکر اُن سے رخصت ہوں
مرا کیا جب جینیوں نے اطاعت کی حکومت سے
و فریادِ شک سے ہوں ہیں بے داغِ جگر اپنے
یقین تھا گوہرِ آرزو گھاسی کے جو ملنے کا
ہیں اپنے داغِ سینہ طعنہ زنِ خورشیدِ محشر پر
یہ مجھ دیوانے کو اکثر صدا آتی ہے زنداں سے
عجب کیا موسمِ پر پی میں لے دل ٹھنڈی سانسوں کا

میں کیوں جامہ سے باہر ہو گیا شوقِ بیاباں میں
بد لجاتی ہے دنیا کی ہوا شہسازِ جہراں میں
خدا جانے مجھے یہاں ہے وحشت کس بیاباں میں
گلوں کو یاد کر کے خوب رونا ہوں گلستاں میں
نہیں طاقت اشارے کی بھی مجھ دم بھر کے مہمان میں
نہیں کچھ لطفِ پر یاں تھیں جو قابو سے سلیمان میں
چمن سرسبز ہو جاتا ہے جیسے فصلِ باراں میں
دمِ آخر تلکِ ڈوبے رہے ہم بحرِ عصیاں میں
تماشا حشر کا ہے کوچہ چاکِ گریباں میں
کھلا ہے خانہ زنجیر کا در شوقِ سماں میں
ہوا سے سرد اکثر چلتی ہے فصلِ زمستاں میں

بقولِ رندِ مہمانِ فلک میں بھی ہوں لے اکر
مری قسمت کا ٹکڑا بھی جو اُسکے خوانِ الوان میں

پھر گئی آپ کی دودن میں طبیعت کیسی
دوستِ احباب سے تنہا بول کے کٹجائیگی رات
جس حیں سے ہوئی الفت وہی معشوق اپنا

یہ وفا کیسی تھی صاحبِ یہ مروت کیسی
رندِ آزاد ہیں ہمکو شبِ فرقت کیسی
عشق کس چیز کہتے ہیں طبیعت کیسی

لگی ہے آگ العت کی ہمارے مژدہ حان میں
 کرونگا جستہ معصوموں کی و جمع چشم جانان میں
 یروئے یارے موتی حایہی رعب پچیاں میں
 کیا موزوں جو مطلع میں ہے وصف ثے جانان میں
 مراکت سے حور و شگل پہنچتے تھے گلت ہمیں
 یہ کیوں کروشت دل پر گواں ہو حقوق موسیٰ کا
 انہیں کی آنکھ سے ممکن ہے آنکا دیکھا ایل
 عراقان غنن آ آ کے مہر پر صدقے جوتے ہیں
 خزاں میں کیوں نہ ہو سر سبز بخت با تم بلبل
 ترسی رعب سلسل دیکھ کر ظاہر ہوا محکو
 اگر کچھ پاہوتی نہ الفت تیری زلفوں کو
 اتر نہ تھا بھی گردش قسمت کا باقی ہے
 خیال ہجر باران وطن سے جان جاتی ہے
 ربان حال سے کتا ہے میرا سرہ ترست
 اسی مصرعہ پر میں تو فصل گل میں وحد کرتا ہوں
 حوال آتی ہے بلبل دیکھ لے دھمی طرح گل کو
 سنا تا ہوں حوا صد کسی کی نرم عشرت کا
 کرینگے حشر میں ظاہر ہم مجھ جی العت
 سر حاک تہمتاں عالم کستی ہے عورت
 چنے تسلیم سر جھکتا تھا سدا سنگا یو ایس
 بھرا کی شکل یاراں کہ متہ چشم گراں میں

حلا کرتے ہیں ہلکے شمع ہم حرم ہیاں میں
 بھر گئی حکایت کی طرح چشم عراقان میں
 نظر آئے لگے شمع کے قطرے سلسلتاں میں
 نظر آئے لگا خوشید تاہاں سرج میزاں میں
 اب کبھی خاک اُڑتی پھرتی ہے موت دیدیا ناخن
 تھلی وادی ایس کی بے اپنے بیانا نہیں
 ہوں حیرت سے آئینہ یہ کیوں کر مرجم جانان میں
 کبھی ہیا پڑتا ہوں حیا و چشم جانان میں
 عرص ہانی کے حب حشر رستی ہو گلتا نہیں
 یہی دیکھ کر دل کی ہو ہستی کے رد انہیں
 نہ رہتے ہر سہو دیوانے کبھی ہستی کے رد انہیں
 گولابن کے میری خاک اُڑتی ہے میاں میں
 حصب ہے پوشش آئے حنوں محکو بیانا نہیں
 مشاں حشر کا ہوش و کما بھی اس گلت نہیں
 تری قدرت کی کیا گل کھلائے ہیں گلتا نہیں
 خطا جانے کہ آئے موسم گل بھر گلتاں میں
 نسیم موساری رعب کرتی ہے گلتاں میں
 سلاماں سماں ہوا دست جانان میں
 قدم رکھے سچا کر آئے حو حشر خود شاں میں
 آئیں کی خاک بے پاؤں ہو گور عریاں میں
 ہماری عمر وہ تہی کمی گور عریاں میں

لبِ پیما نہ دل ہے و فورِ شوقِ کامل سے
جھائے تیغِ فرقت سے خیالِ رازِ الفت سے
علوئے عرشِ مستی سے صفائی طبعِ عالی سے

مریضِ لذتِ غم ہوں لپاِ ظلمِ سائل ہوں
زبانِ حالِ سہل ہوں سکوتِ شمعِ جھفل ہوں
فدائے فکرِ اکبر ہوں نثارِ شمعِ شکر ہوں

درِ گنجینہٴ اسرارِ معنی کھول دو کہیں

بس اب پیرِ خرد اقرار کرتا ہے کہ جاہل ہوں

کہیں دل ہوں کہیں میں باعثِ بتیابی دل ہوں
کہیں تمکینِ خوبی ہوں کہیں ہنگامۂ الفت
کہیں جلوہ ہوں صورتِ کامیں ہوں شادِ معنی
کہیں عاشقِ کامِ طلب ہوں کہیں معشوقِ کی خوش
کہیں ہوں شوقِ آزادی کہیں تدبیرِ پابندی
کہیں عمرِ دورِ روزہ ہوں کہیں ہوں آرزوِ دل کی
کہیں جذبِ محبت ہوں کہیں درِ دلِ عاشق
کہیں جوشِ اہلِ معنی کا کہیں جوشِ اہلِ صورتِ کام
کہیں ہوں حسنِ کا ایا کہیں ہوں درد کی لذت
کہیں ہوں صورتِ لیلیٰ کہیں حالِ لِ مجنون
کہیں پارِ وکی محفل میں کہیں ہنگامۂ دل میں
کہیں تصویرِ حسرت ہوں کہیں مجھ پریشانی
معاون ہوں کسی جا میں کہیں امدادِ کا طالب
کہیں ہوں گوہرِ مقصد کہیں دامنِ تمنا کا
کہیں ہوں ولولہٴ دل کا کہیں ہوں ضبطِ عاقل کا
یہ دریاے معانی جوشِ پر ہے دلیر لے اکبر

کہیں انظارِ سہل ہوں کہیں میں ناظرِ قاتل ہوں
کہیں رنگِ رخِ گل ہوں کہیں شورِ غنا دل ہوں
کہیں ہوں محفلِ لیلیٰ کہیں لیلیاے جھفل ہوں
کہیں مجبورِ مطلق ہوں کہیں مختارِ کامل ہوں
کہیں میں جوشِ سو داہن ہوں کہیں طوفِ و خلاص ہوں
کہیں گھٹنے کے لایق ہوں کہیں ٹھننے کے قابل ہوں
کہیں دلِ مجھ میں داخل ہو کہیں میں دلِ اعلیٰ ہوں
کہیں شورِ انا احمق ہوں کہیں میرِ عولے باطل ہوں
کہیں قاتل کی چوں ہوں کہیں چوں کا بسمل ہوں
کہیں چھپنے کے لایق ہوں کہیں کھلنے کے قابل ہوں
کہیں میں رندِ مشرب ہوں کہیں درویشِ کام ہوں
کہیں ہوں شفیقۂ رخ کا کہیں زلفِ نکام ہوں
کہیں خضرِ ہدایت ہوں کہیں گم کردہ منزل ہوں
کہیں بہت کریموں کی کہیں امیرِ سائل ہوں
روانی میں کہیں دریا کہیں رکتے میں ساحل ہوں
مگر ساکت ہوں جب تک آپ میں آنکے قابل ہوں

کرے یک قطرہ حکما خیر شور دو عالم سے
 عیاں ہے رنگِ باغِ عشق میری خاکساری سے
 عجیب مجبور میں ہوں سرکشی اور خاکساری کا
 وہ دایح آرزو میں جس سے دل امن بچاتا ہو
 تصور وہ ہوں جو ہر نگہ پر تصویرِ جانناں کا
 جسے چشمِ تصورِ عجب میں بھی پائیں سکتی
 رہ الفت میں آتی ہے یہی آوازِ دوزخ سے
 صدائے صوفیہ سے شورِ قیامت کا یہ ایسا ہے
 وہ محسوس ہوں کہ جسکی ہر قطرہ تصویرِ لیلیٰ ہے
 اصل سے پوچھتا ہے سرِ نفس صابر آتاسے
 کہاں اس بحر سے حائیسے کج کرگو برعموں
 غزل ایسی پڑھوں جس سے ماریہ صدائے نکلے

و فور شوقِ قاتل سے ثنائی بہت دل ہوں
 ہجومِ آہ سوزاں سے خیالِ شے جانناں سے
 حجابِ شے قاتل سے علمِ ناکامی دل سے
 و فور شوقِ ماتم سے صدائے مالہ عم سے
 ہوا سے باغِ عالم سے حلقےِ سخنِ خم سے
 بلائے یاوگیو سے خیالِ تیغِ اردو سے
 خیالِ حسنِ صورت سے ہجومِ دردِ الفت سے
 ہوائے شعلہِ نغم سے جہاں چرخِ ظلم سے
 نیم صبحِ عشرت سے مریخِ شوقِ دولت سے

اسی جامِ حشر اب تک کا ساقی سے سائل ہوں
 گلستانِ محبت کا ہوں گلِ گو صورتِ گل ہوں
 حوصلہ مادہ و آتش سے توابِ خاک سے گل ہوں
 کوئی پہلو نہیں ملتا ہے نئیائیں ہول ہوں
 خیالِ یار سے ٹکراتے ہیں وہ دل ہوں
 سراپاِ حتم ہو کر میں اسی فعل میں ہوں
 کہ میں بھی اک شہرِ شعلہِ بیتابی دل ہوں
 کہ میں بیباختہ اک نالہ مستانہ دل ہوں
 حجابِ حسنِ ناٹھ جاتا ہے جس سے میں ہوں
 اعازت ہوا اگر تیری تو پھر سیہ میں ہوں
 سخنِ دریا جو طبعِ رسا سے میں بھی سائل ہوں
 عروجِ فکرِ عالی ہوں نشانِ عشقِ کامل ہوں

امیدِ مدد دل سے مقیم کوئے قاتل ہوں
 فروغِ رزمِ ماتم ہوں حلیہِ خاد دل ہوں
 نگاہِ چشمِ حسرت ہوں شہیدِ مارِ قاتل ہوں
 رتِ نیکِ حالِ حسرت ہوں شکستہ تیرہل ہوں
 بقائے رنگِ عشرت ہوں مائے رنجِ بیل ہوں
 طورِ جوشِ سودا ہوں نگاہِ حالِ بیل ہوں
 برائے اوجِ معنی ہوں مثلِ عشقِ کامل ہوں
 چراغِ داغِ حسرت ہوں گرفتارِ خم دل ہوں
 ہجومِ جوابِ عقلت ہوں چراغِ عمرِ غفلت ہوں

اگر دعویٰ کی گنجی کروں نہ خوش نہ ہو جانا
توقع رہتی ہے ہر دم کہ دم لینے کی ہمت ہر
رسائی زلفت نے پائی قدم تکاب وہ کیوں آئیں
خبر لیتے ہیں اُسکی جسا دیکھنا نہ سمجھتے ہیں

میں اس آئینہ خانے میں تر آئیں مقابل ہوں
معاذ اللہ اپنی موت سے کس درجہ غافل ہوں
بہانہ خوب ہاتھ آیا کہ پابند سلاسل ہوں
مجھے کب پوچھتے ہیں میں تو اک تحصیل حاصل ہوں

زمین شعر جس سے آسمان بجاے لے اکہر
علو سے طبع سے ایسی غزل پڑھنے پائل ہوں

جولنت آشنائے دروہشت ہو میں وہ دل ہوں
نصیب ایسے کہاں جو زینت فکرک قاتل ہوں
پئے نظارہ جب سے عالم حیرت میں داخل ہوں
سنا کر وصفت قاتل میں نے لاکھوں کو کیا بے
فغانے دہر ہے تنگ اپنی بیانی کی وسعت سے
فنا ہے ہستی موسوم سیر می بقرار ہی میں
خوشی میں روح جانے سے رنگی حشر تک باہر
تو بے چاہتا ہوں جس سے وہ امن بچاتا ہو
قضا کا وہم بھی جس جانہ پہنچ گیا قیامت تک
جو کی کچھ گفتگو پیر خرد نے راہِ الفت میں
و کہا یا سچو دی نے آئینہ جب میری ہستی کو
عجب مصنوع میں پیدا ہوا ہوں بیت ہستی میں
ثبوت اسکا مجھے بھی خود فراموشی سے یاد آیا
اول میں روئے جا تاں سے اشارہ تھا یہ مصحف کا
جو پوچھا ہستی ہستی میں کیونکر فرق ظاہر ہو

اجل جسکو قیامت تک نہ آئیگی وہ بے بے ہوں
جسے صیاد نے دیکھا نہیں وہ صحرے بے بے ہوں
یہ مجھ رو سے قاتل ہوں کہ شکل چشم بے بے ہوں
میں اس تعریف سے گویا زبان تیغ قاتل ہوں
ترپنے کی جگہ ملتی نہیں جسکو وہ بے بے ہوں
دل بیتاب کے ہاتھوں سے میں شکوے بے بے ہوں
پشکر جس سے قاتل رو رہا ہو میں وہ بے بے ہوں
یہ عالم قتل کا میدان ہو میں خود اپنے بے بے ہوں
وہاں تیغ نگاہ ناز قاتل سے میں بے بے ہوں
کہا تقریر نے خاموشی میں کم کردہ منزل ہوں
ہوایہ صامت روشن وہ منہ حق ہو میں باطل ہوں
عجارت میں بہت آسان ہوں معنی میں مشکل ہوں
وہ دعویٰ کر رہے تھے کل انسان کی میں مامل ہوں
تمنا ہے کہ میں بھی تیری ہی صبرت عین نازل ہوں
کمر نے یار کی ایسا کیا میں حد فاصل ہوں

موظف حسن و عشق ۔ کیونکر حسیہ باغ میں
درگاہ حائے والے میں عید کے ساتھ وہ
شرکاء کا عکس عارضِ روش میں دیکھ لے
خوشید تجھے تیرے حوئے اور کر دیا
اُس بُت کے دل کا اس دلِ روش میں ہو خیال
ملنا نصیب میں سے تو ہو کچھ فسر و غی
پھیلی ہمارے سورِ محبت کی داستان
رنگینی اُس کے عارضِ پرور میں ہیں

بے روتی و سوز و رازِ چہرہ باغ میں
گئی حل رہا ہے آج تو گھر گھر حسیہ باغ میں
دیکھا نہ جس نے ہو کبھی حشرِ چہرہ باغ میں
کیا روشنی تھی صورتِ اختر حسیہ باغ میں
بے خُس اتفاق سے پتھر حسیہ باغ میں
تھی کی جا رہے تین لاغر چہرہ باغ میں
تھی بڑی جو شام سے گھر گھر حسیہ باغ میں
بے حاوہ سسارِ مٹی تر حسیہ باغ میں

داعِ گناہ سے دلِ مومن کو کیا ضرر
- دولتی سیاہی بھی تو ہے اکبر چہرہ باغ میں

حودی بھی مجھے حب و وفا ۔ تھی وہ پہلے سلطانِ باغ
ولا کیونکر میں میں اُس غبارِ روش کے مقابل
خیم کیونکر پاکِ رشکِ پہلی کے دل سے ماناں ہوں
نہیں معلوم اسکو تیری جیتوں سے مقابل ہوں
نگاہِ ماز سے تنے اگر دیکھا نہیں مجھ کو
مناں کیسی کہ جو بے شکوہ بھی لبیر ۔ آئیگا
روانفت وہ کہ چہرے قصا بھی جس سے ڈرتی ہے
حوہ میں بھٹکے لحظہ دلِ حسرت کی ترقی ہے
ہر داسے رہا ہے گمراہاں اس دستِ غوث میں
یہ پیرے سامنے تیج و رہن کیا اُٹھارتے ہیں
مکمل مقدمے سے سما وہ نکلا دلِ ماکامی

ارٹل سے کشتہ تیغ نگاہِ مارِ قاتل مومن
سے خورشیدِ محتر دیکھا کرتا ہے میں تلی ہوں
مجھے بھی ان دنوں سوا ہر دیوانہ نہیں سلطانِ باغ
مجھے و اعطی تھا ہے کہیں مرنے سے عامل ہوں
تو پھر میں کیوں تڑپتا ہوں ۔ جی ہاں سلطانِ باغ
یہ جب تک تم ۔ کہلو گے واکا تیری قابل ہوں
قدم رکھتا ہے دل میں مٹا رہت ہے دلِ مومن
عجب کیا رقتہ رقتہ میں سراپا صورتِ ان
مسافر ہوں پریشان حال ہوں گم کردہ سرِ ان
اگر مجھے کوئی پوچھے کہوں دو تو نکالناں ہوں
عصا باغ سماں میں جاتی ترست کا سالِ باغ

وہ تمنا ہوں جو رشتی ہے پہلیہ جی کے ساتھ
 رنگ وہ ہوں جو زمانے کے باہر رنگ سے
 شوق وہ ہوں وسعتِ دل جسکے آگے تنگ ہے
 دل وہ ہوں جس میں چھبے ہو غارِ حسرت سیکڑوں
 نقد سودا وہ ہوں جو راج نہیں بازار میں

حاصلہ وہ ہوں جو دنیا میں نکلتا ہی نہیں
 وہ زمانہ ہوں جو رنگ اپنا بدلتا ہی نہیں
 جہنمِ مطلب وہ ہوں جو متہ سے نکلتا ہی نہیں
 خارِ حسرت وہ ہوں جو دل سے نکلتا ہی نہیں
 سکھ دلِ جنوں وہ ہوں جو چلتا ہی نہیں

سلسلہء

یہ مصرعہ چاہئے لکھنا ہیا صلی چشمِ وحدت میں
 برنگِ حن جو بے جلوہ فرما ان کی صورت میں
 اگر میں ڈوب جاؤں قلعہء اشکِ انت میں
 بھریں گلمائے حسرت ہی سے دامنِ تمنا کو

خدا کا عشق ہے عشقِ مجازی بھی حقیقت میں
 خمیرِ عشقِ بکر ہے وہی میری طبیعت میں
 گناہوں کا سفید غرق ہو دیئے رحمت میں
 جو آنکھیں ہیں ہر سیرِ گلزارِ محبت میں

لکھا خونِ جگر سے صفحہء دل پر اسے اکبر
 اختر ممکن نہیں پیدا نہ ہو نقشِ محبت میں

گئے لگاؤں کریں پیار تم کو عید کے دن
 غضب کا حُسن ہے آرائشِ تمیاز کی
 سنبھل سکی نہ طبیعت کسی طرحِ میسری
 وہ سالِ بھر سے کورت بھری جوتھی دل میں
 لگا لیا انھیں سینہ سے جوشِ الفت میں
 اکہیں ہے نغمہء بلبل کہیں ہے خذہء گل
 سویاں دودھ شکر میوہ سب مہیا ہے
 لے لے لے شیریں کا تیرے اک بوسہ

ادھر تو آؤ مرسے گلزارِ عید کے دن
 عیاں ہے قدرتِ پروہ کا عید کے دن
 رہا نہ دل پہ مجھے اختیارِ عید کے دن
 وہ دُور ہو گئی بس ایک بار عید کے دن
 غرض کہ آہی گیا مجھ کو پیارِ عید کے دن
 عیاں ہے جوشِ شبابِ بہارِ عید کے دن
 نگر یہ سب ہے مجھے ناگوار عید کے دن
 تو لطف ہو مجھے البتہ پارِ عید کے دن

پروانوں کے پروں کا بے دفتر چرخ میں

معتون سوزِ غم نہ ہو کیونکر چرخ میں

یہ تم کیوں خوش ہوتے وہیں کو کیا سمجھتے ہیں یہی اکھیں ہیں حنا و رگس شلا سمجھتے ہیں ترے نقش کف پا کو بد بیضا سمجھتے ہیں	وہ ہرکو کچھ نہ سمجھے اے رقیہ اختیار اٹکا یہی نسخ ہے کہ حیرت پل کا اطلاق ہوتا ہے تو وہ رقص تخیل ہے کہ تیرے دیکھے اے
---	--

نعل اک اور ٹیٹے آج ایسے رنگ میں اکبر کہ ارباب صیرت حکو عورت را سمجھتے ہیں
--

عواہی زندگی کو حباب آسا سمجھتے ہیں گواہی دینگے رور حشر یہ سارے گناہوں کی شریک حال دیہیں مضر آتا نہیں کوئی حوہیں اہل صیرت اس تماشا گاہ ہستی میں	نفس کی موج کو موج لب دریا سمجھتے ہیں سمجھتا میں نہیں لیکن مے جھا سمجھتے ہیں نقطہ اک میکی ہے حکو ہم اپنا سمجھتے ہیں ظلم زدگی کو کھیل لڑکوں کا سمجھتے ہیں
---	--

معاذوں منرے میں سراپا عیب ہوں اکبر حایت ہے احاک کی اگر اچھا سمجھتے ہیں

شوق نظارہ کھسی دل سے نکلتا ہی نہیں چمین سے ہو ٹھیا کیوں کر نصیب اچھے ہیں اصل کے پیام میں کیا کیا دکھائے انقلاب کس غصہ کا ہے معاد اندہ طولِ روبرو ہر قدم پر دل پڑے ہیں حسرت یا مال میں چدر روز آیا تھا میری قریب وہ شغلہ رُو جسے جیا ہا تھا وہ ہو لیکن ودئی صحرای نوسہ کیسا گالی دیے میں بھی آنکھ ٹھکل ہے صورتِ روارہ ہلکے حاک بھی میں ہو گیا تخل حسرت وہ ہوں میں حکو میں کیاں بیا فصل	حی ہمارے ترے دیکھے ملتا ہی نہیں خوشِ حشر سے مزاج اپنا سنھلتا ہی نہیں ہر میں رگب ملک اب تو دلتا ہی نہیں حشر محمد یر ہو گیا لیکن یہ ڈھلتا ہی نہیں اب میں پر پانوں رکھ کر بار چلتا ہی نہیں اب تو وقت سے جیلخ گور جلتا ہی نہیں موت کا حسبِ وقت آجاتا ہے ملتا ہی نہیں آن لوں سے کام اپنا کچھ نکلتا ہی نہیں دل جزا سے شمع رو لیکن پگھلتا ہی نہیں وہ شجر ہوں بلخ عالم میں جو پھلتا ہی نہیں
--	--

لکھتے ہیں کلک تصور سے ترے نام کو ہم
بادہ نوشی میں بسر کرتے ہیں ایام کو ہم
فصل اس شوخ کی آنکھوں میں پھر کرتی ہے
نظر آتی ہے جو گلزار میں پھولوں کی ہمار
آپ جواں کا اثر باد کا گل رنگ میں ہے
گردش چشم حسیناں کا نہ کہئے احوال
ایک دن تم کو لب گور سے سنواویں گے
رہتی ہے کار دو عالم سے ہمیں وحشت سی
رہ چکے ہیں جو کبھی فصل بیماری نہیں اسیر

اجل سے وہ ڈریں جیسے کہ جو اچھا سمجھتے ہیں
ہمیں ہے خاکساری میں بھی درخسود ہونی کا
کوئی کیا سمجھے اطراف نئی انکار جاناں کے
تمساری ناخوشی کا ڈر ہمیں مجبور رکھتا ہے
یقین کھار کو آتا نہیں روز قیامت کا
جنوں زائل ہوا ہوش آگیا صحت ہوئی ہلکو
کسو کا کس کے کیوں سرگوشیاں کرتے ہوش میں
رہے سرسبز گلشن آنکے ہرم عیش و عشرت کا
رنگاروں کے اشاروں سے جو حکم اٹھنے کا ہوتا ہے
میں اپنے نقدِ دل سے جس اُلفت ہوں لیتا ہوں
اُسے ہم آخرت کہتے ہیں جو مشغول حق رکھے
نثار اپنے تصور کے کہ جسکے فیض سے ہر دم

کام میں لاتے ہیں لوحِ دلِ ناکام کو ہم
خطِ تقدیر سمجھتے ہیں خطِ حرام کو ہم
آنکھیں دکھلاتے ہیں اب گردشِ ایام کو ہم
یاد کرتے ہیں حسینانِ گل اندام کو ہم
لبِ جاں بخش سمجھتے لبِ حرام کو ہم
جاتے ہیں اثرِ گردشِ ایام کو ہم
کہ نہیں سکتے ابھی عشق کے انجام کو ہم
نہیں معلوم یہاں آئے ہیں کس کام کو ہم
کانپ کانپ اٹھتے ہیں جب دیکھتے ہیں نام کو ہم

یہاں ہم چار دن کی زندگی کو کیا سمجھتے ہیں
اسے بھی ہم غبارِ خاطرِ اعدا سمجھتے ہیں
یہ رمزِ ن ترانی حضرت موسیٰ سمجھتے ہیں
نہیں تو اسے صنم اغیار کو ہم کیا سمجھتے ہیں
اسے بھی وہ تمہارا وعدہ فردا سمجھتے ہیں
بڑے عیار ہو تم اب تو ہم اتنا سمجھتے ہیں
خبر بھی ہے کہ لوگ اپنے دلوں میں کیا سمجھتے ہیں
کھل جاؤ نگاہیں ٹھکوا اگر کاٹنا سمجھتے ہیں
مجھے بھی آپ کیا درودِ شیدا سمجھتے ہیں
اطبا کو ذرا دیکھو اسے سودا سمجھتے ہیں
خدا سے جو کرے غافل اُسے دینا سمجھتے ہیں
جو ناپیدا ہے نظروں سے اُسے پیدا سمجھتے ہیں

میں نہ رشک محوں جس سے وحشت کو بھی وحشت ہے
کیا ہے عاشق اکیر وہ نیتیں کا ٹھکانہ قسمت نے
وہ آئے ہی جو ہالیں پر تو ایسے وقت میں آئے
حواسے نار سے پوچھا کہ تیری آرزو کیا ہے
نہ نکلیں اشک حسرت نزع میں ملے یکسی کیونکر

وہ میرا ہے میرا جس سے گھولنا ہے میرا تک
میں وہ بیمار ہوں جو جانتیں سکتا میں تاک
کہ مرنا صحن سے ہم کر میں سکتا تھا تک
غوشی سے ہوئے سیر کہ ہم ہوئے تنہا تک
وہ یکس ہوں نہیں بے کوئی مجھ پر دینا لا تک

جو صاحب صاحب معراج ہے یہ نظر اکیر
مری فکر سا جاتی ہے اب عرشِ معلیٰ تک

عمر اسل

چشمِ عاشق سے گریں بختِ الٰہی پاشک
اپنے دامن پر گرا کر کیوں اسے کرتے حراب
جانبِ بخیر گدے پوچھ چا جاتا ہے دل
لوگ کیونکر چھوڑ دیتے ہیں محبت و عتقا
رکھ کے قصور خیالی بار کی ہوتی قطعہ
داغوائے سینہ گل ہیں آہ سرد الہی لیم
ہار گاہِ عشق کہنے تیرے دولتِ حائے کو
حون کے پیر میں چھپ جاتی ہے عابدِ باتواں
ساتھ ساتھ اپنے حنائے کے یہ چلائی تھی روح
شیخ اگر کہہ میں حوش ہے رہیں تجاے میں
تھد کرتا ہوں جو اٹھنے کا تو مرنے ہیں وہ

آپ یوں دیکھیں تماشا کا کریمہ شاک
جانتے یکساں اگر ہم گوہرِ یاب و اشک
دیکھئے اب میرے سر پہ کیا ملا لانا ہے دل
میں تو جب یہ تھد کرتا ہوں مچل جاتا ہے دل
رات بھر مجھ کو شبِ فرقت میں ٹرپاتا ہے دل
گلشنِ بہتی میں کیا اچھی ہو اکھاتا ہے دل
حو کوئی آتا ہے یاں تجھے لگا جاتا ہے دل
عاشقی کے معرکے میں کام آجاتا ہے دل
اکو بیٹی میں ملائے کو لئے ماتا ہے دل
اپنے اپنے طور پر بر شمس بہاتا ہے دل
اور مٹیوں دو گھڑی صاحب کہ گھبرا جاتا ہے دل

یہ ہمیں کتنے ہیں درو جاؤ اب تم رات کو
بس انہیں باتوں سے اکیر میرا جل جلا ہے دل

نگاہ پڑتی ہے اُن پر کلام محفل کی
نگاہ اُس بُتِ خود میں کی ہے مے دل پر و
مستبول کیجئے للہ تحفہ دل کو
یہی نظر ہے جو اسبِ قاتلِ زمانہ ہوئی
غریب خانہ میں للہ دو گھڑی بیٹھو
ذرا سی دیر ہی ہو جائے گی تو کیا ہو گا
جو گھر میں پوچھے کوئی خوف کیا ہے کم دینا

ق

وہ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے کسی طرف
نہ آئینہ کی طرف ہے نہ آری کی طرف
نظر نہ کیجئے اس کی شکستگی کی طرف
یہی نظر ہے کہ اٹھتی نہ تھی کسی کی طرف
بہت دنوں میں تم آئے ہو اس گلی کی طرف
گھڑی گھڑی نہ اٹھاؤ نظر گھڑی کی طرف
چلے گئے تھے ٹھٹھے ہوئے کسی کی طرف

ہزار جلوہ حسنِ بتاں ہوئے اس پر
تم اپنا دھیاں لگائے رہو اسی کی طرف

۱۳۴

کوئی پروں بچا نہیں لے یا تیرے قیڑ تھا تک
کبھی شریف تو لائیں وہ مجھ مجھ تمنا تک
دبستانِ محبت میں ہو حاصل نہ کچھ جھک
گھمٹاں میں جو بلبل رنگ گل پہچان دیتی ہو
تیری فکر کمر سے ہو گیا ہے اس قدر نازک
دل صد چاک آتا ہے نظر جو صورتِ شانہ
گماں ہے کاروانِ جذبہ دل کا مجھے ایسا
نقابِ ایشین اگر وہ عارض پر نور سے اپنے
جو ہے طوقِ گلو کرداب تو زنجیر پاہو میں
نہا کر آبِ آئینہ کیا ہے اُسے پانی کو
زمین پر شمع روشن ہے فلک پر ماؤ تاباں ہو

ہماری فکر عالی سرو سے ہو آئی طوبیٰ تک
دل مشتاق کیا اُن پر غلے جانِ شیرا تک
کتابِ عمر آتشِ یو گئی حرفِ تمنا تک
نہیں پہونچی نظر اسکی تیرے زسارِ زیبا تک
کہ مشکل سے پہونچتا ہے تصورِ نامِ غمِ تھا تک
رسائی اسکی ہے شاید تیری زلفِ چلیا تک
کنوئیں سے کھینچ لایا تھا جو یوسف کو بلیا تک
شبِ یلد کو سمجھے روزِ محشرِ چشمِ علی تک
تیری الفت میں انسان کیا کہ دیوانہ ہو دیا تک
نگاہیں بے تکلف جارہی ہیں قصہ دیا تک
تمہارے نور سے میں فیضِ یاربِ دلی اسے علی تک

حل رہا ہر طرح پھولوں کی چادر میں چراغ
 پڑ رہا جائے حادو سے چشم فوس گئی میں چراغ
 ماہ کا جلتا ہو جیسے صبحِ اختر میں چراغ
 ہے یہ گریبا شکر احسان سکند میں چراغ
 عکسِ عارض نے عکسِ چشم جوہر میں چراغ
 مٹو ح سے سیکڑوں جلتے ہوں لشکر میں چراغ
 کیا جواب اسکا خدا کو دیکھا محشر میں چراغ
 چاہئے افراط سے اللہ کے گھر میں چراغ
 اس شستاں میں دھما میرے تقدیر میں چراغ

یوں خیالِ گلستاں میں ہے منور داغِ دل
 دیکھے ہو تم مستِ یروانہ تنہائے نہ یہ
 یوں ہے افشاں میں عیاں پشائیِ روتن تیری
 کر رہا ہے بصفتِ آئینہ کا جو وہ شعلہ رو
 رو رہا روشن آئینے کا رخسار نے تنہا کر دیا
 یوں ہے دل کی ٹوٹا ہونیں داغِ حسرت کا جھوک
 نیگہ ہر شب لیا کرتا ہے پروانوں کی جاں
 دل میں جتنی ہو سکے دھوں کی کثرتِ خوب ہو
 نرم ہستی میں نہ دیکھا پر تو رو سے صنم

غم کے شعلے یادِ عارض میں جلتے رہتے ہیں
 آج کل ہیں دشمنِ جاں برم الکبر میں چراغ

عمدہ سال

آپ سے آتے ہیں علقِ عشقِ منظرِ کی طرف
 جذبِ دل یہ تم کو لایا ہے مسے گھر کی طرف

پوچھتا ہے تب کوئی اُتے کے ہے تم سے عشق
 بکھنے میں پیار سے تیرا کے الکبر کی طرف

نظر اٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کی طرف
 نظر ہو ایک کی حاتی ہے عیب ہی کی طرف
 خیال تک نہیں جاتا کبھی ہنسی کی طرف
 وہ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے ہنسی کی طرف
 خدا کسی کو نہ بھلائے اُس مٹی کی طرف
 تو دل سے ہوتے ہو وہ پردہ تم اُسی کی طرف

اُچھیں نگاہ سے اپنے حال ہی کی طرف
 توجہ اپنی ہو کیا میں شاعری کی طرف
 لکھا ہوا ہے حمد و امر سے مقدر میں
 تمہارا سا یہ بھی جو لوگ دیکھ لیتے ہیں
 بلا میں بھستا ہے دلِ معت جاں جاتی ہو
 کبھی جو ہوتی ہے نگرِ غیر سے ہم سے

شو قلم آمادہ و دل مائل و کت تل بہ کہیں
وقت آنست کہ یا شام غریباں سازم
حسرتے چند بہ دل دارم و این نکتہ بس است
نگواز عمل میانی و بہ بین نختہ دلم

اندریں وقت از بے صبری من بیچ میسر
باش و اسے مسغرا از صبح و طن بیچ میسر
وز کہ آموختہ ام طرز سخن بیچ میسر
اشک من بنگر و از درِ عدل بیچ میسر

بیکسی محکمت تربیت اولود بدشت
قصہ کبر مجبور وطن بیچ میسر

وہ رشک گل نہ ہوا ہم سے ہلکار افسوس
بہت پسند تر از رنگ ہے مجھے لیکن د
بتوں کی یاد میں پتہ بھی بھولے ہم دم مرگ
جو بیکراری نے آنے دیا نہ دل کے قریب
کسی نے بزم میں سمجھا نہ باعث گریہ

ہمار عمر حزنہاں ہو گئی ہزار افسوس
بقا نہیں تجھے اب ہوسم ہمار افسوس
چلے جہان سے آخر گناہگار افسوس
تو میرے حال پہ کرنے لگا قرار افسوس
تمام رات رہی شمع اشکبار افسوس

طریق عشق میں ہادی در ہنگام چہر
جو ایک دل بھی ملا ہے وہ بیکر افسوس

مشاعرہ سلسلہ ادب

کام آتا ہے جو وصفِ رو سے دلبر میں چراغ
یا دقراں و رخ روشن ہمارے دل میں ہے
آہ کھڑتا ہو کہ تو رکھ لیتے ہیں وہ رخ پر نقاب
جب سے تحریرِ ثنائے رخ میں کام آتا ہے یہ
پھیل بائے گی جو ظلمتِ نامہ اعمال کی
ول دور سے ہیں جو چشم مست ساقی میں حیاں
دل کے پیانے میں داغِ بھر ساقی یہ نہیں

اج پر رہتا ہے ہر محفل میں ہر گھر میں چسپان
یا کسی نے رکھ دیا پہلوئے خنجر میں چسپان
کہتے ہیں صاحبِ ٹھہر تاکتے مہر میں چسپان
ہے عوضِ بچی کے فکوتارِ مسطریں چسپان
میرا یہ داغِ ندامت ہو گا محشر میں چسپان
ہیں ظلمِ حق سے روشن یہ ساغر میں چسپان
میکشور روشن کیا ہے میں نے ساغر میں چسپان

<p>حالاں بندوں کے سوا کوئی نہ دیکھے روئے دوست دیکھے آنے تھے ہم جس کی کوئے دوست اہل دل کو ذکرِ قمری سے یہ آتی ہے صدا رقص کرتی ہے نسیم صبح کیوں مستانہ وار کیسے کیسے گل کھلے ہیں نقشِ پاے یار سے وہ گل رنگیں ہوں میں پیدا سے جس سے رنگ یار دشمنوں کا سرِ حکومت سے ہے جھکے کے لئے میں وہ آئینہ ہوں اس چہرے سر سے دہر میں</p>	<p>حالاں ہے تیج تھا کی مہیاں اروسے دوست آپ سے ملنے ہے اگر میان کوئے دوست باعِ دل میں چاہئے سرو قد و نحوئے دوست گلشنِ دل سے ازل لائی ہے شاید کوئے دوست حیرتِ داماں گلپس ہر بابے کوئے دوست رنگ و بہر میں چہاں ہو گئی کوئے دوست میری گردن ہے رلے محراب سے دوست جس میں چہرے کوں رہتا ہو عکسِ دوست</p>
<p>چہرے کہ عشقِ اومی رقصِ دومی سوزد وہ سمیعِ جوئے میں نغمہ دے رنجِ حوت ہر سمیعِ سیاہِ اومی گر پدِ دومی کا ہر</p>	<p>دل بہت کہ دریلو می رقصِ دومی سوزد یہ رواہ نگرداد می رقصِ دومی سوزد ہر تعلقہ شوقِ اومی رقصِ دومی سوزد</p>
<p>رائے دل یہ مراد و جگر ہو کیو کر محفلِ عشرتِ اعیار میں رہتے ہیں حضور</p>	<p>وصلِ حاماں ہے دوا اسکی مگر ہو کیو کر حالِ غم دیدہ ہجرال کی غیر ہو کیو کر</p>
<p>حلوہ شاہدِ مہمی کی ہیں مستاق آکھیں ہیئتیں ہیں انہیں رہتی ہے بہت عواہشِ در حاضری کا حلا حکم تو یہ ہوا رستاد</p>	<p>حسنِ صورت مجھے متکبرِ نظر ہو کیو کر واں بھلا ہے عریوں کا گور ہو کیو کر درِ دولت پر جو آؤں تو حشر ہو کیو کر</p>
<p>عزمِ بحر تو یہ کردہ است مس پہنچ میرس مالِ من چو توانی بر یاداں رخسار ستوارِ مرگس و عارج و حرمِ مہشیں دقتے بہت نہ تفریحِ کمرِ پہنچ گور آخرِ فصلِ سارا است و عزمِ نہشتِ گل</p>	<p>گرے می آیدم از رنج و محن پہنچ میرس اسے صاف ہے دوری و طس پہنچ میرس ہاشمِ مستقی و از گور و کھن پہنچ میرس شکلے بہت ذاسرار دہن پہنچ میرس دیگر از حسرتِ مرغانِ چین پہنچ میرس</p>

حیرتم نبود بریں افواج کما اے لیلائے حسن
مرکز آسانقطہ سوہوش انکار دلبس
ہست رقرار حیدناں باعث صد انقلاب
سوز عشقِ روئے تو دارم بایں کم یابیگی
جوشِ زوچوں پر تو نورِ عرشتِ اے بحرِ حُسن
پر تو نورِ ت نمود اعجاز ہنگامِ شستا
مے کشاں مے خورده از بحرِ تردد بگذرند
دانائے بسجہ در دستِ است و شوقِ جو طبع
بر سرش زہرہ اگر تاباں سیرانِ خوش است
بر سپرِ معنی روشن چو کما مے سیر کرد

ناقات گردوں اگر سازند محفلِ آفتاب
گرد و وار در حلقہ بزم تو دلِ آفتاب
میکند تفسیرِ فصل از طے منزلِ آفتاب
اخترے ہستم کہ پنهان کردہ در دلِ آفتاب
در آفتاب گم گشت مثلِ موجِ ساحلِ آفتاب
قطرہ قطرہ گشت در دامنِ ساحلِ آفتاب
می رساند کشتیِ رنداں بساحلِ آفتاب
بر کفِ انجم دارم و پویشیدہ در دلِ آفتاب
بگذر دزد و دزدانِ نواحِ چاہِ بابلِ آفتاب
ارم خاں آورد اکبر سوئی محفلِ آفتاب

آفریں اکبر بریں روشن بیانہماے تو
شعری خوانی و می تابد بہ محفلِ آفتاب

دلِ مفسرہ شد و عشقِ و آرزو باقی است
گماں مبر کہ ستم کہ دی و وفا نہ کنم
فناں کہ آتشِ غم زیرِ خاک ہم نگذاشت
بہرِ عشقِ قدیم و دست و پا نہ ز مدیم
ابلیں بیگم و جانم ببرد و دل بگذاشت
خداے صورتِ زیبا رنے کہ فانی نیست
ز زشتیِ عجبِ حکیم در لحدِ نئی پر سند
پس قنابہ لحدِ ہم قرار نیست مرا
بحسنِ فانی دنیا مبدلِ دلِ ابر

نمائند در گلیِ شرمزدہ رنگ و بو باقی است
بیابیا کہ ہماں شوق و آرزو باقی است
ہمزو سوزِ دل و آہِ شعلہِ خو باقی است
ہزار منتِ ہمت کہ ابرو باقی است
فناں کہ جانِ عزیزم شد و عدو باقی است
مشارِ حسنِ حسینے کہ حسنِ او باقی است
ہزار شکر کہ یادِ رخِ نکو باقی است
مگر بہ دلِ خلشِ حنا آرزو باقی است
فنا شود و رہ آں کس کہ نام او باقی است

<p>اجہا نے پوچھا حو مرا حال تو نو لے دیکھا ہے عجب رنگ کچھ اس دور فلک میں یاں تیشہ دل حو تما سے بے لہر سب سے شوق میں اُن نگہوں سے ایدل محشی ہے جس سالی کی و پر جو حادث اے حسرت ناصح دے سننے گا یہ تمساری کرتے وہ نگاہوں سے اگر بادہ مروشی حسرت ہی رہی رہی رنعلی کے نظارہ کی محکم کس طرح ہوا مائل گیسو نہیں معلوم</p>	<p>مستے ہیں وہ ان روزوں ہے دیوانہ کسی کا کوئی نہیں اسے ساتی میحسانہ کسی کا وہاں بادہ کھام سے ہمیشہ کسی کا اس دور میں خالی ہیں پیہ۔ کسی کا واجب ہے مجھے سجدہ شکرانہ کسی کا میرا دل وحشی تو ہے دیوانہ کسی کا ہوتا۔ گد ر جانس۔ میٹا۔ کسی کا یہ پنجہ ترماں۔ بسنا شاہ۔ کسی کا پاسد۔ تھا یہ دل دیوانہ کسی کا</p>
---	--

<p>ہم جاں سے نیا در بنا کرتے ہیں اکبر جب سے دل بیتا ہے دیوانہ کسی کا</p>	
--	--

یہ دوسری غزل ہے عاکبر نے مشاعرے میں پڑھی عمر ۲۲ سال

<p>سہارک مکتو موسم پھر آیا بادہ حو ای کا سایت اجتماع آتش و سیما مشکل ہے ہما۔ حیرت خاطر شگفتہ کر سیں سکتی چس میں حدہ زن گل ہے تو سیمانے میں چلیہ سحر کرتا ہوں پرونگوں میں حادو بیانی سے ہوئی ہے العیت معوی میں دیوانگی محکم</p>	<p>چس میں شور ہے پھر آہ وصل ساری کا حوالہ رخ میں کیونکر حال نگہوں معیت ساری کا فقط کلیاں کھلا تا کام ہے ماؤ ساری کا یہاں ہے فیض ساتی ماں کرم بادہ ساری کا حیدوں میں صدا ہے مری دی اختیار کسی کا مقرر کیونکر۔ اک عالم ہو میری پریشانی کا</p>
--	---

<p>ناقصاں ہا سو دختہ پر تو را بل کمال میت در قطع رہ ہر دور در اولیں ہر سحر راں و ہر شامے بختی می پیش</p>	<p>ماہ نور امی کشد در نور کا گل قباب صدت میں بہت حلیہ چتر تل قباب شد مگر اد عمر و حسن تو مصل آفتاب</p>
--	--

دکھلاتے ہیں بُت جی کو؛ مستانہ کسی کا
 گر شیخ و برہمن سُنیں افسانہ کسی کا
 اللہ نے دی ہے جو تمہیں چاند سی صورت
 اُس کو چہ سے ہے گبر و سماں کو عقیدت
 اشک آنکھوں میں آجائیں عرصہ نیند کے صاحب
 جاں اپنی جو دی شمع کے شعلے سے لپٹ کر
 شمعِ عرق روشن کا وہ جلوہ تو دکھائیں
 کیا برق کی شوخی مری آنکھوں میں سائے
 الفت مجھے اُس سے ہے اُسے غیر ہے ہے شوق
 عشرت نہیں آتی جو مرے دل میں نہ آئے
 حیراں ہوں بسے تابِ جمال آئے گی کیونکر
 پہونچی جو نگہِ عالم سستی میں فلک پر
 کرنے نہیں دیتے جو بیاں حالتِ دل کو
 سامانِ تکلف نظر آئیں گے جو ہر سو
 نالاں ہے اگر وہ تو یہ ہے چاکِ گریباں
 چشمِ دلِ عاشق کا نہ کچھ پوچھئے احوال
 تاخیرِ جگ کی صحبتِ عارض نے دمِ خواب
 کوئی نہ ہو اروح کا ساتھی دمِ آخر
 کچھ دور نہیں ساتھی کوثر کے کرم سے
 رکھتا ہے قدم کو چہ گیسو میں جو بے خوف
 تاثیرِ محبت سے جو ہو جاتے ہیں بے چین

یہاں کعبہ مقصود ہے بختِ شانہ کسی کا
 سب نہ رہے کعبہ و بختِ شانہ کسی کا
 روشن بھی کرو جا کے سیدِ شانہ کسی کا
 کعبہ جو کسی کا ہے تو بختِ شانہ کسی کا
 ایسا بھی کسی شبِ شمعِ افسانہ کسی کا
 بھانجِ روشن اُسے پروانہ کسی کا
 ہے جو سلسلہ بھی صورتِ پروانہ کسی کا
 ہے پیشِ نظرِ حبابِ مستانہ کسی کا
 میں شیعہ اُسرکا ہوں وہ دیوانہ کسی کا
 حسرت ہی سے آباد ہے ویرانہ کسی کا
 بیخود ہے جو دلِ سن ہی کے افسانہ کسی کا
 ہم سمجھے یہ تو کو بھی پسِ شانہ کسی کا
 سنئے گلابِ گور سے افسانہ کسی کا
 جنت میں بھی یاد آئے گا کا شانہ کسی کا
 بلبل کی طرح گل بھی ہے دیوانہ کسی کا
 وہ محو کسی کی ہے یہ دیوانہ کسی کا
 خجلتِ وہ آئینہ ہوا شانہ کسی کا
 کام آیا نہ اسوقت میں یارانہ کسی کا
 بھروسے سے وحدت سے جو پیادہ کسی کا
 کیا تو دلِ صد چاک ہے اے شانہ کسی کا
 رو دیتے ہیں اب سُنکے وہ افسانہ کسی کا

۱۸۷۷ء

<p>دل میں دھوئیں سے غروب و خطر آہی گیا رنج تو مجھے تھے اسے فتنہ گر آہی گیا کھل کے بڑا خود سری سے تاکر آہی گیا آنکھ میں آنسو مگر وقت سمنہ آہی گیا رو دئے آخر کو دل میں کچھ اثر آہی گیا ہوش میں آکے تو میں اے ہجر آہی گیا سو طرح دل کو سہالا عشق نگر آہی گیا</p>	<p>لو کہ حرارت کی کرتنائی میں پٹا لیں انھیں میں بھی اب اچھی طرح غیروں سے کرتاہوں غلام دھیان میں لایا سر سو بھی۔ اس کی ماد کی گوشت کچھ رنج یا ران ظن سے تھا، ہمیں میری آنکھیں سکے کان اپنے کئے تھے تھے منہ آنکے جب عشق میں مجھے دیکھا تو گھبرا کر کہا مدد کے نظر آئی، جو صورت بار کی</p>
<p>رہنے کو حاد دل مصطرہ بنا دیا گھونگرہ نے اور متہا، ممشر سادیا غامے کو ہم نے شائع محل تر بنا دیا</p>	<p>حسرت کو شہرِ حق میں بھیجا دے حب پہلے ہی حال آپ کی تھی متہا، راجہ حور لکھی یہاں تک صفت اس نو سال کی</p>
<p>یہی صورت رہی تو بس جدا حاد طے دل کا دوہ پھولوں کی رنگینی۔ وہ نعرہ عنادل کا نہ ہو جلوہ حرمی کا تو پھر کیا لطف محل کا</p>	<p>نظارہ رور و شب بے مصعب رحلہ قاتل کا حراں میں کیا ادا اسی چھائی ہے صحن گلستاں پر یہ ریت سدش العاد کی ہے حسن معنی سے</p>

۱۸۷۷ء

<p>کیسی کیسی وہ نکاوٹ کی نظر کرتے ہیں دھوکے کھاتا ہے ہمارا دل، مادالہ، کیا کیا</p>	
<p>حب فرما گئے ہیں حضرت آتش کبر میرے اندر نے چھپر کئے احساں کیا کیا</p>	

یہ پہلی قزل سے دستاویز میں پڑھی گئی اور ہنگامے اکبر کا نوٹس لیا اور اس وقت

ایک سو سال تھا

<p>اکبر یہ عمل میری ہے اساد کسی کا</p>	<p>مجھے ہی انکوہ ہو دیا۔ کسی کا</p>
--	-------------------------------------

انھیں پسند نہیں اور اس کے میں بیزار
غزیر و سادہ ہی رہنے دو لوح تربت کو

آگنی پھر یہ دل بے سحرار کیا ہوگا
ہمیں سے تو یہ نقش و نگار کیا ہوگا

زمانہ ہو گیا بسل تری سیدھی نگاہوں سے
محبت ہو نہ ہو ان کو مجھے کیا میں تو عاشق ہوں
پساجاتا ہوں میں سو جان سے اس بیوفائی پر
مری حسرت کی نظروں ہی پہ ظالم اس قدر بگڑا
نہ رکھی آسمان نے ایک دم بھی وصل کی ساعت
تقص اس ناتوانی پر تین بسل بنا تم سے

خدا نا خواستہ تر چھی قطر ہوتی تو کیا ہوتا
نہ ہونے سے بے اسکے کیا اگر ہوتی تو کیا ہوتا
محبت یار کو مجھ سے اگر ہوتی تو کیا ہوتا
کہیں در و جگر سے چشم تر ہوتی تو کیا ہوتا
گھڑی بھر میں سے اپنی بسر ہوتی تو کیا ہوتا
جو طاقبت بھی کہیں لے بال و پر ہوتی تو کیا ہوتا

۶۷۶

کس قدر جوش مسرت میں ہے سر پہ سہرا
مصر خوبی کا تو نہ شاد ہے مثل یوسف
عارض و خال کا تیرے ہے اسے قرب نصیب
آج ہر گل کی تمنائے یہی گلشن میں
بے سبب تو نے سنبھالا نہیں ہاتھوں سے اسے
نکمت گیسوے مشکیں نے دکھایا جو آخر
رو نہ روشن کا گماں کیوں شبِ عشرت نہ ہو
گلشنِ حسن میں اندر سے رسائی اُس کی
زینتِ حسنِ خدا داد جو شادی سے ہوئی
جلوہ حسن کے نظارہ کی لاتا نہیں تاب
یہ طراوت عرقِ رخ کی نہیں ہے اس میں
کند یا بننے یہ اک دوست کی فرمائش سے

خود ہے خوشبو کی طرح جاے سے باہر سہرا
سایہ لطفِ خدا ہے ترے سر پہ سہرا
کس طرح سے نہ ہو رشک و مہ و اختر سہرا
کہ ترے فرقِ مبارک پہ ہو آکر سہرا
غش ہے عارض کی صفائی پہ مقرر سہرا
ہو گیا اور بھی خوشبو سے معطر سہرا
عکس رخسار سے ہے مہر منور سہرا
ہو گیا سنبھل گیسو کے برابر سہرا
بن گیا چہرہ کا پر پوز کا زیور سہرا
اسلئے چہرے سے ہٹ جاتا ہے اکثر سہرا
اب آئینہ خورشید میں ہے تر سہرا
ور نہ واقع بھی نہیں کہتے ہیں کیونکر سہرا

ہو گیا عشق میں یا دِ رُخ نورانی میں
 تو ہے وہ رقیِ محلی کہ تراقتی مستم
 تیرے طہ سے ہوا حسنِ ظہور آجیاد
 گلِ بہتی کو ترے رنگ نے زینتِ سختی
 حسرتِ اے عقل کہ یابی ترے لشکر نے شکست
 کسی حالت میں اسیر ہی سے رہائی نہ ہوئی
 موصیٰ دیا کی سلاسل ہوئیں پانوں کے لئے
 چشمِ مہمی سے حکی میرِ غلغات جہاں
 قطرے قطرے میں ہوئی وسعتِ دریائے بیدا
 اک رمانے کی ترے آگے مھل ہے گردن
 سا قیامِ جدا حلقہ پلا مجھ کو مستراح
 نہ رہی وحترِ رمدِ محہ پہ کسی طہرِ حرام
 اس طرفِ تقلیلِ مینا ہے ادھر شورِ طلب
 دو موتا ہے یہ لکھ کر کسے کہاں آئینے بند
 فکرِ رگیں سے ہوئی مدحت و دداں صمم
 رہی ہر کام میں ہر وقت مستبب پہ نگاہ
 بیاں کی رنگینیاں ہیں عینِ دلیلِ غفلت
 گردشِ سخت سے آشوبی نکلتے ہیں مام

ق

ق

بالِ ماہ مجھے حلقہ گرداب ہوا
 روکشِ آئینہ مہرِ جہانما ہوا
 نورِ تیسرا سب عالمِ اسباب ہوا
 جس خلق ترے میں سے شاداب ہوا
 تیرے اسے عشقِ حوں آج طہرِ باب ہوا
 ذوبِ مرے پہ بھی مائلِ حویں جباب ہوا
 طوقِ گردن کے لئے حلقہ گرداب ہوا
 پتا پتا مجھے اک گلشنِ شاداب ہوا
 درہ درہ صفتِ مہرِ جاتاب ہوا
 خیمِ ارونہ ہوا کعبہ کی محراب ہوا
 فرقتِ شیشہ و ساعی میں بیتاب ہوا
 اب ترے عذر کا مسدود ہر اک باب ہوا
 اس سمجھ لے وہ قول اور یہ ایجاب ہوا
 حالِ میرا نہ ہوا نظیرِ سیاب ہوا
 دیکھئے فعل سے پیدا ڈرنا یا ہوا
 اپنا منظر نہ کبھی عالمِ اسباب ہوا
 سری چشم سے پیدا اخترِ غوا ہوا
 اس میں بھی کیا اثرِ گردشِ دو لاب ہوا

حقیقِ فرست میں عمل ہو سکی لے اکبر

میں تو سرِ مندہ فرمایا شِ احباب ہوا

چمن میں لند تیرے اے مہر کیا ہوگا

ابھی سے عوں رُلانی سے مجھ کو شکرِ مال

جلوہ قامت نے کچھ ایسا ایس گھبرا دیا
میری آنکھیں لوح کے طوفاں کی کہلاتی تھیں یہ
یاد قامت نے کیا ہے و اغطلوں کا معتقد
لوح قسمت کے مطابق نامہ عصیاں ہے جب
ہے شبِ بچراں درازی میں بسانِ زلفِ یار
یادِ قامت سے جو اُس دن مل گئی فرصت تھیں
بیخبر جو ایک کے احوال سے ہے دوسرا
جنسِ عصیاں نفعِ خاطر خواہ پر بچیں گے ہم
فاتحہ پڑھتے مری تربت پہ خوش قد آتے ہیں
کیا قیامت نامہ پڑھ پڑھ کر سناتا ہے مجھے
وا غطا میں اُس کا محوِ جلوہ زقار ہوں
انتہا کا حسنِ بختا ہے اُسے اللہ نے
نامہ اعمال میرا اُسکی ہے زلفِ سیاہ
وحشتِ دل مجھے کہتی ہے جلو بھی ہاں سباب
خواہشِ غلبہ بریں میں آرزو سے حوریں

ق

ق

ق

جیتے جی ہم سمجھے آپو نچا زانا حشر کا
ابھی جتوں نے تو دکھلا دیا تماشا حشر کا
روز میں صفتے کو جاتا ہوں خسانا حشر کا
پھر بھلا ہونے لگا کیوں مجھ کو کھٹکا حشر کا
طول میں روزِ جدائی دن ہے گویا حشر کا
دیکھ میں گے دور سے ہم بھی تماشا حشر کا
آپ کی محفل بھی گویا ہے نمونا حشر کا
اے غمِ نقصاں دراز ہونے دے میلا حشر کا
ہر شبِ آدینہ یاں ہوتا ہے میلا حشر کا
خوف تو مجھ کو دلاتا ہے بھلا کیا حشر کا
جس کا ہر نقشِ قدم ہے اک رسالا حشر کا
کیوں ان جاں سے نہ میں ہو جاؤں شیدا حشر کا
نورِ جہتا ہے حق ہے روئے نہ بیا حشر کا
طے ابھی برسوں نہ ہو گا یہ بکھیرا حشر کا
کون مدت تک اٹھائے ناز بچا حشر کا

حشر تک اب ہاتھ آنے کے نہیں مضمون حشر
حم نے اے اکبر کوئی پہلو نہ چھوڑا حشر کا

۱۱۲ مقامِ اکبر

اشک جو آنکھ سے نکلا ڈرنا یا ب ہوا
کشتہ اس بوٹی سے آخر کو یہ سیاب ہوا
خوب رسوا تیرے ہاتھوں دلِ بیتاب ہوا

ہجر میں دانتوں کے گریاں جو میں بیتاب ہوا
سبزہ عطر سے قرارِ دلِ بیتاب ہوا
مورِ طعنه بیگانہ و احباب ہوا

دوِ اوّل

عمر اکیس سال یعنی سترہ سال کی تصنیف

العت و کیجئے تو غرض آشنا سے کیا
موسئی نے کوہ طور پر اقمی صا سے کیں
مرتاہوں جاں حاتی بہت بچر میں مگر
کطب چن سے بادہ فکلوں سے یار ہے
قاتلی نہیں کہیں گے حیا میں ہمیں تہید
دار فنا سے لے نہ دیلے کچھ تو ہم ہیں
تیرے درپس ہم کو حو کرتی اتر ہمیں
کیا کیا صفت کھنی تری دلب دراذ کی
یتا ہے یاں ہم شب بھراں تو ایسی حان
صد چاک متل شاہ کرے عاشقوں کا دل
دل میں جو ہے وہ ہو گا تنہ صلی میں صرور
میں حال دل تمام شب ان سے کس کیا
بہر نمونہ غیب گویا ہوا پناہوں

وعدہ جو لیجئے تو مت بے وفا سے کیا
رتنہ بستر کا دیکھئے ہوتا ہے کیا سے کیا
اخلاصا سکا کیجئے اُس سے وفا سے کیا
اب موسم سار میں مانگوں خدا سے کیا
اے یار اور ہو گا تمہاری حیا سے کیا
فرائے تو لے تھے ملک بقا سے کیا
کچھ کدیا ہے آکے قصاے دول سے کیا
سعمون ہاتھ آئے ہیں کھر سا سے کیا
امید صبح مدیتی سے ہو کو دل سے کیا
ہو گا بس اور آپ کی دلب دو تا سے کیا
ہو گا حضور آپ کی شہم و حیا سے کیا
مکھام صبح کئے لگے کس ادا سے کیا
معمون ہاتھ آیا ہے رگ حاس سے کیا

عمر تیس سال

جلوہ رخسار جاناں سے نمونا حشر کا
لے تامل تیری قامت کے معمور مل گئے

حق سحاس ہے عہدہ راہ کو دھڑکا حشر کا
نفا یاں نزدیک آپو سچا مانا حشر کا

نزع میں ہوں اب بھی آجائیں وہ دم بھر کے لئے	اور تو کیا اک نگاہِ آتشِ مری ہو جاے گی
جو اُس سر و قد سے جدائی ہوئی ہے ذرا دیکھنا پھر انھیں چوتھوں سے نہیں روے رنگیں پہ زلفوں کا جلوہ کسی کا نہیں ہے گذر اُس گلی میں مرا سوز دل آپ کیا دیکھتے ہیں نہ دکھیں گے وہ اس طرف آنکھ اٹھا کر دکھائے نہ تھے آپ یوں مجھ کو آنکھیں مگر کیا تھا رقیبوں نے اُن کو	قیامت مرے سر پر آئی ہوئی ہے یہ پیاری ادا دل کو بھائی ہوئی ہے گلستاں پہ بدلی بیچھائی ہوئی ہے یہ قسمت سے لہجہ رسائی ہوئی ہے یہ آگ آپ ہی کی نگائی ہوئی ہے کچھ اور اُن کے دل میں سٹائی ہوئی ہے یہ شوخی کیسی سکھائی ہوئی ہے بڑی مشکلوں سے صفائی ہوئی ہے
جو چاہیں کریں بیوفائی وہ کب طبیعت مری اُن پہ آئی ہوئی ہے	

حب قول و کار چکا میں تو پھر آس کیا
 باطن سے ہوں نگار گئی حلوہ حاماں
 گیسویں میں رمی میں معانی میں صیا میں
 ناپود ہوئے حل کے حیل لایہ دو عالم
 سو جان سے کیو کر نہ سہراں قسمت
 لٹا ہے فراں کو مرے حوش حوں کا
 کا ہجر تھا یا وصل میں اب ہو گئے بے عود
 وہ ہر بھی بھگا دل سے مجھے دیکھ سبے ہیں
 نسکیں کے لئے رتے تھے یسے پہ ہر دم
 کیوں مکتب ہم میں سق عشق - پڑھتا
 کیا یو چھتے ہو عشق سے ڈھائی بے نصیبت

جیتے جیسے ہیں آپ تو بازی مرے دل کی
 آئینہ امسی ہے معانی مرے دل کی
 سب ایک ہی خلقت تھے رخ کی مرے دل کی
 اوندھے تھے عشق میں گری مرے دل کی
 کرتی ہے نری قدر شناسی مرے دل کی
 سروش انھیں کرتی ہر جی مرے دل کی
 وہ غنی قسمت تھی یہ غولی مرے دل کی
 اس وقت میں ہوا حیرانی مرے دل کی
 اب بچا نہیں راقوں سے ظلی مرے دل کی
 تقدیر میں لکھی تھی حرامی مرے دل کی
 اب روح ہی دیتی ہر دو دہائی مرے دل کی

اگسا تو مست کچھ سے مگر کیا کہوں اب
 افسوس کہ سنا ہیں کوئی مرے دل کی

چھین کر دل سینے میں مارا دے کر تری یاد آتی ہے
 لے حسرت و مل خدائے کس لئے بھیج دے کرتا بھکھو

وہ چشم بے لاد کی بھری آنکھوں میں ہر جی چھاتی ہے
 کیوں تجھ ہی پر ہوں میں سے کیوں ابج کو یوں پاتی ہے

تم آئے جلا ہو جابجا ابیر - کرو کچھ رنج و الم
 جو مان سے سیاری کو تھی شوا سلا سے ہی چھاتی ہے

جس سے دل لگ جائیگا اک دگی ہو جائے گی
 آج پر کیا سحر ہے پھر کبھی ہو جائے گی
 گوشت گل کی طرح سے عیوی ہو جائے گی
 یہ دکھی تھی کہ آخر دوستی ہو جائے گی

ہو گیا کیا بخش دھت سے اسے پری ہو جائے گی
 نال دیتے ہیں ہی لکمرے مطلب کی بات
 آگیا آخرش میں میرے عودہ رشک چھین
 روح کو غالب میں آنے سے ٹراٹکا تھا

اُن کا یہ ناز کہ آجائیں گے جلدی کیا ہے	اپنا یہ حال کہ دم بھر کے بھی مہماں نہ ہے
سند نہ موڑو ستم و جورِ تباں سے ابر	بندگی کیسی اگر تابعِ ندر ماں نہ رہے
قابلیت تو بہت بڑھ گئی ما شا اللہ	مگر افسوس یہی ہے کہ مسلمان نہ رہے
مُصیبتِ عشق کی تنہا جھنجھی پر کیا گذرتی ہے خبر ملتی نہیں کچھ مجھ کو یا رانِ گذشتہ کی مری آنکھوں میں تو اس کا گذر بھی نہیں سکتا محبت کا اثر ہے عاشق و معشوق پر یکساں اثر کچھ ہو چلا ہے سوزِ شِ افقت کا سینے میں پریشاں رکھتی ہے دن رات آکر سوِ فائوں پر	تمہارے حُسن عالمگیرِ پراک خلق مرتی ہے خدا جانے کہاں ہیں کس طرح ہیں کیا گذرتی ہے یہ آنکھیں آپ کی ہیں نیند جیسے چین کرتی ہے جو مجنوں سر پٹکتا ہے تو لیلیٰ آہ کرتی ہے اکہی خیر ہو دل کا نپتا ہے روح ڈرتی ہے طبیعت آدمی کو کس قدر بے چسپ کرتی ہے
کیا قبر ہے اجل مرے سر پر کھڑی رہے اے شورِ حشرِ شہرِ خموشاں کی لے خبر جدّت ہو فخر میں تو توار دیکھی نہ ہو	غیرِ دل کی تم کو فکرِ عیادت پڑی رہے اب کب تلک اُجاڑ یہ بستی پڑی رہے مضمون کیوں لڑیں جو طبیعت لڑی رہے
بے عشق میں ہر لحظہ ترقی مرے دل کی کیا اور سے ممکن ہو متکلی مرے دل کی رونا ہے جو فرقت میں یہی دید ہر ترکا مہمان کہے جس روز سے سینے میں تری یاد آخر کو یہ جلنے بھی لگا شعاعِ غم سے یا اسکی خبر بھی نہیں لیتے کبھی اب تم نظروں سے تری گر کے ہوا عشق دو بالا دکھلا کے جھلک اور بھی تڑپا گئے اسکو	ہر داغ بڑھاتا ہے تجلی مرے دل کی جب آپ ہی نے کچھ نہ خبر لی مرے دل کی طوفاں میں آجائے گی کشتی مرے دل کی آباد ہے اُجڑی ہوئی بستی مرے دل کی فکر آپ کو ہوتی نہیں اب بھی مرے دل کی یا فکر تمہیں رہتی تھی کتنی مرے دل کی ہوتی ہے تنزل میں ترقی مرے دل کی کی راہ دو آپ نے ابھی مرے دل کی

دل کیا نذر جو میں نے تو وہ ہمیں کر نو لے	آپہر کم پھوڑے اسکو مرے کس کام کا ہے
دل در باتھ میں لیکر وہ یہ فرماتے ہیں	اسکو پا مال کروں اور یہ کس کام کا ہے
لگاؤٹ کی ادا سے انکا کنا پان حاضر ہے	قیامت ہے تمہے دل نذر ہے حال حاضر ہے
کدو چاہو بس لیجئے مگر مطلق نہ سمجھیں گے	طبیعت تو خدا جانے کہاں ہے کال حاضر ہے
بھگائیں ڈھونڈتی ہیں حکو انکا دوستان یارو	اسے میں کیا کروں نگاہ جو سہانا ج حاضر ہے

شکارِ حیر کی محل میں جھکو اُس سے مرلیا
سدا کبیر کی عرلیں دیکو یہستان حاضر ہے

اک نورہ دیکھے مرا اہاں لیجئے	گومت ہیں آپ ہر حال مان لیجئے
دل لیکے کہتے ہیں تری خاطر سے لے لیا	اٹا مھی پر رکھتے ہیں احساں لیجئے
عمید کو اپنے ہاتھ سے ہنسر کھلا دیا	جھکے کیدو ہو کے کنا پان لیجئے
مرنا قبول ہے مگر اعلیٰ نہیں قبول	دل تو نہ دوں گا ایکو میں ماں لیجئے
حاضر ہا کروں گا میں اکثر حضور میں	آج اچھی طرح سے مجھے پہچان لیجئے

اپنی ہستی جو محرابِ رُحِ عامان نہ رہے	واں رہیں ہم کہ جہاں پھر کوئی امان نہ رہے
صورتِ یار جو سویرہ دیکیں یہاں نہ رہے	سخت پھر تم میں یہ اسے گرو سلاں نہ رہے
سامنا حصولہ مستوق کا اللہ اللہ	ہے یہی وقت کہ بس آپ میں اسال نہ رہے
مانگتا ہوں عودِ عاصی کی کتنی ہے اہل	یہ بھی مکس ہے ربو تم شبہ ہجر اں نہ رہے
آپ ہی لے تو کیا ہے مجھے دیوانہ عشق	آپ ہی کہتے ہیں اب آپ تو اسال نہ رہے
میں تو حسی شہِ ظالم سے نہ بار آؤں گا	عقل ٹھیک مائے فکر کڑے ہوا ہاں نہ رہے
آئیے کوہِ حیرت کہ سکدہ ہوئے خاک	ہوش پرویکے گڑے ہیں کہ سیلاں نہ رہے
چشمِ رگس سے کوئی حال میں کاویجھ	دیکھتے دیکھتے کیا کیا مغل خداں نہ رہے
صبح تک ہجرِ صم میں یہ دعا تھی ایسی	میں دہوں یا نہ سوں یہ حجب ہجر اں نہ رہے

جہاں کل تھا غفلتِ لڑبازاں ماسے آج سب غنیمت
 نعم و یاس و حسرت و بیکسی کی ہوا کچھ ایسی ہو چلی تھی
 جسے مجھ پر جو ستم تلک کہوں کس سے اسکو کہاں تلک
 مرا سینہ داغوں سے بھر بھر سے دل کو دیکھئے تو ذرا
 میں سمجھ گیا وہ ہیں ہونا گرا گئی راہ میں ہوں خدا

اب تو ہیں نامِ خدا آپ کے انداز نئے
 اُن سے ملنے کا محل آتا ہے بر شبِ اک طور
 کل جو باتیں تمہیں وہی ہوں یہ تکلف کیسا

یہ آج وجہ توقف ہے کیا اجل کے لئے
 یہ اضطراب یہ بے چینیاں یہ بے تابی
 ہوا مقامِ فنا میں اپنا خود عاشق
 جو دل میں در و محبت اٹھتا تو ہم نے بھی
 نہیں ہے منترِ ہستی میں فکرِ زادِ سفر
 خیالِ صورتِ جاناں کا شغلِ دلی کو رہے
 ہوا ہوں غلق میں جینے کو بھروسے و علو و اج
 میں گھر میں غیر کے کیا اُن سے حالِ دل کہتا

میں کروں کہ کد ارادہ تو وہ کس کام کا ہے
 طالبِ وصل ہوا یہ تو عجب کیا اس کا
 بار اب پہلو میں رکھنا دلِ ناکام کا ہے
 خطِ عبث لکھتے ہیں آنا ہو تو آئیں وہ جلد
 شوق سے آنکھیں دکھاؤ مجھے کچھ رنج نہیں

کہیں اک مکاں ہے گرا ہوا کہیں اک شکستہ مزار ہے
 نہ دلوں میں اب وہ انگ ہے نہ بیتوں میں ابھار ہے
 نہ مصیبتوں کی ہے کوئی حد نہ مرے غموں کا شمار ہے
 یہ شہیدِ عشق کی ہے لحد پڑا جس پر پھوٹا ہوا ہے
 مجھے خاک میں وہ ملا چکے گر اب بھی دل میں غبار ہے

نئے غمرے ہیں نئے عشوے ہیں اور ناز نئے
 روز ہو جاتے ہیں سامانِ خدا ساز نئے
 آج کیا ہو گئے ہم اے بیتِ طراز نئے

طیب لکھتے ہیں نسخہ مرا جو کل کے لئے
 مجھے ہمیشہ ہے سچی کو ایک پل کے لئے
 سمجھ گیا یہی موقع تھا اس محل کے لئے
 مزے ترپنے کے پسو بدل بدل کے لئے
 کہ آج کے لئے ہے صبرِ اسید کل کے لئے
 عجیبِ حسن ہے یہ چہرہ و عمل کے لئے
 زبانِ اُنکے دہن میں ہے آج کل کے لئے
 زبانِ ہی نہ کھلی عرضِ بے محل کے لئے

بس بھروسہ مارے اندر ترے نام کا ہے
 حوصلہ ہی تو مری جاں دلی ناکام کا ہے
 خبر اپنی نہ ہو جس کو وہ کسی کام کا ہے
 شمع میں ہوں یہ محلِ نامہ و پیغام کا ہے
 شعیہ یہ بھی تو اک گردشِ ایام کا ہے

<p>گوشہ خاطر عالی میں جو پائے د مگھ تزع میں نام لیا قسم میں مہ کور آیا</p>	<p>کئے پھر خاکے کہاں عاشقِ ناتا در ہے کون سی مانتھی ماں وہ نہ مجھے یلہ ہے</p>
<p>زمی کیا سینے کو نظر ہے کہ غضب ہے وہ کہتے ہیں سے پیہ کو تو پنی سن سکتا کہ ہی سے شبہ وصل کہ آئی ہے مری ہو</p>	<p>خوں ہو کے بھی قائم ہے مگر ہے کہ غضب ہے اسے تیغ یہ اٹھ کا ڈر ہے کہ غصہ ہے وہ ہوتے ہیں زحمت یہ سحر ہے کہ غصہ ہے</p>
<p>پنا کے مجھے سیسے وہ آج ہیرہ لے اکبر تری آہوں کا اثر ہے کہ غصہ ہے</p>	
<p>دل شکستہ ہوں مگر دل میں خدا کا در ہے آپ کی پیاری ادا پر دل نہ میں دیتا کبھی کہنٹ ایسا ہے نہیں ہے موت کی جسکو جبر گنج سے ملنے کی زلف اٹھی میں عاشق ہو گیا</p>	<p>یہ وہ ویدانہ ہے روش میں تسخیر ہے بس ہی کئے قصا سے آدمی مجبور ہے غیر غفلت ہے تو یہ دیا کا اکن ستور ہے یہ نہ خون آیا کہ وہ اسی ہے ہیرہ پر ہے</p>
<p>شعر گوئی کی وکالت میں مجھے دست کہاں یہ بھی اکبر خاطر احباب کو رکھو ہے</p>	
<p>کہوں کس سے قصہ نہ دو غم کوئی نہیں ہے۔ یار سے تو ہزار کرتا نگاہیں میں کبھی د آتا فریب میں یہ نوید مار و مگو حاشا ہم اسیر دام میں اسے صبا جسے دو چرخ میں ہو خوشی تو ضرور ہوئے پنج بھی وہ نظر جو مجھے مل گئے تو یہ اور آفتیں اٹھا گئے مجھے رحم آتا ہے دیکھ کر ترا حال اکبر تو نہ گر</p>	<p>عائش ہے مڑی یلو ہے خمیج ہے دل ہزار ہے مجھے پہلے اسکی حسرت تھی ترا دوئی ان کا یہ بلبل ہے ہیں کیا عین ہر حد تک میں کیا فصل پہل ہے شب بھر میں ہر جوہر دوسرے دل کا یہ کار ہے کہ حمان ہوش و خود ہوا نہ شکایت ہر وقت ہے تجھے وہ بھی تپے نہ لکڑے کہ تو حکما عاشق ہمار ہے</p>
<p>مری چشم کیوں ہو غوں نشان رہی ہر زم۔ ہر سال</p>	<p>۲۵ سال بعد وہ طر کو دشمنی جمع ہے۔ وہ رنگ لیل ہمار ہے</p>

و دعا ہے اکبر یہ اپنی ہر دم بند میں نکلنے والے سہم
محمد اپنا رسول برحق خدائے برتر ہمارا رب ہے

مقتاہوں کہ تاثیر محبت میں بھی کچھ ہے،
تسخیرِ مہیاں ہوتی ہے گو نقشِ درم سے
بیچین ہوئے سُنکے مرے شوق کا قصہ
جب کتنا ہوں اُنسے کہ مرے دل میں ہے حسرت
وا عطا میں غصہ ہی کا سزاوار نہیں ہوں
رندوں میں تو بے لطف مئے وساقی و مطرب
وہ کوچہ جاناں کے مرے ایک نذرا ہے
بگڑے ہوئے تیور ہی سے ثابت نہیں رنجش
فرماتے ہیں وہ سُنکے مرے رونے کا احوال
گوراز محبت کا چھپانا ہے بہت خوب
افسادِ حسرت مرا سن سُنکے وہ بولے
خوش و صل سے کوئی کوئی نظارہ سے دل شاد
بالا سے زمیں پاس سکندر کے تھا سب کچھ
تم اپنے نہ دو یاد بھی کیا کرتے نہ دو گے
قیدِ احتسائی سے تری لے فلکِ آزار ہے
مے گلگوں سے چھلکے مست ہوئے شاد ہے
اجلِ آتی ہے غمِ ہجر میں اللہ کے نصیب
ہے یہ حسرت تری حسرت کے سوا بے ہوتا
حشرِ پاجو ہوا بھول گیا ایک کو ایک

کیونکر نہ کہوں اُن کی طبیعت میں بھی کچھ ہے
تاثیرِ مگر دل کی محبت میں بھی کچھ ہے
مددِ شکرِ فرما اُن کی طبیعت میں بھی کچھ ہے
کس ناز سے کہتے ہیں کہ حسرت میں بھی کچھ ہے
حصہ مرا گنجینہ رحمت میں بھی کچھ ہے
وا عطا یہ بتا تو تری محبت میں بھی کچھ ہے
ہم پہلے سمجھتے تھے کہ جنت میں بھی کچھ ہے
اُن روزوں تو فرقِ نیکی طبیعت میں بھی کچھ ہے
یہ بات تو داخلِ تری عادت میں بھی کچھ ہے
لیکن سجدِ اُطفت تو شہرت میں بھی کچھ ہے
ہر سب یہ زبانی کہ طبیعت میں بھی کچھ ہے
لے گردِ شگردوں میں قسمت میں بھی کچھ ہے
اب جا کے ذرا دیکھئے تربت میں بھی کچھ ہے
داخلِ آپ کو بندے کی طبیعت میں بھی کچھ ہے
بیکی کا ہو بھلا بے وطنی شاد ہے
ساقیِ خاۃ احوالِ تیرا آباد ہے
ملک الموت کو کس طرح یہ ہم یاد ہے
دونوں عالم نہ ہیں شہرِ دل آباد ہے
ایسی آفت میں بھلا کون کسے یاد ہے

حفاظ ہو یا وہاں ہم سب میں خوش ہیں
ہوئی ہے حقیقی سے حسن کی قدر
نتوں پر رہتی ہے مائل ہمیشہ

کریں کیا اب تو دل اٹکا ہوا ہے
ہمیں سے آپ کا تسہرا ہوا ہے
طہیت کو خدا یا کیا ہوا ہے

پر لیتاں رہتے ہوں زرات کس
یہ کس کی رلف کا سودا ہوا ہے

دل کو خلعت لے کر برت میں چھپا رکھا ہے
شور کیوں گرو سلاں لے مچار کھا ہے
بے زری میں کوئی مستوق تو پہلو میں کہاں
آپ کو پردہ نشینی ہی جاتی ہے ہوس
چوتھیں فصل ساری ہے کہ ہنگامہ حشر
دیکھنے صبح تک مد لے وہ کیا کیا پہلو
آپ کے شہر رحمت نے تو ڈھایا ہے عجب

بھل نے رکھ کر تو حاک دبار کھا ہے
دیر میں کچھ بھی میں کہہ میں کیا رکھا ہے
داغ اقلاس کو سید سے گھر کھا ہے
مھل کو کہیں مفت میں دیوانہ سار کھا ہے
فہلوں لے تو عجب شور مچا رکھا ہے
فتوں سے اسے یاں آج سلا رکھا ہے
ایک عالم کو گیت گار سار کھا ہے

آرزو مرگ کی اکبر کراہند سے ڈر
تجہ سے حاصی کے لئے قمر میں کیا رکھا ہے

کیسی قیمت میں ہر غم ہے کیسکو حاصل لئے طلب ہے
نظر جو آئے وہ آفت جاں تو دلا کو کوئی بچاے اسماں
حلا بھی آتش محنت تمام میرے دل و جگر کو
گر گیا ہے جو دوسرے رکھ تو ناداں میرا کی حسرت
یہ انکی حسی گناہیں ہیں ظاہری سب ناوٹیں ہیں
دو تے میں نفع میں جو یہیم حد کی یاد کے یار و ہم
یہاں ہی کام پائیگا کہاں اب اس وقت جائے گا

وہی لگاٹے وہی ٹائے انکی قدرت کا کھیل سب ہے
ادا ہے انکی نگاہ تو چھی ستم ہے تو عجب عجب ہے
تہیں میں یہ تھیں مانگ ہی تو لے لیری مانع رہا ہے
قیام سیکھا تھیں حوت وقت میں شکار اب ہے
یہ جی گھائی انکے دل کے لئے کا اٹھ رہا ہے
بھلا میں ہو تو نکا اسکو کیونکہ یہ لاکھ بیلوں سے
ادھار چلا گیا یہ ابر طاری یہ میرا رہتا ہے وقت شب ہے

بس گئی ہے دل میں وہ زلف ووتا کیا کیجے

جان آفت میں ہوئی ہے بست کیا کیجے

نزع میں پوچھا

جو اکبر سے کہیوں تیار جاں

آہ سرد اک بھر

کہ وہ کہنے لگا کیا کیجے

صاف حال

دم لہوں پر آگیا ہے اب ودا کا ذکر کیا
جسکے صدمے سے جسکے کل کی پٹی میری جاں

اک بت کا فر کی الفت ہے دعا کیا کیجے
پھر وہی در و آج سینے میں اٹھا کیا کیجے

وہ اٹھے تو بہت کھڑے اپنے مے گھر میں مگر کبھی آنے سکے
تیرے عشق سے باز بھی آنے سکے ترے ظلم و ستم بھی اٹھا سکے

وہ نیم مار چلے بھی تو کیا کہ جو غنچہ دل کو کھلانے سکے
جو نصیب میں لکھی ہوئی تھی قصا کسی طور سے جان بچانے سکے

شرب روز جو رہتے تھے پیش نظر بڑے مصلحت سے ہوتی تھی جن میں
کبھی جکے خیال میں سحر کی شب مجھے نیند نہ آتی تھی غصہ

یہ خبر نہیں چلے ہے وہ کہ کر لکھا تھا نشان بھی پانے سکے
وہ جو رہے بھی اک فرار پر اب مجھے خواب بھر سکے

یہ صدمے ہی نہ آئیں اس کے اثر کہ رقیبوں سے بچتے ہو آٹھ پہر
کیا جذبہ عشق نے میرے اندر رہی غیرت حسن پہ انکی نظر

مے حال چشم کرم جو رہے کوئی آپ سے آٹھ ملا سکے
پس پردہ صدمہ تو سناں مجھے مگر اپنا جمال دکھانے سکے

رہا شہرہ عشق کا یاں مجھے ڈانٹیں اپنے پرانے کا خون نظر
وہی ل کی ٹرپ ہی مردو ہو اتو جو عشق کا کچھ نہ اثر

پہن ل ہی میں حشر تو نازل و فتن جو میں جانے کا تو وہ آنے سکے
تیری گل جو کھوئیں پھرتی رہتی ہی نہ بھی دل بھلانے سکے

تیری باجی ادھر وہ ہوش باکہ ہوں خضر سوچ بھی جیسے خدا
ہے خدا کی جناب میں صبح و مسائی اکبر ختم جگر کی دعا

وہ فریب بھلائے نظر میں تری کہ فرشتہ بھی دل کو بچانے سکے

کہ ہمارے سوانت ہوش بیا

وہی سینے سے بچاؤ لگا نہ سکے

تری زلفوں میں دل ابجھا ہوا ہے
نہ کیوں نہ کر پوئے خون تارے سے آئے

بلا کے پتچ میں آیا ہوا ہے
اسی جلاؤ کا کھلا ہوا ہے

چلے دنیا سے جس کی یاد میں ہم
کہوں کیا حال انکی عشقوں کا

غصہ ہے وہ ہمیں بھولا ہوا ہے
وہ تھا اک خواب جو بھولا ہوا ہے

نہ ہو چھٹے ستمِ حشرِ حسرت دیدار
دوئی کا دخل نہیں نرمِ حوسل میں منظور
عنا کا خوف کچھ اہل حیات ہی کو نہیں
مقامِ شکر بے فاضل مصیبتِ دیا

یہ جان زار کو آنکھوں میں کھینچ لاتا ہے
وگر نہ آپ میں آنا تو مجھ کو آتا ہے
ہو اسے شمع کا شعلہ بھی کا تپ جاتا ہے
اسی بہانے سے اٹھ یاد آتا ہے

خدا کے واسطے یادِ خدا کر اے اکبر
توں کے عشق میں جاں اپنی کیوں گنواں

کیا بوجھتے ہو مجھے پہلو میں تیرے کیا ہے
پایا عجیب عالم قابلِ تری گلی میں
مجھ تلوارِ ماتواں کا رستا ہے میلِ خاطر
رسو کل چھوڑتی ہے دم بھر میں ساتھ ظالم
گنجیہِ محبت و حشر میں کیا ہو خالی
صرصر نے لاکھ چاہا اٹھانے اُس گلی سے
رنگیں تری ادا نے دل حوں کیا پس کا
ہو جس طرفِ طبیعتِ لارم ہے شوقِ کامل
ایسا مٹا دیا ہے الفت میں دل کو میں
کل کی تھی جینے دی میں دم بھر کو سیرِ دلکی
کیا شریعِ آرزو میں ولا ہوناں اپنی
اظہارِ شوق میں ہے رسوائیِ محنت
اہلِ عدم نہ پوچھو کچھ ہم سے حالِ دنیا

اب تو نہیں ہے کچھ بھی دل تھا سوکھا گیا ہے
ہرزخمِ بیاں ہے مریم بہر دردیاں دل ہے
سختیِ دلِ تمہاری ہنسنگ کمر ہے
کتے میں عمر جسکو معشوق لے وفا ہے
داغِ جنوں کا سکہ سرمایہ وفا ہے
اب تک عمارِ اپنا خاکِ رہ وفا ہے
حوکل ہے داغِ دل ہے حور گہرِ حنا ہے
ہر بات میں اتر ہے ہر رنگ میں مزا ہے
رنگِ مرغِ تمنا گر و رہ وفا ہے
کس طفت کی ہوا ہے کیا باغِ خوش بھلا ہے
افعادِ دو عالم آغا زہ عا ہے
ہے حرفِ آئندہ وہ حرفِ مدعا ہے
رہ آئے ہم بھی دو دن اک میہاں رہا ہے

کیونکر نہ شعرِ اکبر آئے پسند سب کو
یہ رنگ ہی یا ہے کو چہ ہی دوسرے

روح تو ایک طرف ہوتی ہے شخصت حق سے
خود سمجھتا ہوں کہ نے سے بھلا کیا حاصل
روند تے پھرتے ہیں وہ مجمع انبیاء کے ساتھ
منہ بعل کی طرح لوٹ گیا دل میرا
نالہ کر لینے دیں اللہ نہ پھیریں احباب
جسم تو خاک میں ملجاتے ہوئے دیکھتے ہیں

آرزو ایک طرف دل سے جدا ہوتی ہے
پر کروں کیا نہیں تسکین نثار ہوتی ہے
خوب توقیر ہزار شہدا ہوتی ہے
نگہ ناز کی تاثیر بھی کیا ہوتی ہے
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے
روح کیا جانے کہ صرا جاتی ہے کیا ہوتی ہے

ہوں فریبِ ستم یار کائنات اس سب سے
مرتے مرتے نہ کھلا یہ کہ جفا ہوتی ہے

اثر دکھانے پہ یہ جذبِ دل جو آتا ہے
فلکِ جو روزِ نیا داغ اک دکھاتا ہے
کبھی خود جو سوئے منصور میں شک آتا ہے
وہ بات ہوں کہ جولائی ہے جوش میں دل کو
جو بیخودی میں مجھے چھوڑ کر وہ جاتے ہیں
اکسی خیر ہو اس بُت کے ناز بیجا کی
زیادہ جان سے کیونکر نہ رکھوں دل کو عزیز
وہ وہی ہاتھ میں سمجھے کہ آرزو نکلی
ہیں تو آنکھ پہر رستی ہے تمہاری یاد
نہ جانے کا تو نہیں جانتے بہا نہ کچھ
وہ میکہ ہے ہمارا کہ جس میں مستوں سے
خدا پناہ میں رکھے کشاکشِ غم سے
مصائبِ شبِ فرقت اٹھا چکا ہوں میں

کنوئیں سے حضرت یوسف کو کھینچ لاتا ہے
ہمارے حوصلہ دل کو آزاتا ہے
خیال یا رب مجھے آئینہ دکھاتا ہے
وہ حال ہوں کہ جسے حق کے وہ آتا ہے
تو میرے حال پہ نہ کو ہوش آتا ہے
دل غریب کو میرے بہت سنا آتا ہے
یہ آئینہ تری صورت مجھے دکھاتا ہے
وہانِ زحیم اسی پر تو مسکراتا ہے
کبھی نہیں بھی ہمارا خیال آتا ہے
ہزار حیلہ نہ آنے کا تم کو آتا ہے
ہزار سا غمِ جمِ روزِ ٹوٹ جاتا ہے
اسی سے تارِ نفس جلد ٹوٹ جاتا ہے
عذابِ گور سے واعظ کسے ڈراتا ہے

پروا نہ جل کے خاک ہوا شمع رو چسکی
دنیا میں کون خاند دل کی کرے کا قدر
بیگناہ وار رہتی ہے اب کیوں نگاہ یار
اب جان ناتواں بھی طبیعت کی مڑ رہے
تھک تھک گئی رہاں دم شمع در دل

تا حیر حسن و عشق جو ہر دلی تھی ہو چسکی
آبادی اسکی ایسے خراے میں ہو چکی
دونوں حواس سے بھی تو یہ مھکو کھو چکی
ایماں و دل تو پہلے ہی الفت میں کھو چکی
یہ داستان مگر نہ کبھی دوستو چکی

اکبر عروس دہر سے چشم و فہام رکھ
دانا و عجم کی حب دہوئی تیسرے ہی چکی

حنا ہو بے سبب مجھے کو سیری خطا کیا ہے
قیامت ہے طبیعت اچھی اس اکت جاں پر
نہیں بھی جو تر الفت ہو تو مطلق اٹھے محنت کا
مصیبت میں اکت ہے اگر موعاشقی صادق
کوئی دن کا ہوں مہماں آنکھی ہے جل جہنم پر
طبیعوں سے میں کیا پوچھوں علیحدہ دل اپنا

پتھر بھی رانہ مشکیں کہ ثوابت کیا ملا کیا ہے
جسے اتنا نہیں معلوم الفت کیا دما کیا ہے
ہمیں دن رات اگر تر ہے تو پھر میں مڑا کیا ہے
کوئی پروا ہے سے پوچھے کہ غلے میں کیا ہے
وہی خود دیکھ لیں اگر کہ اب مجھ میں ہا کیا ہے
مرض حب زندگی خود ہو تو پھر اسکی داکیا ہے

سبحا دل کو اکبر بحر میں رو کو طبیعت کو
یہ رو مایہ سڑ پنا حیر ہے تم کو ہوا کیا ہے

آج آرائش کیسے دوتا ہوتی ہے
توق پاؤں سی جاناں مجھے مافی جہنم
بھکری کا کھانا مافی میں رہتا ساں
حرم میں کو چہ قائل میں نکلتی ہے سی
جس سے دیکھی ہو وہ چہ کن کی اس سے چھ
نہ کا وقت ملا وقت ہے خالق کی پساہ

پھر مری جان گرفتار ہوتی ہے
گھاس جو اگتی ہے عزت پر جا ہوتی ہے
بج تو یہ ہے کہ محنت بھی ملا ہوتی ہے
وقف وہ ہر مار شہزاد ہوتی ہے
جان کیونکر بون تیر تھا ہوتی ہے
ہے وہ ساعت کہ قیامت کے سوا ہوتی ہے

ق

نہیں ہے ظلمت اعمال کا کچھ اندیشہ
وہ پوچھیں آئسو مرے آکے اپنے دامن سے
وہ چشم ہوں کہ جو ہے مجھ جولوہ توجید
وہ حال ہوں کہ بیاں جکا دل کھاتا ہے
وہ ذرہ ہوں کہ بیا بیاں ہے گرد جسکے حنوا
وہ دروہوں جو پیام اہل ہے دل کے لئے

کہ روشنی ہے مرے دل میں نوریاں کی
ہے قسمت ایسی کہاں میری چشم گریاں کی
وہ دل ہوں جس میں تجلے ہے نورِ عرفاں کی
وہ شکل ہوں کہ نشانی ہے در پہناں کی
وہ قطرہ ہوں کہ حقیقت نہ سمجھے طوفاں کی
طیش وہ ہوں کہ جو بجلی ہے خرمن جاں کی

سکوت کیون ہو مہرِ لبِ سخن کہ سپھر
زمانہ میں نہ رہی قدر اب سخنِ دامن کی

ہو گیا بدر ہلال اس کا سبب روشن سبب
منترِ گور میں کیا خاک ملے گا آرام
آپ کو غیر کی راحت کا مبارک ہو خیال

روز گھستا تھا ترے در پہ جس تھوڑی سی
تھوڑے پنہ کی وہی اور زمیں تھوڑی سی
خیر تکلیف اٹھالیں گے ہمیں تھوڑی سی

طلبم کالبد میں ہے مقید روح انساں کی
اے سوداے گیسو ہو گیا جس نے مجھے دیکھا
نہیں کچھ رنج اس ظلمت کہ میں نے غریب کا
صبا سے کیوں نہ رو رو کر نہیں حال دل اپنا
وہ تھا اک وقت جب سیرِ حرم میں چول جنتے تھے
پھر بھئی فصل گل پھر جوش سودا ہو گیا مجھ کو
وہی میں ہوں کہ غیر و نکو وہاں آنے نہ دیتا تھا

نہیں اربع عناصر چار دیواری ہے زنداں کی
پریشانی مری تصور ہے زلف پریشاں کی
تجلی پیش چشم اپنے ہے شمع نورایاں کی
یہی قاصد ہوا کرتی ہے اکثر کونے جاناں کی
زمانہ ایک یہ ہے خاک اڑاتے ہیں بیاں کی
اڑائیں دجیاں و ستیاں جنوں نے پھر گریاں کی
وہی میں ہوں کہ پہروں نشیں کرتا ہوں رباں کی

تمام حسرتیں سپری ہیں ہو گئیں رخصت
جو فوج کرتا ہے پرکھ و لڑے مرے صیاد
ہمارے شہر پہ یارب یہ کیا پڑی آفت

بس ایک رہ گئی مرنے کی آرزو باقی
کہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی
نہ خبر و رہے باقی نہ خوش گلو باقی

یہ بے حجاب سرِ شامِ بام پر آتا
اثر وہی ہے محبت کا لگو ہے ضبط مجھے
نکال لینے دے اے چرخِ حوصلے دنگے
خدا کے واسطے تشریف لائیں آج ضرور
حسین مجھے میں غراں ہیں سب سے اے دل
یہ سوچ کیا ہے تجھے رنج کا بے کون محل

جیابھی تو کوئی فتنے بے کسی کا ڈر نہ سی
جگر میں درد تو رہتا ہے چشمِ تر نہ سی
شہادت تک تو رہے عیشِ عمر بھر نہ سی
رہیں وہ دو ہی گھڑی پاس رات بھر نہ سی
بس ایک آنکھی تو جبہ نہیں اگر نہ سی
تمام شہر پڑا ہے اک اُن کا گھر نہ سی

شعر

نہ خود رہے د حکومت رہی سلیمان کی
اسی کے سایہ میں موتی بے پیرے دل کی سر
خزاں میں بلبیل و گل کا نشان تک نہ رہا
جماعتی ہے لبِ نازک پہ اُن کے درگ اپنا
نگاہِ نازِ بیاں سے خدا بچائے رہے
میں اپنی است روئی کو کسی نہ چھوڑوں گا
طریقِ عشق میں ہے بیخودی کو مصعبِ شہر
فریب میں مُتِ کافر کے آگیا ہوں میں
جب ہے محکوم وہ کیوں شرم سے نہیں ٹھکتیں
خدا لے لوں جگر عاشقوں کو کافی ہے
ہمیں ہیں ہیں ہوا خواہ اس جہنمِ تیرے
سب سے سبب کی خواہش ہے علاجِ دلِ غ
محیبِ رنگ نظر آتا کو سے قافل میں
کوئی ہے سینہ سپرِ تنجِ ناز کے آگے

کمانی ہو گئی وہ سلطنتِ ہستیاں کی
خدا دراز کرے عمر زلفِ پیچاں کی
ہوا ہل گئی دور و درمیں ملکستاں کی
یہ شوخیاں تو ذرا دیکھو سہنجی پاں کی
یہ وہ نظر ہے کہ بہن ہے دینِ دایاں کی
حنود و صغ کو سیدھی بنائیں یا باکھی
کہ رہتا ہے یہ کرتی ہے کوئے جاں کی
نظر نہیں ہے خرابی و دینِ دایاں کی
حور و درمیں متمل ہیں بارِ احساں کی
ہوس نہیں مجھے اے چرخِ حواںِ احوال کی
صبا بھی اک متوسل ہے تیرے ناماں کی
یہ آرزو ہے کہ یوسو گئے نہ محسداں کی
کسی کو دل کی ہے یروانہ قدر ہے جاں کی
کسی کی روح نشان ہے تیرے مرثاں کی

بہت بچپن میں نیند آرہی ہے رات جاتی ہے
یہ زروہ چیز ہے جو ہر جگہ ہے باعث شوکت
ضرورت کیا ہے رکنے کی مرے دل سے نکلتا رہ
چھپر کھٹیاں جو سونے کی بنائی اس سے کچھ مل

نظرِ طفت و کرم یار کی اب وہ نہ رہی
ناامیدی سی تھی دیکھ کے غیروں کا حجوم
وہ نگاہ ٹٹھی فقط دیکھ لکھانیکے لئے

یہ دردِ دل بھی نہ تھا سوزِ شجر بھی نہ تھی
زمانہ سازی ہے اب یہ کہ قنطر تھیں میں
فلک نے کیوں شبِ فرقت مجھے ہلاک کیا
تمہارے دل کی نزاکت پہ اس کو رحم آیا
سمجھ میں کچھ نہیں آتا طلسِ حسنِ بٹیاں
جو آپ ہوتے ہیں ہنس کر تو خیر میں جھوٹا
گزر یہ ہو گیا کیونکر دلِ پریشاں کا
لیٹ گئے وہ محلے سے مے تو حیرت کیا
نگاہِ قہر سے دیکھا یہی غنیمت ہے
شہدِ جلوہ مستانہ ہو گیا شبِ وصل

تیری نظروں سے ہماری جب نظر ملتی نہ تھی
ہر گلی کوچہ میں چرچا میری بیماری کا تھا
وہ بھی کیا دن تھے تری شرم و جیا کے لیے پی
میں اپنے آگے جاؤں واں اثر نہ سی

خدا کے واسطے جلد اب کرو تدبیر سونے کی
سنی ہے عالم بالا میں بھی تغیر سونے کی
ہوس مجھ کو نہیں اسے نالہ شکیں سونے کی
کرو اسے غافل کچھ قبر میں تدبیر سونے کی

پہلے اک بات جو تھی پیار کی اب نہ رہی
آرزو تیرے طلبِ کار کی اب نہ رہی
مہربانی بتِ عیار کی اب نہ رہی

ان آفتوں کی توانفت میں کچھ خیر بھی نہ تھی
ہمارے آنے کی تم کو تو کچھ خبر بھی نہ تھی
بحال یار نہیں تھا تو کیا سحر بھی نہ تھی
نہیں تو آہِ مری ایسی بے اثر بھی نہ تھی
دہن کو سمجھے تھے معدوم واں کمر بھی نہ تھی
مرا جگر بھی نہ تھا آپ کی نظر بھی نہ تھی
جگمگ تو کو چپہ گیسو میں بال بھر بھی نہ تھی
وہ سنگِ دل بھی نہ تھے آہ بے اثر بھی نہ تھی
مجھے تو آپ سے امید اس قدر بھی نہ تھی
خوشی نصیب میں عاشق کے رات بھر بھی نہ تھی

ہم کو ایسی لذتِ دردِ حشر ملتی نہ تھی
کیا کسی سے آپ کو میری خبر ملتی نہ تھی
آئینہ میں چشمِ جوہر سے نظر ملتی نہ تھی
مجھے تو پتھر ہی ہے انھیں خبر نہ سی

<p>حان دی شیریں نے اسپر اسپر لیلی مر گئی</p>	<p>عشق میں فریاد و معنوں کی کبھی قسمت خوب تھی</p>
<p>غم نہیں اسکا عوشرت ہو گئی اب کہاں اسکے سے وہ راز و نیاز ہائے کیا دلکش ہوا کی چشم مست جو دھواں سال اکھو ہے نام غذا ناز سے اُسے عود کھیا شیخ کو</p>	<p>ہو گئی اب تو محنت ہو گئی ہل گئے صاحب سلامت ہو گئی آنکھ ملتے ہی محنت ہو گئی حمر آفت تھی قیامت ہو گئی آنکھی وینداری ہی نصبت ہو گئی</p>
<p>حدا کا گھر بنا ما ہے تو نقشہ لے کسی دل کا</p>	<p>یہ دیداروں کی کیا تحویر ہے زہد پر بھرت کسی</p>
<p>یہ کار عاشقی ہے دل مدھلوا دے ہما اکبر یہ بحثیں اسیں کیا ہیں مشورہ کیا مصلحت کسی</p>	
<p>تمہیں سے ہوئی مجھ کو الفت کچھ ایسی جہاں دل دکھائے نکل آئے آنسو ہمایا کی نگاہوں سے مارا ہے مجھ کو گرے میرے نظروں سے جہاں عالم میں روئے نگاہاں دل کہتے تھے یہ غیروں نے اب مجھ کو رحم کیا ہے</p>	<p>نہ تھی ورہ میری طبیعت کچھ ایسی بگناہی محنت لے عادت کچھ ایسی نہیں جتنوں کی شرارت کچھ ایسی پسند آگئی تیری صورت کچھ ایسی یہ ایک پھر آئی طبیعت کچھ ایسی نہ تھی ورہ رحمت کی صورت کچھ ایسی</p>
<p>اسر کیوں تھو عشق غواں میں کہہ غدا ہی لے دی ہے طبیعت کچھ ایسی</p>	
<p>سدا</p>	
<p>حیدوں کے گلے سے گھٹی ہے دیر سونے کی والتا ہے قلم میں نہ میند آتی ہے آنکھوں میں یہاں بیداریوں سے جوں دل آنکھوں میں آتا ہے</p>	<p>نظر آتی ہے کیا چمکی ہوئی تقدیر سونے کی شب و فرقت میں کیوں کر بس پڑے تدبیر سونے کی کھلائی کرتی ہے آنکھوں کو داتا فیروزے کی</p>

و نہ کھلتا ہے ہمارا آئینہ ان کو نہیں کچھ
جب کہا میں نے مرے سینہ میں آؤ گے کبھی
نوب کرتا ہوں رقیبوں کی برائی ان سے

حرم کیا دیر کیا دونوں یہ ویراں جتے جاتے ہیں
الگ سب سے نظر نیچی خرام آہستہ آہستہ
سواٹھلی سے تہی میں بخود لی باتیں اب جوانی میں
کہاں سے آؤ نکاح و نکاح کے کھالانے کو
خرابی خانہ سے عیش کی دو گرگوں میں
بیاں میں کیا کروں دل کیو لکر شوق شاد کی
غضب کی یاد میں عیار باں والہ تم کو بھیجی
اوسر جسے بھی باتیں آپ کرتے ہیں نکاوٹ کی

نغم ہے اتنا کہ دلِ زار پہ وٹا بو بھی نہیں
کیا مرے عہد میں بدلی بے گلستاں کی ہوا

جفا میں جھیل کرتا شیر الفت کی دکھاتے ہیں
فدا سو جان سے ہوتا ہوں پروانوں کی تہت پر
کھلا زانم پلا یا خون دل سماں نوازی کی
خود سی و بیخودی دونوں میں عاں صورتِ مہاں
سحر کو در پہ جاتا ہوں تو فرماتے ہیں اندر سے

بہ رخ نے برہم کیا جس کو وہ صحبت خوب تھی
صحبت باہم میں تو اب روزِ مہتاب ہے فساد
مارڈ الارنج تنہائی نے غربت میں ہمیں

جانِ جانی ہے ہماری انہیں سدا و مد نہیں
ہنس کے فرمایا کہ ایسے ترے تہ و تم نہیں
مذہبِ عشق میں غیبت کہیں مذموم نہیں

تمہارے معتقد گروہ سماں جو تے جاتے ہیں
وہ مجھ کو دفن کر کے اب پیشیاں مٹتے جاتے ہیں
قیامت ہے کہ دن پر دن وہ ناداں جوتے جاتے ہیں
ہزاروں طرح کے غم لگے مہاں پوتے جاتے ہیں
جو باقی رہ گئے ہیں ہ بھی ویراں جوتے جاتے ہیں
ابھی سے آپ تو شمسِ عرباں جو تے جاتے ہیں
غرض قائلِ تمہارے ہم تو لے جاں جوتے جاتے ہیں
ادھر غریبوں سے بھی کچھ عہدِ مہیاں جوتے جاتے ہیں

شبِ یہ بے کہ کہیں آنکھیں میں آنسو بھی نہیں
رنگ کیسا کہ کسی پھول میں خوشبو بھی نہیں

حنا کی طرح پس لیتے ہیں تب ہم رنگ لاتے ہیں
جلے جاتے ہیں لیکن شمع سے لپٹے ہی جاتے ہیں
ترے آسان منہ لے چرخ ہم دنیا سے جاتے ہیں
اشکیو جلوہ گر پاتے ہیں جس عالم میں جاتے ہیں
ابھی سو کر اٹھتے ہیں ہاتھ منہ دھوتے ہیں آتے ہیں

مٹ گئی جو قسمتِ بد سے وہ رگت خوب تھی
ہم سے اُنے دور کی صاحبِ سلامت خوب تھی
اب خیال آیا کہ یاروں ہی کی صحبت خوب تھی

رختی تری نظر سے بھی ہو غلط بھی کرے یری و پوچھتے مسعود تیاہوں آئیہ ماں ہے انقلاب جس کے عالم میں کس قدر	اتنا ہم اپنے دل کا جگر دیکھتے نہیں انکا یہ حال ہے کہ ادھر دیکھتے نہیں دو دن بھی ایک شکل قمر دیکھتے نہیں
---	---

اکبر نہ سینک شعاع حسرتاں پہ آتھ
عاقل جو لوگ ہیں وہ ادھر دیکھتے ہیں

رقیب تیر و ماٹن کو چھپے رکھی ہے دل میں دو پوچھو وسعت ادنیٰ عشاق قاصد کو سنت عاشق مگر مصدق سے معنی بھی تو سید اہوں زبان کو نہیں کھلنے کی طاقت رحم میں تیری بہت سال سے تیرے سطر کے میخوں کی	ہیں کچھ اور عیب اسکے سوا اس ماہ کامل میں یہ وہ ہیں سو قیامت گم ہے اگلے گوتہ دل میں سنت محوں مگر عابدہ تو ہو سلی کا محل میں نگاہوں کو ہیں یار اکہ اٹھیں تیری محفل میں سنت مشکل ہے لیکن مرق کرنا حق و مائل میں
---	--

سو حال سے محو رخ حاناں ہیں تو ہم ہیں ظلمت کریں بھول جیں انکو ہے کیا غم سحر کی ہوئی ہے آتش گل اپنے ہی دم سے شور اپنے ہی جلوے کا ہے یہ دیر و حرم میں اسے برق تڑپنے میں نہیں تھے ساتھی دل رات تھیں پوچھ رہے صاحب کی جنایت	اس آئیہ خاں میں عسیراں ہیں تو ہم ہیں آوارہ صحرا سے مغیلاں ہیں تو ہم ہیں سو زجر بلیب نالاں ہیں تو ہم ہیں مقصود دل گبر و مسلمان ہیں تو ہم ہیں اسے ابرتے ساتھ جو گریاں ہیں تو ہم ہیں بس ایک غم سحر میں مالاں ہیں تو ہم ہیں
---	--

آجکی بس مرے حسد میں شب وصال ہے دل معدرت کے حو قہ تیر بھی کی تم نے تو وہ کمر بار ہے راہ کی سے غائب ہر چند ترجہی جتن سے حل جانے وہ کہیں مجھے کب میرا احوال جو یاروں نے کہا کچھ اُس نے	گردش چرخ میں ایسے مے منقسم نہیں حس کے مطلب نہیں معنی میں مفہوم نہیں مگر اتنا تو کہوں گا کہ وہ معلوم نہیں موت کا وقت کسی شخص کو معلوم نہیں بٹکے فرمایا کہ ہو گا مجھے معلوم نہیں
---	--

نئے انجام مبارک رہیں تو خیسروں کو
زلزلتِ اسلام میں اُلجھے ہوئے مدتِ گذری

میں ہوں اور آرزو سے مرگ و قادری دل
اب کہاں چھوڑتی ہے جھکو و قادری دل

میں تو شیداے رسولِ عربی ہوں کسبِ سر
بجذا ہے بس انھیں کے لئے سرداری دل

حاصلِ عمر سوا موت کے جب کچھ بھی نہیں
وجہ کیا تھے کموں اسکی طبعیت ہی تو ہے
زندگی میں تو رہا کرتے تھے کیا کیا ساماں
نہ تو خلوت ہی میسر ہے نہ کچھ لطف کی بات
نہ وہ احباب نہ وہ لوگ نہ وہ شمع نہ بزم

چار دن کے لئے یہ عیش و طرب کچھ بھی نہیں
دل کو اک جوش ہے روتا ہوں سبب کچھ بھی نہیں
قبر میں بعد فنا آئے تو اب کچھ بھی نہیں
کیوں بلایا ہے مجھے آپ نے جب کچھ بھی نہیں
میں صدمہ وہ اثرِ حبسہ شب کچھ بھی نہیں

کوئی اکبر سا بھی دیوانہ نظر آیا ہے کم
پھروں روتا ہے جو پوچھو تو سبب کچھ بھی نہیں

سنبھالیں دل کو کہ ہم حالتِ جگر دیکھیں
کریں نہ لطف و کرم وہ تو کیا وفائے کر
یہ کہہ کے روح نے دل کو کیا سپرد اُنکے
ترپ کے جان ابھی دوں کہ ہوں خجلِ اغیار
کبھی تو بوسہ سببِ ذوقِ عنایت ہو

تمام آگ لگی ہے کہ ہر کہہ دیکھیں
یہی سمجھ ہے تو اچھا ستم بھی کر دیکھیں
کہ ہم تو جاتے ہیں اب آپ اپنا گھر دیکھیں
خدا کرے کہ مجھے بھی وہ اک نظر دیکھیں
نہالِ عیش کو اک دن تو بارور دیکھیں

زہادِ خشکِ حسنِ بیاں سے ہیں بے نصیب
میں جن کے دیکھنے کو سمجھتا ہوں زندگی
تاثرِ انتظار نے یہ حال کر دیا
بیخودِ دل کو کرتے ہو پا مال اے بتو
دُور سے تو ڈالنے دو ذرا چشمِ شوق کو

آنکھیں خدا نے دی ہیں مگر دیکھتے نہیں
اُن کا یہ حال ہے کہ ادھر دیکھتے نہیں
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر دیکھتے نہیں
یہ شوخیاں خدا کا بھی گھر دیکھتے نہیں
دیکھیں گے کس طرح وہاں ادھر دیکھتے نہیں

محل اس ہی ہے کہ کھلائے ہیں کسی کے دل میں مجھے ایسا گھر نہیں منظور

خیال وصل متاں چھوڑ دوس اے اکبر
تڑپنا روح کا آٹھوں میسر ہیں منظور

صفحہ ۹۷

<p>اگیا وقت اہل لے شوق دیا الوداع الوداع اے ساتی میمانہ طول اہل اے تم محراب الوداع خوش آئیں اسلام الوداع اے سد و عرش و مقال پیر الوداع لے رگبت حشت الوداع لے فرما عشق الوداع اے حلوہ فیہ بھی حسن بتاں الوداع اے عالم یہ مجھے باغ جہاں</p>	<p>الوداع اے حسرت دل لے تمنا الوداع اے سرور مادہ امیر مرد الوداع اے حاکم و رفعت قصہ پیر الوداع اے حریر و طلسم و کتب و اب و دیا الوداع رحمت لے خوش حوٹوں لے میر صحر الوداع لے خیال عارض و زلف چلیپا الوداع اے نگارہ دید و محو تماشا الوداع</p>
---	---

عازم ملک عدم سے اکبر غوثیں جگر
الوداع اے عمر اے نغمہ احبا الوداع

<p>ہوا پھر قیدی زلف و تادول بگاہیں چو میں عتوے کرشمے نہ چھوڑا آتش الفت نہ پیچھا لگا دھیر سے ہم سے رکھانی یہ وقت نزع ہے دم بھر تو ٹھہرو</p>	<p>ہلا میں ہو گیا پچھہ مستلا دل آدھر اتنے ادھر تنہا مراد دل مگر جلنے لگا جب حل چکا دل انہیں باتوں سے تجھے پھر گیا دل نہ توڑو عیش و شہر زنجیر کا دل</p>
--	--

یڑے صد سے اٹھائے ٹھنے السہ
توں کو اب نہ دوسر غذا دل

حد طغی سے ہے نہیب میں گرفتاری دل
ساتھ ساتھ اپنے بڑھاکے ہے یہ پیاری دل

فائدہ کیا جو ہو سے تشک گھر کی صورت
کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت
دیکھئے روز بدلتی ہے قمر کی صورت
دیکھ لی آئینہ میں آئینہ گر کی صورت

نظر آتی نہیں جب انہیں اثر کی صورت
خانہ دل کو کیا عشق بتاں نے برباد
حسن کے واسطے لازم ہے تلون شاید
ہمنے مخلوق میں خالق کی تجلی پائی

خون ہو جاتا ہے مصروفِ تمنا ہو کر
کام ہی کیا ہے کروں گا جسے اچھا ہو کر
حسنِ حیرت میں ہے خود محو تماشا ہو کر

دل رنگیں بھی عجب دل ہے مگر قمر ہے یہ
مرضِ عشق سے صحت نہیں ہوتی تو نہو
عالم آسکے رخِ زیب کا بیاں ہو کس سے

خرابی دل و جان و جگر نہیں منظور
جواہرات نہ دیدیں اگر نہیں منظور
اسی سے جذبہ دل کا اثر نہیں منظور
تو خیر مجھ کو بھی اب اُسے شہ نہیں منظور
دوا میں لاکھ شفا ہو گا نہیں منظور
فقاں میں لاکھ اثر ہو گا نہیں منظور
یہ سرکشی تو بسانِ شہ نہیں منظور
ہما کا سایہ مگر فرق پر نہیں منظور
مگر یہ کاوشِ تیرِ نظر نہیں منظور
تمہارا روکنا کچھ رات بھر نہیں منظور
اُدھر چلا ہے کہ جانا جہ نہیں منظور
وہیں رہو گا اب آنا اُدھر نہیں منظور
بغیر عشق لباسِ بشر نہیں منظور
ہوائے غم نہ جو حسین وہ نہیں منظور

بتوں کی مجھ کو یہ تر چھی نظر نہیں منظور
وہ ٹالتے ہیں عبرتِ آجکل یہ وعدہ فصل
یہاں کے آنے میں تکلیف ہو گئی کچھ کمال
وہ خود قیدیوں سے ملنا جو ترک کرتے ہیں
مرضِ ہزار بلا خیر ہو پسند ہے وہ
ہزار بے اثری ہو رہیگا ضبطِ مجھے
نہ ہو عروج نہ ہو مغرب ہو تو ہیں
قبول سایہ دیوارِ یار میں رہتا
ہزار نوکِ سناں سینہ پر گوارا ہے
اُداس سے تیرے کیوں بچھو پھر چلے جانا
جو گھر سے نکلا تو ظالم مرے دکھانے کو
عدم کو جاتا ہوں احبابِ یکپہلیں اگر
ازل میں خالقِ رب حق سے روح کا تھا قول
وہ دل پسند نہیں حسین جا بے درد نہو

<p>گذری ہوئی باتیں نہ مجھے یاد دلاؤ دھیسپ بہ آفت بہ قیامت بہ غصیب بہ</p>	<p>اب و کر ہی جانے دوس لے جاں من انکا مات اُن کی ادا اُن کی قد اُن کا چل انکا</p>
<p>پو حید و آنکھوں میں کبھی دل میں شاں رہا فریاد کسکی تھی پس دیوار رات بھر سیا مرے سفر یہ ہیں یہ سنگا نیاں</p>	<p>رسوں خیال یار مرا سیساں رہا کیا مجھ سے پوچھتے ہو تو کل شب کہاں رہا پیش نظر تمہیں تو رہے میں ہاں رہا</p>
<p>معصیت خسار یوسف میں ہو جا تغیر خواب اکلی باتیں سن کے عورت کے حرم غفلت نگر کوچہ جاناں سے اُٹھتا ہوں تو سوجھتا ہوں یا لوں خواب تھیں بیداریاں اس ہستی مہووم کی سرق کا جلوہ نظر آیا ہے مجھ کو خواب میں وصل میں شوق تماشا ہجر میں اشکوں کا جوش قتل کرتا ہے ترا میا صحت سونا مجھے</p>	<p>کیا زلیخا کو عزیر مصر سے تعبیر خواب خاتلوں کے واسطے افسانہ ہے تدبیر خواب بے طلسم تازہ بٹری کے عومن زنجیر خواب گور میں خواب فتنے مل گئی تعبیر خواب قرب اُن سے ہو گا الٹی ہے اگر تعبیر خواب عاشقی میں لعن ممکن نہیں تدبیر خواب اس لئے خواب کج کہتا ہوں میں شمشیر خواب</p>
<p>اس زمیں میں اور بھی بڑے عول اکبر کوئی پڑ گئی ہو گرد پائے فکر میں زنجیر خواب</p>	<p>خواب میں بھی بھ نظر آئی ۔ وہ تصویر خواب حتی تعبیر میں پٹیاں کی ہیں یہ سب تعبیر خواب حشر کے دن ہونگے یار ہم گریاں گیر خواب اک ہمیں محروم ہیں لے دیں عالمگیر خواب آپ کے ملنے سے محکوم مل گئی تعبیر خواب</p>
<p>ہم جو سمجھے تھے نہ وہ حاصل ہوئی تعبیر خواب عالم ایجاد بھی اک عالم مہووم ہے خواب میں دیکھا کہ وہ دامن پھیرا کر چلے گئے کوں ایسا ہے جو ہر شب چین سے سوتا نہیں حضرت یوسف کو لپٹا کر لیچن نے کہا</p>	<p>خواب میں شاید کہی ہے تم نے اکبر یہ عول سائے معصوم ہیں خیالی ہے یہ سب تعبیر خواب</p>

آنکھیں کی سیوٹائی کا یہ ہے آنکھوں پہ صدمہ
لب و چشم صنم گرد لکھنے پاتے کہیں شاعر
بہت اچھا ہوا آئے نہ وہ میری عیادت کو
اگر قبریں نظر آتیں نہ دارا و سکندر کی
لئے جاتا ہے جوشِ شوقی ہکوراہِ الفت میں
نہ رہنے پائے دیواروں میں روزِ شکر ہے ورنہ

نہ پروٹنے سے محفل اور نہ بیل سے چمن چھوٹا
وہ تر بھی نظروں سے دیکھا کئے اور میں رہا بھل

روشن دل عارف سے قروں سے بڑن اُنکا
محروم ہی رہ جاتی ہے آغوشِ تمنا
جن لوگوں نے دل میں ترے گھراپنا کیا ہے
ہر بات میں وہ چال کیا کرتے ہیں مجھ سے
عارض سے غرض ہکو عنادل کو ہے گل سے
ہے صاف نگاہوں سے عیان جوشِ جوانی
یہ شرم کے معنی ہیں حیا کہتے ہیں اس کو
غیروں ہی پہ چلتا ہے جوابِ ناز کا خنجر
غیروں نے کبھی پاک نظر سے نہیں دیکھا
اس دلف و رخ و لب پر نہیں کیوں نہ توخت
امد رے قریب نظرِ چشمِ خوں ساز
آیا جو نظرِ حسنِ حناداد کا جلوہ
مرقمیں اتارا ہمیں تیر ہی کو چڑھا کر

وہی ہوتے جو قابو میں تو پھر کاہیکو غم ہوتا
کوئی شیریں سخن ہوتا کوئی جادو رقم ہوتا
جو وہ آتے تو غیر آتے جو غیر آتے تو غم ہوتا
مجھے بھی اشتیاقِ دولت و جاہ و حشم ہوتا
نہیں تو ضعف سے دشوار چلنا دو قدم ہوتا
تمہیں تو دلگی ہوتی غریبوں پر ستم ہوتا

مجھی سے جلسہ رنگین یارانِ وطن چھوٹا
نہ بیتابی گئی میری نہ اُنکا بانگِ پین چھوٹا

رنگیں ہے طبیعت کی طرح پیرن اُنکا
شرم آکے چہرہ الیتی ہے سارا بدن اُنکا
باہر ہے دو عالم سے مری جاں وطن اُنکا
الفت نہ نبھے گی جو یہی ہے چلن اُنکا
ہے کو چہ مشوقِ ہمسارا چن اُنکا
آنکھوں سے سنبھلتا نہیں ستا نہ پن اُنکا
آغوشِ تصور میں نہ آیا بدن اُنکا
کیوں تیج میں لایا تھا مجھے بانگِ پین اُنکا
وہ اسکو نہ سمجھیں تو یہ ہے حسنِ ظن اُنکا
تاتا رہے اُنکا حذب اُن کا یمن اُنکا
بند ہے ہر اک شیخِ ہر اک برہمن اُنکا
بُت بن گیا سُنہ دیکھ کے ہر برہمن اُنکا
ہم مر بھی گئے پر نہ جھپٹا بانگِ پین اُنکا

محنت کا لستہ ہے کیوں نہ ہر دم
پھنسا یا تو آنکھوں سے دام ملا میں
ہوا خوب رسوا یہ عشق تباں میں
یہ ہانکی ادائیں یہ تر بھی نگاہیں
دھواں پہلے اٹھتا تھا آگلاز تھا وہ
جبکہ عازالت ہی میں حل ہا ہے
خدا کے لئے پھیرو و بھگو صاحب
پس مرگ ان پر کھلا حال العت
تر پتا دو ایو نہیں پا یا ہمیشہ

بھرا ہے مے عشق سے تمام دل کا
مگر عشق میں ہو گیا نام دل کا
خدا ہی سبب میرے بنام دل کا
یہی لئے گئیں مسر و آرام دل کا
ہوا خاک اب یہ ہے انجام دل کا
تو کیا خاک تلاؤں انجام دل کا
حوسر کار میں کچھ نہ ہو کام دل کا
گئی لے کے روح اپنی پیغام دل کا
کسوں کیا میں آغا ز و انجام دل کا

دل اس سے وفا کو دیتے ہو اب
تو کچھ سوچ لو پہلے انجام دل کا

مروج کم بضاعت و وقت عالم میں ہوتا
توں کے قول سے شالواں دل پر غم نہیں ہوتا
خدا حضور کے العت مرگاں غواں سے
مقام تجریدی میں آ رہا کیا عرض طلب کیا
صعائے سید تک دست تھو کر سطح پر پہنچے
تمہارے و عفا میں تاثیر تو ہے حضرت و عطا
تمنائے وصال یار میں ہر وقت روتا ہوں
شکستہ سوختہ محروم اس پر ہر تن نہیں
اگر دل واقعت سید بھی طبع صتم ہوتا
کہ ہا ہند مصیبت دل کے ہاتھوں ہم تو بیکے ہیں

میرہ نومرد ہو کر نیست غلیم نہیں ہوتا
دل انکا سنگ ہے بر عہد تک نہیں ہوتا
یہ ذوق نشتر دل مرتے مرتے کم نہیں ہوتا
وہاں یہ دل نہیں ہوتا ہے یہ عالم نہیں ہوتا
وہ سید آشنائے دست نامحرم نہیں ہوتا
اگر لیکن نگاہ نار کا بھی کم نہیں ہوتا
فراق آستین و دیدہ ہا پڑے ہم نہیں ہوتا
دل عاشق سادہ سادہ کوئی یہ غم نہیں ہوتا
زمانہ کی دوری کا اسے ہرگز غم نہیں ہوتا
نہیں تو جہنم سے گشتی نہ دل ہوتا غم نہیں ہوتا

بسترِ درد و روناؤں میں ہو کیونکر اہلِ نیش کی
 پہونچ جاؤنگا سجدوں سے مقامِ قرب باری میں
 خطِ موبہوم کو ہے نقطہٴ فرضی سے اک نسبت
 تصور بھی کبھی مرقد کا آتا تھا نہ دنیایں
 رہ تو حید میں کھٹکا نہیں بے غیہ کا مجھ کو
 نزاکت کے اثر سے شعر میں بھی بند نہیں سکتا
 ہماری سرنخی داغِ جگر سے زرد رو ہو گئے
 ترو و کچھ نہیں ایذا دہندوں کو رسائی میں
 سرمِ عیش ہو یا صرصرِ غم ہم نہیں جھٹے

جو پیش چشم معنی جلوہٴ حسنِ بشر آیا
 رہا دم بھر سرِ رخ اسکو کبھی جواوِج پر آیا
 تصورِ جلوہٴ توحید کا ہے مثلِ آئینہ
 قصیدائے عارف کا زلیں رنگینِ نازک تھا
 ملا ہے ہر جگہ یہ مضمونِ روشن چشمِ بنیا سے
 گیا تھا ہر کے رخصت صورتِ تسکینِ دل مجھے
 حیموں کو تے ہوتے ہوئے اسے بت میں کیا کچھ
 ہوا ہے باعثِ ایجابِ عالمِ حسنِ یہ کسا
 جگہ بھی بیٹھنے کی اب مجھے ملتی نہیں صاحب
 سوا افسانہٴ دل کے کہا بھی کچھ نہیں میں نے
 ہوئے سرسبز لاکھوں نخل اس گلزارِ تری میں

نہ حاصل ہوا صبر و آرامِ دل کا

اندھیرے میں نہیں کچھ کام کر سکتی نظر اپنا
 قدم کے بدلے میں اس راہ میں رکھوں گا سر اپنا
 تمہیں اپنے دہن سے کچھ کرو و صفت کمر اپنا
 یہ غفلت تھی کہ ہم بھولے ہوئے میٹھے تھے گھر اپنا
 خودی کا خون سے لیکن دھاکرتا ہے دڑ اپنا
 بچا جاتا ہے پہلو مجھ سے مضمونِ کمر اپنا
 جمانگے وہاں کیا رنگِ لفت اہلِ زرا اپنا
 تنہا بے تکلف دل میں کر لیتی ہے گھر اپنا
 جا ہے پائے استقلال یہاں مثلِ شجر اپنا

تماشا پر تو انوارِ خالق کا نظر آیا
 مرے حصے میں شاید آخرِ نجاتِ شر آیا
 کیا شوقِ تماشا جب کبھی میں خود نظر آیا
 پری نگر ہمارے شیشہٴ دل میں اتر آیا
 کہ چوڑی جس نے خود بینی اسے سب کچھ نظر آیا
 رنگِ ہوش واں سے پھر کے اپنا نامہ بر آیا
 مجھے تو حسنِ تیرا خود تماشا فی نظر آیا
 یہ کس کے دیکھنے کو مجمعِ اہلِ نظر آیا
 وہی اچھا رہا اس بزم میں جو پیشتر آیا
 یہ غصہٴ آپ کو فرمائے کس بات پر آیا
 نہ لیکن رنگِ پرانی تمنا کا شجر آیا

نہ نکلا کبھی تم سے کچھ کامِ دل کا

روح و رسم محبت ان حسینوں سے میں کیا رکھوں
 رہے آوارہ یوں اک عمرویا میں تو کیا نامل
 محل غیرت کا سے ہرے پہ لوٹکا وار قاتل کے
 محبت کھل گئی اپنی پر اسے طعنے دیتے ہیں
 محبت میں یہ ناصح اور بھی پاک ٹھوڑا حاتے ہیں

جہاں تک دیکھتا ہوں نفع اذکا ہے مگر ایسا
 خراب تھا بتا لیتے کسی کے دل میں گھرا یا
 مجھے اس حرکت میں سر دھلائے سپر اپنا
 محب عالم سے غیرت سے اُدھر اُنکا ادھر اپنا
 کہیں کیا ناک میں دم ہے اُدھر اُنکا ادھر اپنا

کھستیاں مٹائیں لبکہ سے یہ نظر اپنا
 ہوا بے پیچہ دی کے کوچہ میں حب سے گدرا یا
 اٹھاتا تھا ہزاروں سمتوں میں اسے رکھ کر
 عروج بہت ہی فانی پہ کیا سرگرم عشرتوں
 حکم دے آدہ ہے نوید وصل حاناں کی
 نہیں کچھ آج ہی سے میری قسمت میں ہیشانی
 لحد کی فکر بھی لازم ہے منعم قصہ عالی میں
 امانت عشق کی بعد اپنے کیا جانے لے کس کو
 غصہ کیا اُنکو سے یا پوش اچھی پاؤں ہو جی بہ
 نگاہ شوق پر دست ہوس کو کیوں سرخک آئے
 کہیں دکھانہ ہستی و عدم کا اشتراک ایسا
 نہایت حلا اگر با عطف تسکین حنا طرہ ہو
 نہیں پاتی نہیں باقی زسالی گوش جانان تک

کل تر سے لطافت میں فروں ہے شعر تراپنا
 نگاہ شوق سے میں دہوں منظور نظر اپنا
 مرے سگ سلیم پر آرزو بیچنے لگی سراپنا
 مروج چند ساعت ہے یہاں مثل شرراپنا
 اٹھائے سینہ سے ستر قیلے درو جگر اپنا
 ازل سے حصہ سوداے گیو میں ہے سراپنا
 کمال کار بھی کچھ سوچ لے اسے حیر اپنا
 ہمیں معلوم جائے کس کے سر پہ درو سراپنا
 لئے پھر تا ہے کیوں مہر ملک طیت تیرا پنا
 کہ یہ محو میں وہ کام کرتی ہے اُدھر اپنا
 حیا میں مثل رکھتی ہی نہیں اُن کی کھاپنا
 سراپا منظر مجھے مجھے اُن کی حراپنا
 بدلتی ہے طریقہ سو طرح میری خیر اپنا

غزل ایسی بڑھو جلو جو ہو عالی معانی سے
 کہ وہ اب دوسرے کچھ میں لے آکر لکھنا

حباب آسا اٹھایا بھروسہ میں جو سراپنا
 بنایا بس وہیں سوچ فنا نے بس سراپنا

ایک تم ہو کہ ہزاروں ہی کئے مجھ پر ستم	مل کے غیروں سے ہم	
ایک میں ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہی ہے	کبھی شکوہ نہ کیا	
دشمنوں نے تو بہت بات بنائی جا کر	کہ وہ بگڑیں مجھ پر	
حال پر میرے مگر انکی عنایت ہی رہی	کچھ کسی سے نہ ہوا	
یہ تمہاری بھی عجیب طبیعت بخدا	رحم دل میں نہ مرا	
عتیں کرتے رہے ہم تمہیں وحشت ہی ہے	پاس بیٹھے نہ ذرا	
منزل گور میں تنہا مجھے سب چھوڑ چلے	اپنے بیگانے جو تھے	
ساتھ دینے کو فقط انکی عنایت ہی رہی	اور کوئی نہ رہا	
ہمتیں اٹھ گئے اس بزم سے اپنے اکبر	تم بھی بس باندھو کم	
نہ وہ جلسے ہی رہے اب نہ وہ صحبت ہی ہے	کیا ہے جینے کا مرا	
ماٹل دل وحشی ہے کسی زلفِ دو تار کا	سودا مرے دیوانے کو ہے دایم بلا کا	
انکار وصال انکے لبوں پر یہ نہیں ہے	پیغام میں سنتا ہوں مسحا سے قصا کا	
یار نے کچھ خبر نہ لی دل نے جگر نے کیا کیا	نارہ شب سے کیا ہوا آج سحر نے کیا کیا	
دونوں کو پا کے بے خبر کر گئے کاظمِ عشق	دل نے ہمارے کیا کیا انکی نظر نے کیا کیا	
صاحبِ تلج و تخت بھی موت سے یاں نہ بچ سکے	جاہ و چشم سے کیا ہوا کثرِ زرنے کیا کیا	
کھل گیا سب یہ حال دل منے ہیں دوست بر ملا	ضبط کیا نہ راہِ عشق دیدہ تر نے کیا کیا	
اکبر خستہ دل کا حال مت بل رحم ہو گیا		
اس سے سلوک کیا کموں تیری نظر نے کیا کیا		
ہجومِ غم سے ان روزوں ہے دل زیر و زبر اپنا	بجی احمد مرسل آئی فضل کر اپنا	
نصیحت و اعظوں کی اب کر گئی کیا اثر اپنا	ژمانہ ہو چکا ہے یونہیں رنڈی میں بسرا اپنا	
نہ روؤں کنسٹرِ غربت میں دل کو لکرا اپنا	حجابِ اپنے ہے یہاں کسکانہ شہد اپنا نہ گھرا اپنا	

یہ کیلئے اٹھ گئے پہنچا کام سرعہ سے ریت
 لگائے سینے سے یا قتل کر مجھے ظالم
 تمہیں ملو تو ملو ورنہ اور سے کیا کام
 نظر لگائے ہیں ل پر ہر اک طرف سے حین

یہ راہ وہ ہے کوئی ساتھ جانیں سکتا
 ترے قدم سے میں اب سر اٹھا میں سکتا
 میں اپنے دل کو کہیں اب لگا نہیں سکتا
 کسی طرح سے میں پہلو بچا نہیں سکتا

گزر چکا ہے مرا کام مصطیٰ سے کہہ
 میں راہ عشق اب ایسا چھپا نہیں سکتا

تم نے بیمار محبت کو ابھی کیا دیکھا
 طفل دل کو مرے کیا جانے بکھی کسی نظر
 لے گیا تھا طوط کو مرغیاں دل راز
 وہ حقیقت رونق آبادی بھلا رہا
 کل تک مغل عشرت میں جو تھے مدد
 بسکیر نیکی عالم پر اُسے حیرت تھی
 سرچشید کے کاسے میں بھری تھی حسرت

جو یہ کہتے ہوئے جاتے ہو کہ دیکھا دیکھا
 میں نے کھنکھو دوں بھی۔ اچھا دیکھا
 کیا کہیں تم سے جو کچھ ویاں کا تماشا دیکھا
 سر سے پانک نہیں ماکہ دو صحرادیکھا
 قمر میں آئی انھیں بکس و تنہا دیکھا
 آئینہ خاک سکندر کو سراپا دیکھا
 یاس کو متکعب تر بہت دارا دیکھا

دھل جانوں کی دل راز کو حسرت ہی رہی
 پر میتر بہ ہوا

عمر بھر جان و فرقت کی مصیبت ہی رہی
 تمہارے قسمت کا کھلا

تم نے نہ جات کی میں نے دل و جاں سے وہ کی
 نہ کسی حد رکھی

تم کو اس پر بھی مگر مجھے شکایت ہی رہی
 پہل یہ خدمت کا ملا

چترہ چشم سے آنکھوں کی بھی میں نکلیں
 غنڈی لائیں بھی رہیں

آتشِ غم کی گدول میں سرد رہی رہی
 نہ ہوا فرق ذرا

کھائیں سو مرتبہ تمہیں کہ ہوں عاشق تجھ پر
 ہیں اوروں کی نظر

مگر آس شمع کی عادت ہی رہی
 صاف مجھ سے نہ ہوا

دور دوم

غمزہ نہیں ہونا کہ اشارا نہیں ہونا
جلوہ نہ ہو معنی کا تو صورت کا اثر کیا
الغلبہ بجائے مرض عشق سے دل کو
تشبیہ ترے چہرے کو کیا دوں گل ترے
میں شرع میں ہوں آئیں تو حسان ہر گنا
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جلتے ہیں بدنام

آنکھ اُسے جوتی ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا
بلبل گلِ تصویر کا شیدا نہیں ہوتا
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہوتا
ہوتا بے شکفتہ لگتا نہیں ہوتا
لیکن یہ سمجھ لیں کہ تماشا نہیں ہوتا
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

نہاں ہے مثل بونے گل جو رنگ اس نے زیبا کا
سیہ بختی کے پڑتے ہیں جو دم پر پہنچ غمیت میں
ہوا ہے امتحان ضبط پر مائل بہت کافر
بڑھا کر آرزو اتنا گھٹایا عشق نے بھٹکا
نہ ہو چشمِ تمنا کس طرح موخرِ روشن
مری آنکھوں سے ہے کیفیتِ مستی دل پر

مری چشمِ تماشا چشمہ ہے خونِ تمنا کا
تو یاد آتا ہے بل کھانا کسی زلفِ چلیپا کا
خدا حافظ دلِ بے صبر و جانِ ناشکیبا کا
کہ کاٹنا رہ گیا میں اپنے گلزارِ تمنا کا
رخِ روشن تمہارا نور ہے چشمِ تمنا کا
لبِ ساغر سے افشا ہو رہا ہے رازِ مینا کا

کمالِ یاس حاصل ہو گیا آخر مجھے اکبر

بہت روزوں سے دل کو شغل تھا مشقِ تمنا کا

غمِ فراق کا صدمہ اٹھانہیں سکتا
کسی کو رنگِ محبت دکھانہیں سکتا
جیسے حسنِ آنکھیں ہے حجابِ عشق مجھے

اب اپنی جان میں اسے جاں بچانہیں سکتا
جو دل میں ہے وہ زباں پر میں لائے نہیں سکتا
غص وہ آئیں سکتے ہیں جانیں سکتا

خوش کرے کیا مجھے عینوں کا شگفتہ ہوا
 اپنے دل ہی کی رفاقت میں لاسرکی میں نے
 شیخ نامہم میں کرتے جو ہیں قدر اس کی
 مضطرب عشق تباں میں ہوں حبث میں اتنا
 سیماں چرخ شکر کا کیا قسمت نے
 خواں انواں حماں یہ ہوا ہم کو یقیں
 میں ہوکتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں
 روغن عشق زہلہ جی سے مینا سیر دل
 دل صد جاگ سے کھل جائیگے ہستی کے یہ پہچ
 کون بھر د کسی کا ہے حماں میں کیر
 صغیر و صغیر ہیں نقش مخالفت کسب

کل تک محنتوں کے چمن تھے کھلے ہوئے
 اچھے وہی ہیں آج جو سوتے ہیں زیرِ گل
 آنکھیں دکھا رہی ہیں کہ بے دل میں بیڑی

آنکھیں مجھے تلوؤں سے وہ ملنے نہیں دیتے
 خاطر سے تری یاد کو ملنے نہیں دیتے
 کس ناز سے کہتے ہیں وہ جھنڈا کے حیر و صل
 پروانوں نے فاقوس کو دیکھا تو یہ بولے
 حیراں ہوں کس طرح کروں عرض تمنا
 دل وہ ہے کہ فیر باد سے لبریز ہے ہر وقت
 گرمی محبت میں وہ ہیں آہ کے مانع

سج ہوتا ہے سنت بھولنے کے کھلا نے سے
 شکر اللہ کا ہے بھ گئی دیوانے سے
 دل فرشتوں کے طے ہیں ترے یونانے سے
 رام ہو جائیگے کیا وہ مرے گھرانے سے
 کوئی چارہ نہیں اس حجب جگر کھانے سے
 حفاظت ہاں ہے فقط خون جگر کھانے سے
 کار و دنیا کے کاترے مر جائے سے
 حسن کی شان فزوں ہوتی ہے ترانے سے
 بل نکل جائیگے اس رات کے اس شانے سے
 ایک بھرتا ہے میاں ایک کے مٹ جانے سے
 ایک بھرتا ہے یہاں ایک کے مٹ جانے سے

دو دل بھی کج مل نہیں سکتے طے ہوئے
 اسوس بے اتھیں کے پڑاؤں گلے ہوئے
 عارض اگرچہ گل کی طرح ہیں کھلے ہوئے

ارمان مرے دل کا نکلنے نہیں دیتے
 سچ ہے کہ ہمیں دل کو سنھلنے نہیں دیتے
 محم قہمیں کروٹ بھی بدلتے نہیں دیتے
 کیوں ہکو ملاتے ہو کہ جلتے نہیں دیتے
 دشمن کو تو پہلے سے وہ ملنے نہیں دیتے
 ہم وہ ہیں کہ کچھ منہ سے نکلے نہیں دیتے
 پکھا نقش سر دکا جھلنے نہیں دیتے

<p>آپ اندھیرے میں میں بجلی سے مدد لیتے ہیں بار احساں جسے کہتے ہیں وہ بے کوہ جفا آپ منکر میں غلامی بھی نہیں ملتی ہے</p>	<p>چاند سورج ہیں ہمیں راہ دکھانے والے کاش نا دم ہوں یہ احسان جتانے والے سلطنت کر گئے عقیقی سے ڈرانے والے</p>
<p>قدم شوق بڑھے انکی طرف کیا اکبر دل سے ملے نہیں یہ ہاتھ ملائے دلے</p>	
<p>رہ گئے ہم ہاتھ ہی ملتے ہوئے کیوں نہ ہوتا دیپ کا چ بے خمر</p>	<p>دل تیار اے کے وہ چلتے ہوئے کس نے دیکھا بید کو پھلتے ہوئے</p>
<p>سب میں وحشت ہے زمانے کے بدل جانے سے رحم کر قوم کی حالت پہ تو بے ذکر حسدا جب ہمیں وہ نہ رہے پھر یہ بدلنا کیسا نقصِ تعلیم سے اب اُسکی سمجھ ہی نہ رہی شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے</p>	<p>دل اب اپنے سے نہ ملتا ہے نہ بیگانے سے بے ادب ہو گئی مجلس ترے اٹھ جانے سے یہ کہو مٹ گئے دنیا کے بدل جانے سے دل تو بڑھ جاتا تھا اجاد کے افسانے سے دل بدل جائیگے تعلیم بدل جانے سے</p>
<p>حکم اکبر کو ہوا ہے کہ کرو ترکِ سخن خواجہ حافظ بھی نکالے گئے میخانے سے</p>	
<p>دم لبوں پر تھا دل دار کے گھیرانے سے تیرا کوچہ نہ چھوئے گا ترے دیوانے سے بتیاہوں کوے حیناں کی ہوا کھانے سے رقص کرتی ہے صبا گرم نواسے بیٹھ بیل جو کہا میں نے کرو کچھ مرے رونے کا خیال جاں بلب دیکھ کے سینے سے لگایا اُس نے خیر چپ رہئے مزا ہی نہ ملا بو سے کا</p>	<p>آگئی جان میں جان آپ کے آجانے سے اسکو کعبے سے نہ مطلب ہے نہ بتانے سے فائدہ کیا ہے دینی آگ کے بھڑکانے سے کشتہ اس تاج کا ہوں مست ہوں اس گانے سے ہنس کے بولے مجھے فرصت ہی نہیں گانے سے گھٹ گئی شرم مرے شوق کے بڑھ جانے سے میں بھی بے لطف ہوا آپ کے چھین جانے سے</p>

<p>شیخ جی ایسی ہی کہتے ہی رہے دن بھایا ہی کئے مسموموں بھار سرکسوں نطاعت حق چوڑ دی گائیں سبزہ پائیں کر کے کلیل حوہ مارے تھے وہ آخر گر گئے</p>	<p>وہ ٹیٹیسٹر میں تھرکتے ہی رہے وہ کسیٹی میں تھرکتے ہی رہے اہل سجدہ سرچکتے ہی رہے اوٹ کاٹوں پر ٹپکتے ہی رہے حوٹارے تھے چٹکتے ہی رہے</p>
<p>مے ادا بھی پڑتے تھے اکبر میں بھٹی ہموں نشان اللہ کا اس راہ میں دیتا نہیں واعط سعادت کا حوہ طالب پہ کھار کھ چشمِ حرمت کو سرے دھر کو جس نے محلِ حوہ سمجھا ہے حال کے نام میں لذت۔ پانی اہل عقلمت لے</p>	<p>ماڑا کھو گناہوں سے تھا ڈ اور بھکمرے سے سجا ہے بہت مسلمہ رکتی سے اُھرے سے اثر دکھلا گیا یہ بقتلِ ہستی آہ بھرے سے اُسے کیا لطف آگیا کیاں مل کے ٹھہرے سے تعجب اس میں کیا دل مر گیا دیا یہ مرے سے</p>
<p>حدا کے حوہ کو کچھ تو حکم دے دل میں لے اکبر سوں کی کاوری نہ حق ہے تیرے واہ کرے سے</p>	
<p>اگر ملنا سبب منظور آنکھیں کیوں ملا تے ہو رہے دیگا بھک حوہ دل اب ونگس ہر گر حوہ کی ہر آہ شرم سے جھک سکتی ہیں بھکیں</p>	<p>یہ تڑپا لے سے حاصل ناؤ چسپیں کسے سے قیامت ہو گیا اے اپکا سینہ اُھرے سے مگر سیسے کا فتنہ زک نہیں سکتا اُھرے سے</p>
<p>اور بھی دور ملک ہیں ابھی آئے والے سیکڑوں دوہرنوں میں ابھی آئے والے اُٹھتے جاتے ہیں مالِ سِرم سے اربابِ نظر خاتمہ عیش کا حسرت ہی پہ ہوتے دیکھا تہ اور اک میں داخل۔ ہوا ستر ازل سون معنی دنِ ممدو گئے اعلا کے پل</p>	<p>ناز اتنا۔ کریں ہم کو سنا لے ولے سلطان کیا ہیں مجھے پوش میں لالے والے گھٹتے جاتے ہیں مہل کے ٹھہارے ولے روہی کے اُٹھے میل اس سرم سے گانے ولے کچھ سمجھ ہی۔ سکے پوش میں آئے والے کچھ حشر ہے تجھے اسے بات مانے والے</p>

اپنے پہلو سے وہ غیروں کو اٹھای نہ سکے
 ذہن میرا وہ قیامت کہ دو عالم پہ محیط
 دیکھ لیتے جو اُنھیں تو مجھے رکھتے معذور
 عقل منگی ہے بہت عشقِ خلافتِ تہذیب
 ہم تو جو دچا سہتے تھے یوں سے ٹھہیں کوئی دم
 عشقِ کامل ہے اُسی کا کہ پیشگوں کی طرح
 دامنِ ہستی کی بھی ترکیبِ عجب رکھی ہے
 منظرِ جلوہ جاناں ہے ہر اک شے اکبر

اُن کو ہم قصہ غم اپنا سنا ہی نہ سکے
 آپ ایسے کہ مرے ذہن میں آہی نہ سکے
 شیخ صاحب مگر اُس بزم میں جا ہی نہ سکے
 دل کو اس عہد میں ہم کام میں لا ہی نہ سکے
 آپ کی یادِ نگر دل سے بھلا ہی نہ سکے
 تابِ نظارہ معشوق کی لا ہی نہ سکے
 جو پھٹے اسمیں وہ پھر جان بچا ہی نہ سکے
 بے ادب آنکھ کسی سمت اٹھا ہی نہ سکے

ایسی منطق سے تو دیوانگی بہتر ہے
 کہ جو خالق کی ملامت دل کو جھکا ہی نہ سکے

جو زاہد مکی طرف سے تیری نگاہِ قتال پھری نہیں ہے
 اگرچہ عاشقِ توں کا ہونٹیں نظرِ خدا سے پھری نہیں ہے
 جمالِ دلکش کا محو ہونا نہیں ہے ہرگز خلافتِ طاعت
 بس اکلِ شاہے میں لگی تودلوں سے ایمانِ حقیرِ تقویٰ

ہماری دولتِ ایمان بربتِ کافرنے لونی ہے
 مری تقریرِ طبعِ یار کو بھیچین کرتی ہے
 ٹھہرنا ہی نہ ہو جو دل وہ ہے اُمولِ دنیا میں
 سابقہ عاشقی کا دل میں پیدا کرتی ہے فطرت

یقیناً ثورتِ تدبیرِ بت پرستی ہے
 حدِ شیرازِ زلف و کمرِ معرفت کی غولوں میں
 مسلمانوں کو لطف و عیش سے جینے نہیں دیتے

تو کیا سبب ہے ہنوز انکی بناے تقویٰ گری نہیں ہے
 جو آنکھ رکھتے ہیں جانتے ہیں کہ عاشقی کا فری نہیں ہے
 خدا کی قدرت کی قدر کرنا ثواب ہے کافر نہیں ہے
 بتاؤ اے چشمِ مستِ کافر یہ کیا ہے گرا سحر نہیں ہے

امیدِ عیش پر خوش تھے مگر اب وہ بھی لونی ہے
 سبب کیا ہے وہی کہتا ہوں دل پر گذرتی ہے
 یہ کیا پوچھا کہ تیرے دل کی کیا قیمت ٹھہرتی ہے
 خدا جانے عنایت کرتی ہے یا ظلم کرتی ہے

غرورِ رقتِ دنیا نظر کی بستی ہے
 خدا کے عشق میں بھی لطفِ بت پرستی ہے
 خدا دیتا ہے کھانا شیخِ حنیٰ پینے نہیں دیتے

وہ خوب سمجھتے ہیں یہ کیوں مٹھکو حشی ہے افکارِ بد و عیالِ مے کیا ہے مجھے پیار محبوب بھی رحمتِ سونی ساتی بھی سد ہارا میں کو لسانِ مے کے اکھیں شکل دکھاؤں	یہ بھی اک ادا ہے عویہ بیگانہ و تنی ہے ستار ہوں علاج اسکا فقط بادہ کشی ہے دولت سہی پاس تو اب ہی ہے نہ شعی ہے گورے کو کما حقہ یہ لگوڑا حشی ہے
ادھر ہے جاوہِ محسوسِ بد و حشرِ خنِ توانی ہے حنابِ شمع ہی کو فکرِ اسنادِ معافی ہے	یہی اک شغلِ مہرے دل کے سلاسیکو کافی ہے ہماری طبع کو موزوں کو زمینِ شعر کافی ہے
تیری زلفوں میں کافری ہے البتہ رے مصائبِ شہدِ حیر کسے گلے شن کے نظمِ میری	تیری آنکھوں میں ساحری ہے گویا ہر سانسِ آخِ تیری ہے دقیقاً فوسی یہ شاعرِ میری ہے
اٹھ گیا تو دنیا سے دلِ عزتِ گزری کے لئے سطح و تاجِ فرماں کو عذرِ ہی کیا ہے حابِ چہج کو بے میرے حال پر امسوس صدائے صو کی ہے امتدادِ مائے میں وہ عشق کیا حود ہر ہادی طسیرِ کمال ہر ایک کو سے زمانے میں زندگی مقصود بتوں کو دیتے ہیں ہم جانِ دل لگی کے لئے مریدِ لوگ بھی اب اعتنا نہیں کرتے حقیر سے محو ہیں آنکھ پتوں سے کیا مطلب اس انقلاب کو حیرت سے دیکھتا ہوں میں	یا حیرتی مل گئی ہے ہنسی کے لئے کھلے تو حال کہ مرصیِ حشر کی کیا ہے کہو کہ اس سے بھی ہو گا سوا ابھی کیا ہے رٹ سے گی اسکی تدبیر لے ابھی کیا ہے حرفِ عقل کو دھڑھائے وہ شاعرِ کیا ہے کسے خبر ہے کہ مقصودِ زندگی کیا ہے مگر یہ جان گنوا تا ہے دل لگی کیا ہے حد دیکھتے ہیں تو کتے ہیں شیخِ حی کیا ہے وہ حر کی نہیں سنتے تو پھر پری کیا ہے رمانہ کہتا ہے دیکھا کرو ابھی کیا ہے کہ اسپر اس پڑتی ہے بیاں جوئی چکتی ہے یہی رقصِ سوج کے پہلو میں چکتی ہے
نملی تر کو کھلا اس عارضِ رنگیں سے کیا ہست تمہارے کان کی کلی عیال سے قرطار میں	

لے عمیرہ ذکرِ ثنائے مہرِ موندِ غائبِ ستلہ یہ لفظ آخر میں ہے ضرورتِ قافیہ کے لئے ذوقِ گزرا گیا ہے جسے زمیں سے دی

حضور اوروں کے خوش کرنے کی فکر البتہ فرمائیں
خوشی سے ماسوا پر آپ قبضہ کیجئے اپنا

ہماری کیا ہے شاعر کے لئے اک واء کافی ہے
مری تسکین دل کیواسے اللہ کافی ہے

نہایت ناپسند آنکو ہے یاد مرگ لے اکبر
مگر اُسکے بھلا دینے کو حب جاہ کافی ہے

وہمت قد یار میں مصروف میرا خامہ ہے
میرے دل کو وہ بیت دلخواہ جو چاہے کرے
حضرت اکبر صاحبِ باطن اور یہ بیتابیاں
مثلِ صدق و صفا ہے ہر طرحِ خطروں کے پاک
خاصی و مفتی ہیں غرقِ بادۂ مستی و کبر
شیخ کی منطق ہو یا چشمِ فسوں سازِ بتاں
دیکھ کر پوچھتی برہن کتنے ہیں اس عہد میں
خج کی تفصیل پوچھوں گا نہ مانگوں گا حساب
اچھے اچھے پھنس گئے ہیں نوکری کے جال میں

میری جو تحریر ہے وہ اک قیامت نامہ ہے
اب تو دے ڈالا اُسے اللہ جو چاہے کرے
آپ کی ترچھی نظر و اللہ جو چاہے کرے
نیکبختوں میں سے طے یہ راہ جو چاہے کرے
قوم کا ضعف اور حبِ جاہ جو چاہے کرے
سیدھا سادا ہوں مجھے گمراہ جو چاہے کرے
شادی تو آساں نہیں ہاں بیاہ جو چاہے کرے
لیلے وہ بیت کل مری تنخواہ جو چاہے کرے
سچ یہ ہے افزونے تنخواہ جو چاہے کرے

با اثر ہونا تو ہے موقوف دل کے رنگ پر
جوش میں یوں آکے اکبر آہ جو چاہے کرے

جھکنا نہیں بندہ کسی بدخواہ کے آگے
منطق بھی ہے قانونِ شہادت بھی خرد بھی

کیا غم ہے تو نکلٹ علی اللہ کے آگے
سب ہیچ مگر آپ کے واسطہ کے آگے

آجی نظر کا آخر کیا کر لیا کسی نے
چلکے ہیں زہمِ جم میں اب کیسے طلانی
کیا حال دل سنائیں کیا سر قدم رکھیں
جلوہ بے آسماں پر ابرو شفق کا گویا

بس رہ گئے یہ مکہ مارا ہمیں اسی نے
سکے نیا بٹھایا گرووں کی پاسی نے
مایوس کر دیا ہے اُس بت کی جے جی نے
اچھا سماں دکھایا لبِ پرتری مسی نے

ہم سے یہ مکہ سنا کہ مرد حق آگاہ ہے
صفت مہربان ہو گیا ہے ہر حق طول سخن
ایک لکیر کی صورت ہوتی ہے ہر ماتیر
آپ فرماتے ہیں تجھ سے مجھ کو الفت ہے بہت

پھر گیا اس سے زمانہ جو پھر اللہ سے
گفتگو عامی سے سویا کثرت ہو ذبیحہ سے
کام مطلق اب نہیں چلتا معاد اللہ سے
اور ثبات کرتے ہیں اس کو فقط واللہ سے

ان ستاروں بیوفا کے حسن کا دلدادہ ہے
رقص پر والے کا گرد شمع دیکھیں اہل روق
مائل خالق مجھے کرتی ہے یاں رفتار خلق

فکر ہے اکبر کی رنگیں دل سائیت سلوہ ہے
کس خوشی سے جاں دیے کے لئے نگاہ ہے
چشم بیا کے لئے ہر لعلت پاسجادہ ہے

کماں شکیں خاطر مالہ حاکم کرے سے
یہ دور آسماں حصر طریقت ہو نہیں سکتا
وہ کون ایسی نظر ہے جو نہ ہو محو ایسی صورت پر
مصیبت سخت تھی لیکن زمانہ دیکھ کر دل لے

بھر کئی آتش دل اور بھی ہے آہ کے سے
خدا را ملے حرد مار آئے گمراہ کرے سے
وہ کون ایسی ماں ہے رگ سکے آہ کے سے
کما کیا فائدہ احباب کو آگاہ کرے سے

سوں کے سامنے کیا تہی ساہ چلے
میں جانتا ہوں نہ پھوڑینگے آپ چال لہی
خدا کے واسطے ساقی یہی نگاہ کرم
کھلا ہے باغ قناعت میں غمچہ طاسر
تھیب نہ سچی دولت مند موسیٰ
مروع عشق کا بے آہ کے ہیں مسک
کھلے کوڑے جو کمرے کے پھر کسی کو کب
اسید حرمیں مسلم تو ہو گیا ہوں مگر

چلیں گے ہم بھی اسی رخ جاہر زمانہ چلے
کسی کا کام چلے اسے حضور یا نہ چلے
چلا سے دور تو پھر کیوں رُکے چلا نہ چلے
خدا سچائے کہیں حرم کی ہوا نہ چلے
ادب سے جام کے نصرت کا آستانہ چلے
پھیلے دسے گلستاں اگر ہوا نہ چلے
یہ حکم بھی تو ہوا ہے کہ راستا نہ چلے
خدا ہی ہے کہ جو مجھ سے یہ چمکا نہ چلے

خودی کی میں سے بھی ہوتا ہے انتشار اکبر
کماں رہوں کہ مجھے بھی مانتا نہ چلے

طلب ہو صبر کی اور دل میں آرد و آئے
 بہار میں بھی نہ راحت ملے جو فرقت ہو
 بتوں کے ظلم کو کردوں میں ہر طرح ثابت
 کیا ہے نشہ الفت نے نائل گریہ
 تم اپنا رنگ بدلتے رہو فلک کی طرح
 تری جدائی سے ہے ریحِ پریلِ حواس
 ریاکارنگ نہ ہو مستند ہیں وہ اعمال
 لبوں کا بوسہ جسے مل گیا ہو وہ جانے
 نکلی جو آنکھ جوانی میں عشق آچھو نچا
 وہ مے نصیب کہاں ان ہوس پرستوں کو

بہت دن محنت کیے ہاتھ سے مے کے سب توڑے
 کچھ ایسا بڑا گیا ہے حنِ طلعہ ساتھ دراز
 شکستِ ٹیٹِ طوفِ حرمِ تجھ سے ہوئی اے دل

ہوتا ہے نفعِ یورین نان پاؤ سے
 تنہا وہ رہ گئے تھے تو میں خود نہ بیٹھتا
 ایمانِ بچنے پہ ہیں اب سب ٹلے ہوئے

بے نالہ و فریاد و فغاں رہ نہیں سکتے
 موجیں ہیں طبیعت میں مگر اٹھ نہیں سکتیں
 پتو ارشکستہ ہے نہیں طاقتِ شرمیم
 کدو گے کہ ہے تجربہ اس بات کے برعکس
 عزت کبھی وہ بھٹی کہ بھلائے سے نہ بھولے

غضب ہے دوست کی خواہش ہو اور عدو آئے
 صبا سے بھی گلِ داغِ جگر کی بو آئے
 مگر خدا نہ کرے ایسی گفتگو آئے
 شراب پیئے کو آئندہ کنارِ جو آئے
 کسی کی آنکھ میں اشک آئے یا ہوا آئے
 میں اپنے آپ میں بھر کیوں رہوں جو آئے
 کلامِ بچتہ ہے جب دردِ دل کی بو آئے
 قدم تو اُس بُتِ بیدیں کے ہم بھی چھو آئے
 جو گریبوں میں کھلیں در تو کیوں نہ لو آئے
 کہ ہو قدم کو نہ غرض نہ منہ سے بو آئے

شکایت کیا اگر دستِ بدو سے اب و منو ٹوٹے
 ہزار دن شیشہ تقویٰ پڑے ہیں چار سو ٹوٹے
 ستر لپے اُس بُتِ ظالم کے ہاتھوں سے جو ٹوٹے

میں خوش ہوں ایشیا کے خیالی پلاؤ سے
 ناحق مجھے ذلیل کیا جاؤ جاؤ سے
 لیکن خرید ہو جو علی گڑھ کے بھاؤ سے

قمر اس پر یہ ہے اسکا سبب کہ نہیں سکتے
 دریا میں مرے دل میں مگر یہ نہیں سکتے
 ہے ناؤ میں سوراخ مگر گہ نہیں سکتے
 کیونکہ یہ کہیں ظلم و ستم سے نہیں سکتے
 تحقیر اب ایسی ہے جسے نہ نہیں سکتے

<p>سدا رہیں شیخ کسہ کو ہم گلستان دکھیں گے حواؤں کو دریاہ وہ نہیں لے اعتدالی کی حسیانِ عدوئے اتفاقا سامنا ہو گا</p>	<p>وہ دیکھیں گھر خدا کا ہم خدا کی شان دیکھیں گے نہ چاہے میں تھے اسکے یہ نادان دیکھیں گے میں بچوں جیسا آئیں اور وہ مرا بیاں دیکھیں گے</p>
	<p>ترسی دریاہی پر رحم آتا ہے ہمیں کبر کوئی دس بھی وہ ہو گا ہم تھے انساں دیکھیں گے</p>
<p>حقل ہے لہان ہے دل ہے جان ہے حویہ مذہب دم آتش کھلی بل کے یاروں سے ہوا ستوقی گناہ کیا مجھے کرتے ہو رنوں میں شکار خود سنا ہے کیا وہ نبت اتنا حسین سچی یارو سے کرے جو کسب رزق لطف ساتی سے چھلکے سام دل دل سے سمجھا ہے سامان و قار سیو قونی ہے قحب موت پر عالم ہستی پر حیرت ہے مجھے پامصلیت امر معنی خیز ہے اسکی نادانی گر مائے گنا کون</p>	<p>لیئے سب آپ پر قرمان ہے نوح میں سونس فقط ایمان ہے آدمی کا آدمی شیطان ہے سانس لیتا ہوں لہر اتنی جان ہے لطف فطرت سے حیا کی شاں ہے مس وہی اللہ کا مہمان ہے غروب عالی کی ہی پہچان ہے حور سے دیکھو تو اک طوفان ہے حقل تو مٹی ہی، پر حیران ہے کس لئے آخر یہ سب سامان ہے یا یہ حیرت عودت مادان ہے درہ درہ عالمی کی جان سے</p>
<p>پھر اٹھی ہے آپ کی تیج ستم حکم خاموشی ہے اور میری زبان</p>	<p>مجھ میں کیا باقی ابھی کچھ ہاں ہے آپ کی باتیں ہیں میرا کان ہے</p>
<p>لطف تھا جسے نکالے کامیں وہ نہ سے میں حور و تاجوں کا افسوس زمانہ بدلا</p>	<p>میں روتی تھی مکالموں کی کہیں وہ در ہے مجھ پہ ہوتا ہے زمانہ کہ نہیں وہ نہ رہے</p>

<p>پراگندہ بہت ہے دل مراد دنیا کے دھندوں کے غلامانہ طریقوں پر مجھے مجبور کرتے ہیں کباب آیا تو کیا جب دل ہوا جل کر کباب اپنا یہ خواہش ہے کہ ذکر حق سے دل تازہ رہے ہر دم مسلمانوں کی خوشحالی کی بیشک دمن ہے سید کو ورستی تختہ عزت کی کمان کیل کانٹوں میں</p>	<p>چھڑا دے مجھ کو یارب نوکری کے سخت پھندوں سے خدا یا بے نیازی نے مجھے ان خود پسندوں سے مجھے نان جو بس بہتر ہے بس ایسے پسندوں سے خداوند ملا دے مجھ کو اپنے نیک بندوں سے گمر یہ کام نکلیگا نہ لکچر سے نہ چندوں سے توقع شہسواری کی نہ رکھو فضل بندوں سے</p>
<p>کجا وہ کیسے شکلیں کجا یہ ڈھیلی اسچلیں دل وحشی اکبر پھنس چکا ایسی کمندوں سے</p>	
<p>تسہ بھی نظر سے کیجئے عشاق کا شکار ڈیر فرزند نہ کیجئے جناب من تو ہے جو زخمیں بے نہ ہو دولت سخن تو ہے رسائی اپنی ہے اُن تک نہیں ہے غیر کو دخل</p>	<p>کیا احتیاج آپ کو تیر وکماں کی ہے حضور مجھ سے کوئی صورت سخن تو ہے نہیں جو بنگ تو کیا غم سے امن تو ہے پھر اپنا اپنا طریقہ تو ہے چلن تو ہے</p>
<p>سینے سے لگائیں تمہیں اراں یہی ہے صبر اسلئے اچھا ہے کہ آئندہ ہے امید تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا گیسپ کے شریک اور بھی تھے قتل میں سیے دل تیری محبت میں دو عالم کو بھلا دے اُس بُرت نے کہا بوسہ بے اذن پہ ہنسکر کرتے ہیں بد رنج وہ ظلموں میں اضافہ ہم فلسفہ کو کہتے ہیں گمراہی کا باعث اکبر کو وعاد دیتے ہیں احباب یہ کمر</p>	<p>جیسے کہا مرا ہے تو مری جان یہی ہے موت اسلئے بہتر ہے کہ آسان یہی ہے بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے کیا وجہ ہے اس کی کہ پریشاں یہی ہے مذہب ہے یہی اور مرا ایمان یہی ہے بس دیکھ لیا آپ کا ایمان یہی ہے مجھ پر اگر انکا ہے کچھ احسان یہی ہے وہ پیٹ دیکھاتے ہیں کہ شیطان یہی ہے اب اپنی جماعت میں مسلمان یہی ہے</p>

شہنشاہ ستوق سے کر مٹھکو بھی لطف آتا ہے
سو سے دولت نظر آتی۔ عہد راہ اعزاز
نظر اٹھی تو اٹھائے گئے نظروں سے گئے
ہوں میں وہ زند اگر حشر میں ملے مٹھروں
انقلاب روش چہ کو دیکھ اسے کبیر

بیچ کما تو نے کہ بچا مراد شمس میٹھے
مسند صبر و توکل ہی پہ ہم تن میٹھے
غلطی کی تری پاس اسے نیت بدلے میٹھے
میں سے کے لئے عروں کا کمیش میٹھے
کل عتقہ دوست مے آج مددیں میٹھے

ہمد سے آپ کو عہد ہو مارا کبیر
ہم تو گنگا ہی یہ اس مار کے آسن میٹھے

کیا ملا عرصہ آں وایں کر کے
فائدہ کیا کہ پھر کون ان سے

چاند سے وہ چتاں چیں کر کے
کر چکے ہاں وہ اب میں کر کے

فتے مسجد میں اٹھے ہیں کبیر
دیہ میں میٹھ ترک دیں کر کے

وہ ہوا دہری وہ چمن سا وہ کجی دہری چمن ہے
وہ گلشن گلشنی سی بوہری وہ خیر دین مٹھنک دیکھا
نہ وہ آن رہی داسکے ہی وہ رندی ہلکی جنگ رہی
وہ جام ہے۔ وہ مست ہے۔ فدائی خدا مست ہے
ہیں لاکہ زبان بھلے تو کیا نئے رنگ پر نہ کھائے تو کیا
تھے کوچر زلف میں لہو ہوا ایسے میں سمجھا ہوا نام
یہ تہا ہے ہی دم سے ہے جو طربا ہی جاؤ تم نہ کہ غصیب
تو تھیں چشم ملک کی بھی تو نظر دی جب تھے شہر شہر
وہی ہو تیں رہ گئیں شہر نظر ہوا نہ کہیں یہاں سے
غم و رخ میں اگر گھر تو سمجھ کے کج کو بھی ہے منا

وہ فلک شہر بادہ سماں رہا وہ مکاں شہر وہ مکین شہر ہے
وہ جین میں رنگ فائدہ کیا کہیں لہ کی کیا وہ ہیں شہر ہے
سے قلعہ لگا ہو کنگر شہر ہے دروہ پر نقش ہیں شہر ہے
وہ طریقہ کار جہاں در بادہ شغل ہو تیں شہر ہے
یہ حال ہے اہل فانی کے غم ملت و لغت دیں شہر ہے
یہ عجیب تم عجیب حفا کہ کیا شہر تو کہیں شہر ہے
کوئی میٹھے کے مٹھا لٹھا کیا کہ جہاں رفتی زمیں شہر ہے
سوا ایسی ہی شہر کہیں کر نشان بھی لکے کہیں شہر ہے
گر ایسے حال جہاں تھا وہ تھے رونق سے زمیں شہر ہے
کسی شہر کو نہیں ہے جہاں میں نقادہ زیادہ طول شہر ہے

<p>دیوانہ نہ سمجھے ہیں وہ سمجھے شرابی وہ جانتے ہیں غیر مرے گھر میں ہے عمارت</p>	<p>اب چاک کبھی حبیب و گریباں نہ کریں گے آئیں گے تو مجھ پر کوئی احساں نہ کریں گے</p>
<p>اہل غرور و حرص کو کیا علم سے شروت اٹھی نگاہ دیر میں لیکن جھکا نہ سر</p>	<p>تاجیخ بھی پہنچ کے وہ شیطان ہی ہے پیش منسم بھی ہم تو مسلمان ہی رہے</p>
<p>جنت مگر کی کچھ نہ پوچھو حیس بھی ہے ذیل بھی ہے اگرچہ مغرب سے ساز و دل ہے مریدانگہ شرقی ہوں رعایت محل لب سے میں نے کہا اے مالکِ حشاں ہمارے جھگڑوں کی کچھ نہ پوچھو تمام دنیا پر ہم ہیں ہمارا عجز بھی بد نہا ہے اور انکی سوئی بھی بد وہ آفت وہا کو بھی وہ کبھی ہے اٹھا اے بنی ات صریح</p>	<p>نہیں ہے دل ہی پر عورت آفت یہاں تو خطے میں ہیں بھی ہے اگر پانچوے انجمن میں محل خلوت میں ہیں بھی ہے تو بلا تیرور کی چڑھا کے دیکھو جن کے قبضہ میں چین بھی ہے کہ حبیب میں رہے مگر میں نے ہے خراج پر کچھ نہیں بھی ہے کہ صاف بھی ہے چمک بھی کھتی ہے گول بھی ہو میں بھی ہے خدا کی قدرت کے کارخانے میں ہاتھ بھی ہر مشین بھی ہے</p>
<p>ہے وہم نقش ہستی ہر چند دل نشیں ہے دیکھا نہیں کسی نے اُس یار ناز میں کو روحانیت کے بدلے آنکھوں میں خاک ہوا تصدیق سے قریں ہو کیونکہ تر اقصاء</p>	<p>بیکو اسے تو سب کچھ سوچ تو کچھ نہیں ہے لیکن سنائی ہی ہے بے انتہا حسیں ہے اُس میں وہی وہی تھا اسیں میں ہیں ہے اک لفظ بے صدا ہے اک نقش بے نگین ہے</p>
<p>کھڑے ہیں یار ششدر حیرت و عبرت کا مضبوط</p>	<p>نہ جھک ہے نہ فاقہ ہے نہ لہلا ہے نہ جھوٹ ہے نہ</p>
<p>وہ رنگ بزم اکبر اب کہاں بہتر ہے اٹھ جاؤ یہی بس ایک تدریس سکون جان محض ہے</p>	
<p>فتنہ اٹھے کوئی یا گہات میں دشمن بیٹھے کیوں نہ اس سے مراد لے بت بد ظن بیٹھے بزم میں وہ جو دبا کر مراد امن بیٹھے شیخ کعبہ میں کلیسا میں برہمن بیٹھے</p>	<p>کار الفت پر تو اب حضرت دل کھن بیٹھے ہم کھڑے بھی نہ رہیں بزم میں دشمن بیٹھے اٹھ گئے رشک سے پھر پاس نہ دشمن بیٹھے ہم تو کوچے میں ترے مار کے آسن بیٹھے</p>

ایمان ہو یا کفر ہوتا تو یہ سب

اسلام تھا رہے مسلمان تمہارے

صحیح طبع پیام بار

اس میں عکس کپ کا اتاریں گے
سخت میں سوہی نہ ماریں گے
آپ ماحق پہ اور ہم حق پر
ہم سے کرتی سے یہ بہت غمزے
رزق مقسوم ہی ملے گا اسے
عشق کتابیہ نطف ہو گئے بڑے
لیجئے حان۔ بے بی حو خوشی و
دل کی افسردگی د جائے گی
مثلاے ملا تو ہوں عنافل
لائے بھی تو خدا کہیں وہ گھڑی
دل۔ دوں گا میں آپ کو ہرگز
مطخ قوم میں رہا کیا ہے

دل کو اپنے یونہی سنواریں گے
جاں ماریں گے جی۔ ماریں گے
آپ سے ہم کھی۔ ماریں گے
ہم بھی دنیا پہ لات ماریں گے
کوئی دنیا میں دھڑ سے یا رنگے
ہجر کتابیہ جان ماریں گے
کیجئے غفل۔ دم۔ ماریں گے
ہاں وہ چاہیئے تو ابھاریں گے
یہ بھی اللہ کو پکاریں گے
کہتے ہیں تھ کو خوب ماریں گے
مفت میں آپ جان ماریں گے
صرف شیشی ہی اب گھاریں گے

پند اکبر کو دیں گے کیا
نکل کو کیا ناخباں سواریں گے

خند ہے انھیں پورا ارماں ذکر میں گے
کیوں زلف کا بوسہ مجھے لینے نہیں دیتے
ہے ذہن میں ناک بات تمہارے متعلق
واعظا تو سنا ہے میں مسلمان کو کافر
کیوں شکر گزاری کا مجھے شوق ہے اتنا

خند سے جو میں نکلی ہے اب ہاں۔ کریں گے
کہتے ہیں کہ واٹھ پریشاں نہ کریں گے
خلوت میں چپ چھو گے تو پناہ نہ کریں گے
افسوس یہ کار کو مسلمان نہ کریں گے
سنتا ہوں وہ مجھ پر کوئی احساں نہ کریں گے

نہ پیدا ہوگی خطِ لُٹ سے شانِ ادبِ گیس
نمبر دیتی ہے تحریکِ ہوا تبديلِ موزم کی
عقاد پر قیامت آئیگی ترسیمِ قلت سے
بہت ہوئے منہ منہ افتخارِ دورِ پ کے
بیماریِ مہلکوں سے زباںِ ناستنا دہ کی
بدلی بایک گامِ بشارتِ چشمِ دنیا میں
گذشتہ غلطیوں کے تذکرے بھی رہ نہ جائیں گے
کسی کو اس تغیر کا نہ جس ہو گا غمِ ہوگا

نہ شقائقِ حرف اس دور سے زیبِ رقم ہوئے
کھلیں گے اور ہی گلِ فرسے بل کے کم ہوئے
نیا نمبر بنے گا مغربی سپیلے منہ ہوئے
مگر بے جوڑ ہوئے اسٹیلے مالِ سم ہوئے
انفایتِ غربی بازار کی بھاکا سے منہ ہوئے
زیادہ تھے جو اپنے زعمِ مینہ سب سے کم ہوئے
کتابوں ہی میں دفنِ افسانہ جاہ و چشم ہوئے
ہو جس ساز سے پیدا اسی کے زیر و بم ہوئے

تمہیں اس انقلابِ دہر کا کیا غم ہے اے اکبر
بہت نزدیک ہیں وہ دن کہ تم ہو گے نہ ہم ہو گے

موت سے وحشتِ بشر کا اک خیالِ خام ہے
اس تجارتِ گاہِ دنیا کا کموں کیا تم سے کہا
پیشِ نظر منہم ہے بس عاشقی کا غم ہے
یہ کیسے معنی یہ چشمِ حسر آگیاں
سید کی روشنی کو اندر رکھے قائم
کیا خوب پڑھ رہے تھے مصرعِ منت صاحب

اصلِ فطرت میں فقط آرام ہی آرام ہے
کارخانے سب خدا کے ہیں ہمارا نام ہے
دُنیا کی منکر کم ہے اللہ کا کرم ہے
کیا پوچھتے ہو صاحبِ اندھیرے تم ہے
بہت بہت ہے موٹی روغنِ بہت ہی کم ہے
بھنڈا رقبہ خالی بھاری مگر بھروسہ ہے

یہی خوشیاں رہیں گی ایسے ہی غم ہوئے
امیدیں ٹوٹتی ہیں تو بہت صدمہ پہونچتا ہے
اسبابِ انتشار و جنوں مجھ سے چھن گئے
جانے کی اُس گلی میں قسم کھائی تھی مگر
اندازِ قیامت کے ہیں لے جان تمہارے

مگر اک وقت آئیگا تم ہو گے نہ ہم ہوئے
جو امیدیں کر گیا کم اُسے صدمے بھی کم ہوئے
مطلب یہ ہے کہ عشق و جوانی کے دن گئے
مچھلا یہ دل کہ بن نہ پڑی مجھ سے بن گئے
سو دل ہوں تو سو دل سے ہوں قریب تمہارے

کسا تنگ داد و دل تیری ملائمت کی میں طے اکبر
یہ تیرا کیا مبالغہ لاکھ مصروفوں کا حاصل ہے

<p>اصل مصبوط ہو چکی وہ سال اچھا ہے یہ غلط ہے کہ ولایت ہی کا مال اچھا ہے پایہ لگھتا ہے سوار کا حال اچھا ہے</p>	<p>دین و ملت کی ترقی کا خیال اچھا ہے سختی ہمد کے پر نہ رکھی غصہ ڈھاتے ہیں گھر کے حتام میں ہے کہ کل ہو گیا جہلم اسکا</p>
<p>آجیاں ایسے گستاخ ہیں دلکش باد ہے گر وہ صدمہ میں وہ نقد توکل ماند ہے وہ جو قویہ طلائع کا کل ماند ہے</p>	<p>ظاہر رنگ ہیں اڑنے کو رکھو لے ہے ہوئے مطلوب سے زور و منزل فقر نظر آئے شب تاریک میں ملک کی جگہ</p>
<p>یہ عالم چٹھم میا کے لئے عورت کا عالم ہے عزیمے (راحت دل باور دولت) وہ بہت کم ہے</p>	<p>کبھی ہے صبح عید اس میں کبھی شام محرم ہے دولہ ہے کالج اور کوسل ہو اکی ہے فراوانی</p>
<p>گر یہ بات اگلی سمجھ میں غلط ہوتا تو ہم ہوتے جو یہ نہ ہوتا تو دل نہ ہوتا تو دل نہ ہوتا تو غم ہوتے وگر دھڑکی کے ٹوٹ جائیکے اتنے سماں ہم دھڑکتے کہ سہل نہ ہوتی خیر ہم پر جو محو جاہ و شہم ہوتے زمین کے قنوں میں گرہ پھٹے ملک کے دستوں نہ ہوتے یہ راستی سو میں نہ ہوتی یہ سہل تیں غم نہ ہوتے ملک کی گردش کا طعن کیا تھا جو تو سوتا ہم نہ ہوتے</p>	<p>تمہاری بکوں سے میرے شے خدا کی ہستی میں کم ہوتے یہ جس ہی سے ہے عشق پیدا چش ہی سے مست ہیں تمہارے سے تمہارے غم نے نکا و ساقی کے ہیں ہوئے کسا سکند نے یہ حسرت جب آگیا اسکا وقت رحلت ملکہ یاں ہوتی ہیں فحاشی و مستیوں پر ہو میل دل کا مراقب فطرت میں ہیں جاتے جو قامت گیسوے حیزل تری ترقی مرا ترل تری حفاظت مرا تحمل</p>
<p>نئی تہذیب ہو گی اور سے سماں بھرم ہو گئے نہ ایسا بیچ رٹوں میں رگیسویں یہ عمر ہو گئے رگھو گھٹ اطلح سے عاجب رہے صنم ہو گئے نئی صورت کی خوشیاں اے اسباب غم ہو گئے</p>	<p>یہ موعودہ طریقے راستے ملک عدم ہو گئے نئے عنوان سے زینت دکھائی گئے حسین اپنی خاتونوں میں رہا نیکی پر دے کی یہ پابندی دل ہانیکا انداز طالع دور گردوں سے</p>

ہر قصد بر ہے مرا عکسِ تہالِ رو سے دوست
لوحِ دل پر جنبشِ مژگاں سے بے معنی پذیر
ہر جہاں بحرِ جوشِ طبع ہے اک آسماں
عکسِ تیراٹکے اس میں ہو گیا پاکیزہ تر

میرا ہر مجبوعہ وہم اک گلِ خوشترنگ ہے
ہر گہ اندیشہ نقشِ حنا مہ از ترنگ ہے
دشتِ دل کا ذرہ ذرہ کوہ کا ہمسنگ ہے
لے تبت کا فرم ہی اکھوں میں نہیں گنگ ہے

نظم اکبر سے بلاغت سیکھ لیں اربابِ عشق
اصطلاحاتِ جنوں میں بے بہا ترنگ ہے

داخل ہوئے حرم میں بتوں کو نکال کے
ابجھانہ مرے آج کا دامن کبھی کل سے
اُن کی نگہ مست ہے لمبیرِ یز معسانی
ادراک لے آنکھیں شبِ اوہام میں کھولیں
قرآن ہے شاہد کہ خدا حسن سے خوش ہے
حکم آیا خوشی کا تو بس حشر تلک چپ
درجہ متحیر کا ہے بے خود سے فرو تر
بحثِ کمن و نونیں سمجھتا نہیں اس پر

اسلام کو قبول کیا دیکھ پھال کے
مانگی نہ مرے دل نے بدد طولِ اہل سے
ملتی ہوئی تاثیر میں حافظ کی غزل سے
واقف نہ ہوا روشنی صبحِ ازل سے
کس حسن سے یہ بھی تو سنو حسنِ عمل سے
فطرت ترے پیغام کی ظاہر ہے اہل سے
ہے روح کو امید ترقی کی اجل سے
جو ذرہ ہے موجود ہے وہ روزِ ازل سے

ہو دعویٰ توحید مبارک نہیں اکبر
ثابت بھی کرو اسکو مگر طرزِ عمل سے

مذہبِ ہی سے حفاظتِ قومی ہے اے عزیز
اتنا ہی آدمی میں سمجھے کمالِ فہم
جو کام آئے میرے کروں اطراف کو رخ
ہرگز اس انجمن کو نہ سمجھو مبدِ قوم
نئی تہذیب میں بھی مذہبی تعلیم شامل ہے

تاوان ہے کو لٹ پٹائے جو چوں سے
جتنا کہ احتراز کرے وہ وصول سے
تحقیصِ سرو سے ہے شہِ جنتِ بول سے
خالی ملے جو ذکرِ خدا سے و رسول سے
مگر یونین کہ گویا آپ زفرم عیسیٰ داخل ہے

جو قانع ہے کسی دن کسی قسمت لڑی جاتی ہے
حیدران جہاں سے اکھیا پٹی لڑی جاتی ہے
حوانی میں ہلاکت دل کی ہے اُس کا دار کھنا
گلستاں میں گل رنگیں کو زیت کی ضرورت کیا

حوالی جس میں اُن پر مصیبت پڑی جاتی ہے
دل آہی ماتا ہے آخر مصیبت پڑی جاتی ہے
کہ ایسی جیہ دہ گریسیوں میں پڑی جاتی ہے
مگر اس نعل برالاس تبسم جڑی جاتی ہے

ہے قوم جسم سلطنت انہیں ہے مثل موج
سعی شغال و گرگ سے جیش ہوئی اگر
البتہ زندگانی شخصی کا ہے وجود
پیمانہ سہ سہ شاہ وقت پر
بے علم مذہبی کے ہیں اخلاق نادرست
کچھ خاک میں ملیں گے تو کچھ ہو گئے جزو غیر
اپنی یہ احتیاط کہو سے پر اکتفا

حب یہ نہیں تو قوم ہیں مکہ لابس ہے
ما فہم تھے قوم میں خود تہاس ہے
تانوں میں ہر اک کے لئے مدد ہاش ہے
محدود طالبین کی فکر معاش ہے
اسکی حرا بیوں سے تو دل لاش پاش ہے
یہ مسئلہ صحیح ہے گو دیکھ راش ہے
اُس پر بھی یہ عقاب کہ تو مد معاش ہے

اپنے زیرِ تاؤ سے گو وہ مجھے ناخوش رکھے
مے چھپا لیتے ہیں بغلوں کمن گویوں ناخوش
واہ کس چال سے بچوں کو ہنسیا تو نے
ان تہوں کو نہیں کچھ صدق و صفا سے مطلب
ناخ و صحر میں بھی لے لطف رہا کرتا ہوں
اُس بس تنو سے راحت نہ ملے گی جھک

بے دعامیری ہی اُسکو خدا خوش رکھے
ہنس کے کہتے ہیں تجھے میری ناخوش رکھے
لطف ماری تجھے لے مارِ صا خوش رکھے
س خوشاد سے کوئی انکو ذرا خوش رکھے
ربخ و سرخ تو کیا آب و ہوا خوش رکھے
عمر بھر خیر وہ اک شب تو بھلا خوش رکھے

آپ فرماتے ہیں اکبر سے مجھے خوش رکھو
خود و موم ہو وہ اور کو کیا خوش رکھے

مثل طیل نذر موم کا خود بیاں اک رکھے
بر خیال اپنا ہے بیاں اک مطرب شیریں نوا

ارغون اسلٹس میں خارج از آہنگ ہے
ہر قس سینہ میں اک موج صدائے چنگ ہے

تری باتوں سے گو دل میں لال سے یار آتا ہے
جو چلتا ہے دل سوزاں کا انجن راہ الفت میں
جوراء عشق میں دل پر مصیبت کوئی پڑتی ہے
مگر جب کھینتا ہوں تیری صورت پیلا آتا ہے
خبر دینے کو فوراً آنسوؤں کا تار آتا ہے
خبر دینے کو فوراً آنسوؤں کا تار آتا ہے

دل ہو تراب دین پہ جو کچھ اثر پڑے
عشق بتاں کا دین پہ جو کچھ اثر پڑے
مذہب چھڑا یا غشوہ دنیا نے شیخ سے
بیٹیاں نصیب میں تھیں درد بخش
بہتر یہی ہے قصدا دھر کا کریں نہ وہ
ہم چاہتے ہیں میل وجود و عدم میں نہ
دانا وہی ہے دل جو کرے آپکا خیال
ہوئی نہ چاہئے ہقی محبت مگر ہوئی
شیطان کی نہ ماں جو راحت نصیب ہو

اب کار عاشقی تو بہر کیف کر پڑے
اب تو بنا ہنا ہے جب اک کام کر پڑے
دیکھی جو ریل اونٹ سے آخر اثر پڑے
یہ کیا ضرورت تھا کہ انھیں یہ نظر پڑے
ایسا نہ ہو کہ راہ میں دشمن کا گھر پڑے
ممكن تو ہے جو بیچ میں ایچی کر پڑے
مینا دہی نظر ہے کہ جو آپ پر پڑے
بیڑا نہ چاہئے تھا غضب میں مگر پڑے
اللہ کو پکار مصیبت اگر پڑے

اے شیخ ان بتوں کی یہ چالاکیاں تو دیکھ
نکلے اگر حرم سے تو اکبر کے گھر پڑے

ادھر ہماری قویہ لگاؤں حضور ایسے حضور ایسے
خدا کی ہستی میں شبہ کرنا اور اپنی ہستی کو مان لینا
ہمیں نے چاہا نہ قرباں کا فریب دینا دوس میں اگر
ہمارے مصحف ایمان کا اول ہے نہ آخر ہے
خدا کی شان آیت ہے مذاق دل مُفسر ہے
اس معرکے میں اکثر احباب ہیز نکلے
جب دانت ہی نہیں ہے پھر کون چیز نکلے
اس مدرسے کے لڑکے سب خوش تمیز نکلے

<p>کیئے رشوت ستان سے درایہ میر آب دل کے ماہم کیئے اغیار سے سخت و حدال ٹیمر میں ممکن نہیں نظر ادا سوچ فرائت</p>	<p>حیرہ اتی کا یہ سب اظہار ہے دیکھئے لے غیتہ ماہی تکرار ہے دیکھئے ایسی غواہش کو سمندر یاد ہے دیکھئے</p>
<p>ہنگامہ اس بھر ٹوپی سے نہ ہوئے الکر آپ ایسے منصوبے سمندر پار رہے دیکھئے</p>	
<p>سورنگ قصہ میں ہم اسے جان در آئے لے حرم مری راہ تو اس راہ جنوں سے دل جس طرف آیا ہے وہ معلوم ہے ٹھکو یہ حسن متوں کا یہ جنوں نصیر لگا ہیں بے رونقی احسن عشق نہ چاہی ہی عکس آپ کا تھا طالب گو سر پہ تریں طلب ہے حق کی تو لال کے مے مستوں سے</p>	<p>ہر رنگ میں تم آفت ایماں نظر آئے سری کو عرص ہو تو غواہ اس راہ پر آئے ماح سے تو پوچھو کہ چہ صفت کہہ رہ آئے پتھر کا بھی دل ہو تو ادھر ٹوٹ کر آئے حالی حولی کوئی حسگہ آہ بھر آئے یڑنے ہی مری آنکھ میں آسوی بھر آئے ہمیں ہے میکہ حالی خدایہ ستوں سے</p>
<p>خطا معان مردوں گاہیں عربی کے لئے کوئی گماہ ہو نہ نظر معاذ اللہ خلاف شرع کوئی قصہ ہو معاذ اللہ</p>	<p>رہیں بھی خوب ہیں لیکن حضور ہی کے لئے شراب پیتا ہوں میں بس سرور ہی کے لئے شراب پیتا ہوں میں بس سرور ہی کے لئے</p>
<p>باجی وہی ادا بھی ترہی وہی نظر بھی ہے ظلم کی اک ادا بھی ہے مطلق کی اک نظر بھی ہے دل پہ مرے ہیں نئے دولت میں ہوں لٹکے چوتھا تشریف لگائی آپ نے میری امید کم ہوئی</p>	<p>جان پر میرے ہیں گئی آپ کو کچھ خر بھی ہے عس کا اقتضا بھی ہے عشق کا کچھ اثر بھی ہے دولت حاصل یل میں مل بھی ہے کہ بھی ہے وعدے پہ کیا حوشی کروں اس میں جس کے گھر بھی ہے</p>
<p>دیبا میں لے خر ہے جو پروردگار سے لے صانع ازل تری قارت کے میں شمار</p>	<p>شاؤ ہے زندہ اسپہری وہ امتیاز سے کیا صود میں مائیں میں شفت غمار سے</p>

دل کو مرے تم ایک نظر دیکھ تو لیتے	ہوئے نہ خریدار مگر دیکھ تو لیتے
رہ گئے اہل خرد و ہر کے چکر میں پھنسے	وہی اپنے چوتری زلفِ مضرب میں پھنسے
دل کو مرے فروغِ تمہاری نظر سے ہے	بجلی بنا ہوا یہ اسی کے اثر سے ہے
ہر طرف بنے بگڑنے کا یہاں اک دور ہے	چشمِ حیرت کے لئے دُنیا محلِ غور ہے
لالہ و گل اک طرف طاعون کا نعل اک طرف	بے ہنوں یاروں کو لیکن رنگ ہی کچھ اور ہے
ہستیاں بخور بنوشنِ بزن کا دھڑ ہے	دل اسمیں اہلِ دل جو نگائیں تو فخر ہے
بس ذکر ہی میں بادۂ گلگوں کے ہے مزا	چکھنا نہ سہائیں اسے و اللہ زہر ہے
ملک میں مجھ کو ذلیل و خوار رہنے دیجئے	آپ اپنی عزتِ دہ باد رہنے دیجئے
دل ہی دل میں باہمی اقرار رہنے دیجئے	بس خدا ہی کو گواہ لے پار رہنے دیجئے
اتھا کا آج کل اظہار رہنے دیجئے	سیجئے قبلہ یہ استتار رہنے دیجئے
خوب فرمایا کہ اپنا پیار رہنے دیجئے	آپ ہی یہ غمزدہ و انکار رہنے دیجئے
دیکھئے گا لطف کیا کیا گل کھلیں گے شوق سے	مجھ کو آپ اپنے گلے کا ہار رہنے دیجئے
چاندنی برسات کی نکھری ہے چلتی ہے نسیم	آج تو اللہ ہیہ انکار رہنے دیجئے
چشمِ بد و دور آپ کی نظریں ہیں غم و موجِ شراب	بس مجھے بے مے پے سرشار رہنے دیجئے
کیجئے اپنی نگاہِ فتنہ افرا کا علاج	نرگسِ بیمار کو بیمار رہنے دیجئے
کس بلاغت سے کہا اُسے کہ رکھئے حدِ شوق	مدعا کو تابلِ اظہار رہنے دیجئے
لن ترانی خود شرابِ معرفت ہے اے کلیم	آرزوئے شربتِ دیدار رہنے دیجئے
چھوڑنے کا میں نہیں اب آپ کو اے جانِ جاں	ہے اگر مجھ پر خدا کی مار رہنے دیجئے
کیجئے ثنابتِ خوش اخلاقی سے اپنی خوبیاں	یہ نمودِ جستہ و دستار رہنے دیجئے
ظالمانہ مشوروں میں میں نہیں ہوں گا شریک	غیر ہی کو محسوسِ اسرار رہنے دیجئے
کھل گیا مجھ پر بہت ہیں آپ میرے خیر خواہ	خیرِ حیدہ لیجئے طومار رہنے دیجئے

دل کو یہ پھیرنا ہی سہارت کی بات ہے سوق نکالنا سو یہ حکمت کی بات ہے	ترجمی نظر سے آپ مجھے دیکھتے ہیں کیوں رہنی تو ہو گئے ہیں وہ تاثیر عشق سے
بیر بھی انکار حری جان یہ کوئی بات بھی ہے رحمت حق ہے گھٹنا چھائی ہے رسات بھی ہے	تخلیہ بھی ہے ہوا سرد ہے اور رات بھی ہے صلح ساقی ہو تو یہ وقت ہے سے نوشی کا
حسکی کہ کو لگی ہے فقط تیری ذات سے	وہ بے خبر ہے غلغلہ کائنات سے
یہی باعث تھا کہ نہیں تھے ہم رات ایسے تذکرے حب میں وقت ملاقات ایسے ہوتے جاتے ہیں ملازم سے و ذات ایسے ہم تو سنتے نہیں اقوال خرافات ایسے صلح لازم ہے جو ہوں جگہ کے آلات ایسے پیر وہ ہیں کہ جو ہوں اہل کرامات ایسے	سچے آپ کہ پیش آئے تھے حالات ایسے میری غیبت کوئی کرتا تھا تو مجھ سے نہ کہو انگو واپس کیا یہ کہہ کے کہ تائب ہوئے وہ دشمن دیں سے تمہیں ہو گئی کچھ امید صلاح لے دل اس بار وہ مکرگان و نظر سے دیا بحث سے پھیر کے طاعت پیکر ہیں دل کو جمع
واہ اکبر نکالنا ہے عجب طرز سخن حسن مدش تو یہ اور اس پر خیالات ایسے	
گرے پتے ہیں یہ بس سحر میں اپنی رطوبت سے ٹھیک کر ٹوڑ لایا جو بھیں حوروں نے حسرت سے	کئے ملت سے جو دیکھے کی دنیا کو عورت سے قیامت کر رہی ہیں عبتان مغربی کسب سے
مرا حس پارسی لیڈی پہ دل آیا ہے اسے اکبر حسچ پوچھو تو حسن یعنی ہے اسکی صورت سے	
واقعہ آپ ابھی میں عشق کے مریح سے ایک آیا کہیے سے ایک آیا لاح سے آخر ضرر ہوا تمہیں ناصح کی ہند سے یہاں بھی کیا کوئی دل آلی کر ٹھرتا ہے	نفع ہوتا ہے فقط خارجی علاج سے دل میں تو کیا ملیں اہل قوم کے بہم اکبر کچھ آرہے ہو نظر سند سند سے سراے دھر تو ہے رہنر اہل کا مقام

قلبی بھی ریاکار کی کھلتی رہے کہسہ
طعنوں سے مگر طرہ مذہب بھی نہ چھوٹے

معی کو بھلا دینی ہے صورت ہے تو یہ ہے
کمرے میں جو ہنسی ہوئی آئی مس رعنا
یہ بات تو اچھی ہے کہ الفت ہو مسوں سے
چھیدہ مسائل کے لئے جاتے ہیں انگلیٹڈ
پبلک میں ذرا ہاتھ ملا لیجئے مجھ سے

عبرت ہر طاقت و دولت پہ جھک کر شکر و حشر ہے
تعب ہے مجھے ان شاعروں کے شور و غوغا پر
مجھے بچپن کرتا ہے نظارہ سنبل و گل کا
فنا کا دور جاری ہے مگر مرتے ہیں جینے پر

کون ایسا ہے جو یوں مجھ پہ عنایت رکھے
سچ تو یہ ہے کہ سلیقہ بھی ہے ہر کام میں شرط
نہ شریعت نہ طریقت نہ محبت نہ حیا
آدمی کے لئے دنیا میں مصائب ہیں بہت

کیا بتاؤں تمہیں اچھائی کی پہچان کہسہ
بس وہی خوب ہے جو تم سے محبت رکھے

میرے جو اس عشق میں کیا کم ہیں منتشر
دل جسکے ہاتھ میں ہو نہ ہو اُس پہ دترس
بدوانہ ریگتار ہے اور شمع جل بجھے
مطلق نہیں محلِ عجب موت و حشر میں

مجنوں کا نام ہو گیا قدمت کی بات ہے
بیشک یہ اہل دل پہ مصیبت کی بات ہے
اس سے زیادہ کونسی ذلت کی بات ہے
بھلا تو یہ حیات ہی حیرت کی بات ہے

<p>طریق عشق میں دل خصروں کے بچھتا یا ربان و چشم بستان کا نہ پوچھئے عالم خناس دل کو جو اُس نے کیا تو حوب کیا</p>	<p>سمجھ گیا کہ مصیبت ہے رہا کے لئے وہ تو خوں کے لئے ہے یہ ہے حیا کے لئے سامی تھا یہ اُسی چشمِ نقہ زاکے لئے</p>
<p>مردہ بکھی سائنس کو سجدہ ذکر سے گا ادرا و قسطن کوئی جوڑا کرے رستہ میوہیں ہو سکتے جو گورے تو ہے کیا غم ہم ہوں جو کلکٹر تو وہ سوجا نہیں کشر</p>	<p>اسان اڑیں بھی تو حسد اہو ہیں سکتے الگریہ تو میوہ کے چپا ہو نہیں سکتے گورے بھی تو بندے سے حلوہ نہیں سکتے ہم ان سے کبھی عمدہ ماہو نہیں سکتے</p>
<p>دو ہی دن میں نچ نچل کر دھوا جاتا ہے علم و تقویٰ پہ بڑا ماز تھا بھسک لیکن ہر جہی ہے مری فریاد کی اُلٹی تار سیر</p>	<p>یمن و ہر سے دل سرد ہوا جاتا ہے آپ کے سامنے سب گرد ہوا جاتا ہے وہ تو کچھ اور بھی سیدر ہوا جاتا ہے</p>
<p>یہ نت جو بخشش ہیں آج اتنے یہ جو کلک صاف ہو گئے ہماری حالات کی حقیقت کسی پہ بھی منکشف ہو گئی ڈر کا بھکنا نہیں بچکا و گرد ہے کارڈیں تو لکھا لکڑی میں بھی ہے ریگے جو ستہ طر پر ہیں قائم</p>	<p>نہیں سمجھتے تو حضرت ال کتاب اُن حراسہ ہو گئے جو کوئی سوچا وہم ہو گئے جو کوئی دیکھا گول ہو گئے شراب ہو گئی کیا بونٹے صورت علی جاب ہو گئے جسے ہولی کے ہیں مقلد وہ بولے استر زاب ہو گئے</p>
<p>خداش نذر میں سئی تہذیب کے پیرو سے نوسہ ہی تک ہم تو چھو سچے تھے رتہ تہذیب میں</p>	<p>وہ نہ ہاتھ آیا مگر کچھ معائب ہو گئے کھائی وہ نمہ کی کہ اس سے بھی تاش ہو گئے</p>
<p>ہاں ہاں عرو بھی آپ کا طالب ضرور ہے بیتے ہو میری جان طر آ بیٹھو گو دیش</p>	<p>لیکن صفہ مشرقی مراتب ضرور ہے تم جانتے ہو روح کو قالب ضرور ہے</p>
<p>دل کا ہے قصہ آپ کا طالب تو یہی ہے راتوں کو بتوں سے وہ نکاوٹ بھی چلی طے</p>	<p>میری یہ ہو قصہ میرا سب یہی تو ہے اور صبح کو وہ شرعہ یارب بھی نہ چھوٹے افسوس اگر اُن سے حشر اُس بھی نہ چھوٹے</p>

<p>جو ابرِ عشق بھی ہوتا جو دل مہتابا ہوتے مرے سخن کے بھی چرچے ہیں جا بجا ہوتے</p>	<p>دھنوسے ہو گئی حباثر نمازیاروں کو تمہارے سخن کے بھی تذکرے ہیں شہر و نہیں</p>
<p>محلِ شکر میں اس سر یہ درفشِ نظمیں ہر اک زبان کو یہ موتی شیں عطا ہوتے</p>	
<p>نہیں جی چاہتا سطاق لکھ مرنا ہی پڑتا ہے خیالِ مرگ سے انسان کو ڈرنا ہی پڑتا ہے</p>	<p>مضرو ری کام نیچر کا جو ہے کرنا ہی پڑتا ہے خدا کو ماننا ہی پڑتا ہے دنیا کو جب بر تو</p>
<p>مگر اکبر کو غرض کیا اُسے رہنا کیا ہے کیسا سامانِ اقامت مجھے رہنا کیا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کنا کیا ہے جب یہ پوچھا کہ سوانح کے رہنا کیا ہے</p>	<p>آپ کے قصرِ دل آویز کا کنا کیا ہے سائنس لینے کو ذرا ٹھہرا ہوں نہیں دنیا میں کہ چکا استقدار اور پھر وہی الجھنِ دل کی سکرا کر وہ لگے کہنے کہ ذلتِ ذلت</p>
<p>سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہیں رکھتے فقیرِ عینِ دہاں شوکتِ شاہی نہیں رکھتے</p>	<p>امید و بیم کے جھگڑوں سے آگاہی نہیں رکھتے تبھی لے کر چرخ کیا مشکل ہے ہیکو مطمئن رکھنا</p>
<p>پکار لئے جو خدا کو تو بس خدا کے لئے نظرِ زبان بنے عرضِ دعا کے لئے اجل کو ڈھونڈتے پھر تے ہیں ہم دعا کے لئے یہ اہتمامِ عبث ہے مری دعا کے لئے بہانہ چاہئے آخر کوئی تھنا کے لئے یہ اور طرہ ہوا گیسوئے بلا کے لئے تلاشِ عذر یہ کیوں ہے ہمیں جہا کے لئے سدھاریں شیخِ نبی جی کعبہ کو خدا کے لئے کہ عالم اُسکے لئے اور وہ خدا کے لئے</p>	<p>لبِ آشنا سے دعا ہوں نہ ماسوا کے لئے مقامِ شوق میں لے دل وہ رنگ پیدا کر سولے مرگ نہیں کچھ علاجِ دردِ فراق جو ہو سکے تو انھیں لاؤ بس میں اچھا ہوں جو آرزوے اجل ہو تو دل کسی سے دگا شبِ فراق میں آیا خیالِ زلفتِ سیاہ حسین ہونا ہی کافی ہے ظلم کرنے کو بتوں کے واسطے جاتا ہوں نہیں تو جانبِ دیر جہاں جہاں صفتِ اُس فخرِ انبیا کے لئے</p>

ہم انکی خوشی کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے
وہ کہتے ہیں یہ ٹھیک ہے ہم کہتے ہیں جی ہاں

لیکن وہ حقاؤں کے سوا کچھ نہیں کرتے
بافصل تو ہم اس کے سوا کچھ نہیں کرتے

تخت خانے سے کچھ فیض نہ ہو گا تمہیں اکبر
تم ہاں بھی بجز ذکر خدا کچھ نہیں کرتے

دہرے اشک تو تاثیر میں سوا ہوتے
حزونِ عشق میں ہم کاش مبتلا ہوتے
لیا دہ تھکیے میں اُن کا بوسہ چوک ہوئی
ستم کا حس ہے کہے سب میں تیرے محبوبِ جال
نہ ہوتی گریہ حسیناں چہاں کی پاستہ
سمجھ گئے کہ یہ اپنے حواس ہی میں نہیں
یہ خاکسار بھی کچھ عجزِ منِ حال کر لیتا
یہ جس نے آنکھ ہمیں دی ہے وہ قابلِ دید
مجھ ایسے رند سے رکھتے ضرور ہی الفت
دلوں کو الفت و نہا نے سخت ہی رکھا
گناہگاروں نے دیکھا مالِ رحمت کو
ہے زاہدوں کو جو چشمہِ محالِ انساں سے
وہ ظلمِ تم میں ہے میرے سوا کوئی سدہ
جہاں حضرتِ تاجِ کواہ کیا کہا
مذاقِ عشق نہیں شیخ میں یہ ہے افسوس
یہ انکی نے غری ظلم سے بھی ہے افروں
کبھی یہ میں نے دجا ہا کہ ہوں وہ دوست

عدوت میں رہتے یہ موتی تو بے بہا ہوتے
خدا نے عقل جو دی تھی تو با خدا ہوتے
بلا سے محض ہو وہ ہوتے اگر خفا ہوتے
کبھی سنا نہیں میں نے تراکھا ہوتے
تو اُن کی چال سے فتنے بہت بیا ہوتے
ہماری بات پہ اب وہ نہیں خفا ہوتے
حضور اگر متوجہ ادھر نہ اہوتے
پھر اُس کو چھوٹ کے کیا محو سا ہوتے
خوابِ شمع اگر عاشقِ خدا ہوتے
ہو اُنے ہنس میں غنچے شگفتہ کیا ہوتے
کہاں غیب یہ ہوتا عجب عطا ہوتے
تو کاش دخترِ رز ہی کے آشا ہوتے
تلاش سے بھی نہ ہاتے حاتمِ خدا ہوتے
جو ایک بات نہ ہوتی تو اولیٰ ہوتے
یہ چاشنی بھی جو ہوتی تو کیا سے کیا ہوتے
اب آرو ہے کہ وہ مائلِ خفا ہوتے
امید کیا تھی کہ ہوتے تو سبے ریا ہوتے

فروں ہے کشتی مشرق کی مغرب کی لطافت سے
خدا کا ہے جو کچھ ہے آپ ہم دو دن کے مہاں ہیں

حیثِ بلیبلِ گلشنِ کنیری ہو نہیں سکتی
خرد مندوں میں باہم پیری تیری ہو نہیں سکتی

غزل میں حالتِ دل نظم کر سکتا ہوں سے اکبر
نگران سے کہوں۔ اتنی دلیری ہو نہیں سکتی

طپشِ دل مجھے ہوتی ہے کہیں اس سے سوا
پسند آئی ہے غزلت میں ہوں بے اور گھر کا کوئی

بیٹھے تو رہے ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے
خدا کی یاد منتر ہے قناعت اپنا تو شاہ ہے

طبیعتِ اوج پر ہے رزقِ مایحتاج ہے ملتا

ہمیں اک خوشہ گندم یہاں پروں کا خوشی ہے

طرحِ پیام یار

اپنا رنگ اُن سے ملانا چاہئے
خوب وہ دکھلا رہے ہیں سبز باغ
چال میں تلوار ہے دل کی گھڑی
قولِ بابو ہے کہ جب بل پیش ہو
کچھ نہ ہاتھ آئے مگر عزت تو ہے

آج کل پیٹنا پلانا چاہئے
ہم کو بھی کچھ گل کھلانا چاہئے
توپ سے اس کو ملانا چاہئے
پیشِ حاکم بلبلا نا چاہئے
ہاتھ اُس سے ملانا چاہئے

دو عالم کی بنا کیا جانے کیا ہے
مری نظروں میں ہے اللہ ہی اللہ
حقیقتِ پوچھ گل کی بلیوں سے
ہوا ہوں اُنکا عاشق ہے یک جرم
مرنے مقصودِ دل تو بس تمہیں ہو
نگاوٹ بھی ہے ساتھ اسکے جہا بھی

نشانِ ماسوا کیا جانے کیا ہے
دلیلِ ماسوا کیا جانے کیا ہے
بھلا اسکو صبا کیا جانے کیا ہے
مگر اسکی سزا کیا جانے کیا ہے
تمہارا مدھا کیا جانے کیا ہے
تمہارا مدعا کیا جانے کیا ہے

نہ اکبر سا کوئی نادان نہ ذبی ہو سن
ہر اک شے کو کہا کیا جانے کیا ہے

<p>علم یورپ کا ہوا سیماں وسیع</p>	<p>رقی میں ہندی کے تسلی ہو گئی</p>
<p>کردیا مرغ نے واقعہ کہ یہ ہستی کیا تھی رنگِ حافظ یہ سہک حاتمے میں رہا بہ محالہ فرقتِ یار میں بدلی کامرا کچھ نہ ملا میں تو ست حاتمے میں نکا کھ نہ ہوا عرت کا</p>	<p>ہو تس آیا تو کھلا حال کہ مستی کیا تھی یہ سمجھتے ہمیں وہ مادہ یرستی کیا تھی میری لظروں میں تو روتی تھی رستی کیا تھی دیں کے دے میں ملتی تھی تو سستی کیا تھی</p>
<p>ادو العرمی جسے سمجھتے تھے ہم وہ خود کسی نکلی فحش یہ ہے کہ فریاد و دعاں بھی کر سیں سکتے</p>	<p>گماں ہو خیاری جس پہ تھا وہ تہی نکلی خود کی کمی مال تو اس میں پیدا جاسی نکلی</p>
<p>وقتِ ییری آگیا اکبر حوالی ہو چکی ہجر میں دل کی سزا اے میرے حافی ہو چکی ایڑیوں تک پہنچی زلفِ آنکی تو محکو کہا ہد وقتِ لطف و مہر ہے ایجاں عتوسے چھوڑے ضعف ایسا ہے تو قصیدے حاماں کیا کرو رنگِ گھرا یہ جہاں ہے ہائے کتناے ثبات ایک عالمِ قطر ہے اس اظہے اب تھا عاشقیِ شاہِ کالج ہے سرمدتی عمر حسرتِ دل ہو گئے اس جہد میں حرو و شکم</p>	<p>سلس لیا رہ گیا اب رہ گانی ہو چکی ملے اب ہر جدا مامہر مانی ہو چکی ماختِ حال یہ ملاے آسمانی ہو چکی کچھے دلداریاں۔ اب دلستانی ہو چکی ہمتِ عالی تو مددِ ماتوالی ہو چکی دوسری دن میں لالہ و گل کی حوالی ہو چکی کچھے سربا قیامت لہ ترانی ہو چکی پاس تک پہنچے ہم اور حوالی ہو چکی کچھے عرصی نویسی شعہ حوالی ہو چکی</p>
<p>ریقِ حرص و مکاری دلیری ہو ہیں سکتی کیسے ساتھ دیاے وفا کی ہی ہیں اس تک کہوں جھومر کے ہوتے کیوں شہنشاہ کی رگوں کو حدا ہی حاتمے کتنے قالوں میں شترک ہو گئی محنتِ اپنی ہی بیروں سے رکھیں حسرتِ اندر</p>	<p>ہو ہیں رومہ طلیت اُمیں شیریں ہو ہیں سکتی تو میں کیوں ہو رہوں اسکا حویری ہو ہیں سکتی حسائے یاد ہوں تو رات اندھیری ہو ہیں سکتی یہ خاکِ جسم بھی دیا میں تیرے ہو ہیں سکتی میں معذور لندل آن کی حیریں ہو ہیں سکتی</p>

<p>آئی ہوگی کسی کو ہجر میں موت عاقبت میں شہرے سے یہ سوا حال وہ پوچھتے ہیں میں ہوں خوش ہنشین تک کے اپنا سر نہ پھرا</p>	<p>مجھ کو تو نیند بھی نہیں آتی جانور کو ہنسی نہیں آتی کیا کہوں شاعری نہیں آتی ریخ میں ہوں ہنسی نہیں آتی</p>
<p>عشق کو دل میں دے جگہ اکبر علم سے شاعری نہیں آتی</p>	
<p>دشتِ غربت ہے علالت بھی ہے تنہائی بھی خوابِ راحت ہے کہاں نیند بھی آتی نہیں اب یاد ہے مجھ کو وہ بے فکری و آغازِ شباب صحنِ گلزار بھی تھا ساقیِ گلہام بھی تھا نگہِ شوق و تمنّا کی وہ دلکش تھی کسند ہم صنم خانہ جہاں کرتے تھے اپنا قائم اب نہ وہ عمر نہ وہ لوگ نہ وہ لیل و نہار اب تو شبہ بھی مجھے دیو نظر آتے ہیں میں تو آنکھوں میں جگہ دینے کو حاضر تھا اسے اب تاکِ گونڈے سے امید رہائی نہیں کچھ</p>	<p>اور ان سب پہ فزوں باد یہ پیماں بھی بس اچٹ جانے کو آئی جو کبھی آئی بھی سخن آرائی بھی تھی انجمن آرائی بھی مئے گلزنک بھی تھی نئے بھی تھی اور نانی بھی جس سے ہو جاتے تھے رام آئے نہ سحرانی بھی پھر کھڑے ہوتے تھے واں جو رکے خیدالی بھی بجھ گئی طبع کبھی جوش پہ گر آئی بھی اس زمانے میں پر زیاد تھی رسوائی بھی نیند ظالم سے یہ پوچھو کہ کبھی آئی بھی بیچھے ہوگی اختتام آج تو جو مالائی بھی</p>
<p>کام کی بات جو کہنی ہو وہ کہ لو اکبر دم میں چین جا بگی یہ طاقتِ گویائی بھی</p>	
<p>عشق و مذہب میں دورنگی ہو گئی سختی، ایام کا دیکھو اثر دختِ رز شیشہ سے نکلی بے جواب</p>	<p>دین و دل میں فنا نہ جسکی ہو گئی تکبدن کی جا پہ سنگِ ہو گئی سانسے رندوں کے سنسلی ہو گئی</p>

سے تہذیب سے ساقی نے ایسی گر خوشی کی
تھماری پانی کا حال کچھ گھٹتا ہیں صاحب
چھپائے کے عرصہ عیوار ہے ہر حدودہ عیالیے
پہننے کو تو کپڑے ہی رہتے کیا نرم میں جاتے
شکستہ رنگ مدہب کا اتر دیکھیں سے مُرتد
رعایا کو مناسب ہے کہ ماہم دوستی رکھیں

کہ آخر مسلمانوں میں روح پھول کی مادہ خوشی کی
ہماری یا سنی تو صاف ہے ایساں فردستی کی
نصیحت کیا کروں میں قوم کو اعیب پوشی کی
خوشی گھر بیٹھے کر لی ہے حس تا چوستی کی
مسلمانوں میں کثرت ہو رہی ہے مادہ خوشی کی
حماقت حاکموں سے ہے توقع گر خوشی کی

ہمارے قافیہ تو ہو گئے سب حتم اے اکبر
لقب اپنا عودیدیں مہربانی ہے یہ خوشی کی

حسن ہے یوفا بھی فانی بھی
بڑھتا حاتم ہے جس قوم - مگر
سب پہ حاوی ہیں لختانِ مرنگ

کاست سمجھے اسے حوالی بھی
ساتھ ہی اُس کے ماتوالی بھی
چپ ہیں بیگم بھی ست ہیں رانی بھی

دل تھلائے غفلت تو ہے محو دیر فانی
سو گد رگیا حودی سے تو وہ مل گیا اُسی سے
میں رہاں پہ لاؤں کیونکر وہ حدیث جس مطلق
میں سمجھ گیا وہی ہے مرے پردہ نص میں

حودا کی یاد آئے تو اُسی کی مہربانی
نہ ہواے رسا رنی نہ صداے لہ ترانی
کہ نہ مار لفظ اٹھائے گی مراکت معانی
مجھے اب تو سانس لیا ہی ہے لطف رنگانی

شیخ کی بات مگر لے سے بھی مطلق نہ ہی
گم ہوے ہوش حودیکھا تترسا کا حال
آپ کے ہو میں سکے ہیں یہ عربی ریر سے
پاؤں کا سا ہی سکے حود سے اسکے دہر پر

مادہ حوری چھپی اُس شیخ سے گناہی بھی
اس قدر کر - یہ حتم سے یہ دوح - اللہ بھی
دل نہ ٹھہرے تو بھل جائیے میرے کی کسی
چست پتلوں بیٹے پہ بھی پسٹلی نہ تھی

دل ہی دیتا تھا یہ - وہ دیں بھی کرتے تھے طلب
یہی باعث تھا کہ اکبر سے تنوں سے نہ ہی

<p>عروں دہر کر آیا تھا یا رہا ہمسیر کسی بٹھایا ہے زمانہ میں بھی سند پر حد کو بھی جو بنایا ہے تم نے محرم راز خدا کسی کی بولیگن کھلی جوان کی زبان ہم ایسے زندہ مگر یہ زمانہ ہے وہ غضب</p>	<p>یہ بیوا تھی کسی شبِ شام ہمسیر کسی ہوا کئے ہیں جو اہرِ شام ہمسیر کسی تو فکر کیا جو ہوا اعتبار ہمسیر کسی تو ہو ہی جاتے ہیں دو ایک ارہم ہمسیر کسی کہ دال ہی دیا دنیا کا بار ہمسیر کسی</p>
<p>ہیں ہی آتشِ الفت جلا چکی اکبر حرام ہو گئی دوزخ کی نار ہمسیر ہمسیر</p>	
<p>اُن کی نگاہ دشمنِ اسلام ہی رہی یاروں نے سوطح کے مشاغل کئے بہم</p>	<p>شرم و حیا کے ساتھ بھی بدنام ہی رہی لیکن مجھے تو فکر سے و جام ہی رہی</p>
<p>تسکینِ دل اس بزم میں داند نہ پائی معنی سے مقرر نظر آیا مجھے ہر نقش غواص رہی بحیرِ حقیقت کی ہمیشہ دیکھی نہ کوئی بات سوانام کے ہیں بارِ دلِ غم میں کمی ہوتی کچھ اس سے ملت کا ادب اٹھ گیا جوقم کے دل سے</p>	<p>چاہا تھا نکل جائیں مگر راہ نہ پائی آنکھوں نے کوئی صورت دلخواہ نہ پائی فکرِ حکمانے بھی مگر تھا نہ پائی کچھ لذتِ شان و حشم و جاہ نہ پائی فریاد کی طاقت بھی مگر آہ نہ پائی اقبال کے سمت اُس نے کبھی راہ نہ پائی</p>
<p>کفر کی غربت بھی ہے دل میں بتوں کی چاہ بھی اب تو نقدی سے کوئی صاحبِ مراد دل خوش کریں واہ کیا جاوہ ہے پیشِ چشم اور اکِ بشر</p>	<p>کہتے جاتے ہیں مگر تمہ سے معاذ اللہ بھی سن چکا ہوں مرجبا بھی آفریں بھی واہ بھی شبہ بھی ہاں بھی نہیں بھی وہم بھی اللہ بھی</p>
<p>حالت تو یہ پہونچی ہے کہ دیکھی نہیں جاتی</p>	<p>اور دل سے محبت ہے کہ اب بھی نہیں جاتی</p>
<p>کیا کام چلے اُن کی توجہ نہیں اکسیر اب کہے خوشامد کی تو وہ کی نہیں جاتی</p>	

<p>تری تعلیم سے پیدا ہوں گورائیں غلط لیکن میں کو دیکھ کر اکسیر میں جھکتا ہوں کسی درپہ</p>	<p>طبیعت فطرتاً ہے سیک تو مدہو ہیں سکتی نظر اسی مرید طاق و گسد ہو ہیں سکتی</p>
<p>مسلمانوں کو فیض اس مرم سے ملن ہیں اکبر کہ جس میں عرت نام محمد ہو ہیں سکتی</p>	
<p>شکر ہے تم نے مرے درد کی کچھ داد تو دی کیا ہوا جمع حرم تو نے کھائی اسے دوست</p>	<p>سہ دوا کی نہ سہی رحمت پر پاد تو دی ذیر کے متعل راہوں نے تھے داد تو دی</p>
<p>ہر رستار میں حس کرتا ہوں تدبیر نئی تو دشنام کا ہے مواد میں تماعت کا مٹ پالسی تیرے لئے میرے لئے معدود صبا کھوئے دیتے ہو جو تم وہن ملت آیار</p>	<p>ذالہ تیا ہے ملک پاؤں میں رکھیری میری اکسیر تیرا تری اکسیر سی میری اکسیر تیرا تری اکسیر سی کیا سمجھتے ہو کہ مل جائیگی تقدیر سی</p>
<p>العت سے تری قطع نظر ہو ہیں سکتی اموس کہ دل شوق صوری میں ہے تیا احیار کی کی آمد دستہ آپ نے جاری</p>	<p>یہ مات تو اچھی ہے مگر ہو ہیں سکتی درمان یہ کہتا ہے حسر ہو ہیں سکتی راحت تھے اسے آپ کے گھر ہو ہیں سکتی</p>
<p>حتم کیا صلائے رقص۔ گل پو شاد ہو چکی سیک دیدہ راہ کو دیکھ کے گل نے راہ لی رنگ معشہ مٹ گیا۔ سسل تر ہیں رہا مستی لالہ اب کہاں۔ اسکا پیالا اب کہاں رت وہ حو تھی دل گئی۔ آئی سس اور نکل گئی</p>	<p>حوت نشاط ہو چکا۔ صوت ہرار ہو چکی لطیف بیم ہو چکا۔ کاوش حار ہو چکی صحن جہن میں دیش نقش و نگار ہو چکی دور طرب گزر گیا۔ آمد یار ہو چکی تھی حو ہوا میں نکست مشک تیار ہو چکی</p>
<p>اب تک اسی روت پ ہے اکبر ست و بحر کہدے کوئی عریس فصل ہمار ہو چکی</p>	
<p>ست رہا ہے کسی لطیف یار میر بھی</p>	<p>گد رچی ہے یہ فصل ہمار ہر بھی</p>

شبِ ہرات اچھی ہے ایجان نہ اچھی شبِ قدر ہم نعلِ شاہِ دلجو ہو تو حباط اچھا مائلِ ضبط بھی ہوں۔ شبانِ فریاد بھی ہوں فتنہ اُن آنکھوں سے اٹھا تو مچی واہ کی دھوم ہو نمود اپنی تواندھیر کی پروا کس کو آپ کے جور و ستم بھی ہیں دل آویز مجھے	آپ جھٹے میں مرے آئیں وہی رات اچھی ہمنشین ساقی مہوش ہو تو برسات اچھی جو پسند آپ کو آجائے وہی بات اچھی سیج یہ ہے صاحبِ اقبال کی ہر بات اچھی کوئی تاروں سے جو پوچھے تو کہیں رات اچھی چشمِ عاشق میں ہے معشوق کی ہر بات اچھی
--	--

بارِ خاطر ہو تو واعظ کا بھی ارشاد بُرا
دل کو بھاجا ہے تو اکبر کی خرافات اچھی

آپ کا خیر طلب لایقِ غرت نہ سہی ہو رہو خاکِ درِ پیرِ مغاں اے اکبر	رحم ہی کیجئے لِلّٰہِ محبت نہ سہی زندگی لطف سے کٹ جائیگی غرت نہ سہی
---	---

گر دیا کنجِ قناعت میں بسر کرنے
عزتِ دل تو سلامت رہی دولت نہ سہی

سکھ پائے طبیعت جس تری کدھ شغلِ اپنا دن رات ہی کیا روتا ہے اگلے وقتوں کو نہ کہے تو اپنے نوحوں کو دھرتی نے جو بلا زنگ کیا تو اپنی نظر اوپر کو اٹھا	جو لوں سائے من بھائے ہے تیرے لئے حق بات وہی بٹھکاتے ہیں جو ان سب کو الگ پھروں وہی رات وہی دانا کے کرم میں کیا ہے کمی بدلی ہے وہی بات وہی
--	--

مری ناکامیابی کی کوئی حسد ہو نہیں سکتی مری ہستی ہے خود شاہدِ وجود ذاتِ باری کی نہیں ہاتھ آتی دولت نامِ رٹنے سے بزرگوں کے مناہیت خوشنما پتھر طرے ہیں عقل پر ان کی ترنم ساز ہستی کا تجھے کیا لطف دے غافل بہار آئی ہے اے واعظ ابھی معذور رکھ مجھ کو	صداقت چل نہیں سکتی خوشامد ہو نہیں سکتی دلیل ایسی ہے یہ جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی ہجاسے جد کے ترکیبِ زربِ جہ ہو نہیں سکتی جنھیں شکین بے لعل و زمر ہو نہیں سکتی تری روح آشنا ہے صوتِ سرمد ہو نہیں سکتی محَلِ توفیقِ فصلِ گل کی آمد ہو نہیں سکتی
---	---

ق

عاشقِ حوا استادِ مشکل کشا کی ہے
حت علی سے ہوگی دلوں کو شگفتگی
روحِ مزاحیاں سگِ دیا کی دیکھ لیں
صورتِ شگفتہ ہر گلِ رنگیں قما کی ہے
آر ا رہی میں ہے کہ پیدا ہوا شک و آہ
پھولوں سے لو لگائے ہے بادِ صدا کی لے
سرہ لہک رہا ہے بہ صدا اساطِ طبع
مرحانِ باغ و حد میں ہیں موط شوق سے
آراستہ ہے ایک طرف سرمِ مومیں
پوچھا حوا اس سماں کا سب لوالٹھے ملک

مناظرِ مری حسیں پہ نورِ خدا کی ہے
کلیوں کو احتیاجِ نسیم و صبا کی ہے
حسرتِ نس اب ریارتِ تیر خدا کی ہے
مستادِ چالِ باغ میں بادِ صبا کی ہے
دیا میں دھومِ حویلی آب و ہوا کی ہے
و مسازتِ نازِ شمعِ شمعینِ نوا کی ہے
سُسل میں تابِ یارگی رُفِ دوتا کی ہے
ڈولی ہوئی مرے منِ طبیعتِ ہوا کی ہے
کثرتِ لہلوں پہ محدودِ دودِ دعا کی ہے
پیدائشِ آجِ حسرتِ شکل کشا کی ہے

دلِ مرا اُن پہ حوا کیا تو قصا سہی آئی
آئے نکھولے ہوئے مالوں کو تو توجی سے کہا
و اے قسمت کہ مرے کمر کی وقعت نہ ہوئی
ہوئیں آسارِ حوانی میں بگا ہیں بچی
مُس لیا اچھی شامِ شبِ فرقت نے مجھے
طاری اٹھ گئی آردو کی وہ عرت نہ رہی

دود کے ساتھ ہی ساتھ اُسکی دوا سہی آئی
میں بھی آیا ترے گھر میری ملا سہی آئی
نت کو دیکھا تو مجھے یادِ خدا سہی آئی
دستِ آنکھوں میں حوا کیا تو حیا سہی آئی
پھر نہ جاگوں گا اگر مینہ دریا سہی آئی
سہی رہاں مہ میں مگر اُسکی وہ قوت نہ رہی

مدد گرا یہی رہاں ترکِ سخن کر اکبر
اب تری مات کی دیا کو ضرورت نہ رہی

روما فروں ہو محنت وہ ملاقات اچھی
وہ عمل کیا حو لیری کو گھٹائے اے دوست
موقعِ محنت ہمیں صاحبِ اقبال ہیں آپ

ستوقِ طے کا طرِ حاتی رہے وہ بات اچھی
قوتِ دل کو طرِ حاتی رہے وہ مات اچھی
میری ہر مات مری آپ کی ہر مات اچھی

میں مومن ہوں وعدہ یار کا
بتوں نے بھلا یا جو دل سے مجھے
آنکھیں نے عطا کی تھی جانِ حزیں

مری روح تن سے جدا ہو گئی
بہت دخترِ رزق تھی رنگیں مزاج
مریضِ محبت ترا مر گیا
نہیں تھی تو نامِ کمر کیوں ہوا
نہ تھا منزلِ عاقبت کا پتا
ملا میں بھی اک رات دنیا سے خوب
ستایا بہت حاسدوں نے مجھے
گھٹی گو کہ رندی سے وقعت مری
گوارا نہ تھا ذکرِ خونِ جگر
بتوں کو محبت نہ ہوتی مری
اشارہ کیا بیٹھنے کا مجھے
رہ معرفت میں جو رکھا قدم
کتابِ حقیقت کرے کون ختم
وہ ساری امیدیں ملیں خاک میں
فلک سے مٹا دل کا سارا ابھار
یہ تھی قیمتِ رزقِ ٹوٹے جو دانت
پھنسی جسمِ خاکی میں روحِ لطیف
دوا کیا کہ وقتِ دعا بھی نہیں

نشانِ تو خیر اک ذرا ہو گئی
مرے ساتھ یادِ خدا ہو گئی
ہوا خوب آنکھیں پر خدا ہو گئی

کسی نے نہ جانا کہ کیا ہو گئی
نظر ملتے ہی آشنا ہو گئی
خدا کی طرف سے دوا ہو گئی
جو پیدا ہوئی تھی تو کیا ہو گئی
قناعت مری رہنما ہو گئی
مرے گھر بھی یہ بیسوا ہو گئی
تری ہر بانی جفا ہو گئی
طبیعتِ مگر بے ریا ہو گئی
مگر اب تو میری غذا ہو گئی
خدا کا کرم ہو گیا ہو گئی
عنایت کی آج انتہا ہو گئی
خودی بھی بس اک نقشِ پا ہو گئی
کہ ہر اک خبر بہت ہو گئی
جو بدلی اٹھی تھی ہوا ہو گئی
جو بدلی اٹھی تھی ہوا ہو گئی
عرضِ کوڑی کوڑی ادا ہو گئی
اسیرِ کسبِ ہوا ہو گئی
ترہی حالتِ کسبِ یہ کیا ہو گئی

وہ لے گئے دل اور کوئی لولا نہ دے ابھی
 اب اُسکو بھلا دو کچھ اگر میں لے کما بھی
 بیشک مجھے آتی ہے کبھی یاد خدا بھی
 دو ہو گیا اک آن میں چوکا حود را بھی
 ہم رہ گئے حلفت میں یہ آیا بھی گیا بھی
 سنتا تھا کہ فتنے ہیں قیامت کے سوا بھی
 پسے کو بے موجد مراد دل بھی جا بھی
 چالاک مرے ہاتھوں کی صورت ہے جا بھی
 اموس ہوا چاہتی ہے ترک خدا بھی
 پامال نظر آتی ہے محکو تو خدا بھی
 کرتا ہوں خوشا و تو یہ فرماتے میں جا بھی

ایمان بھی تھا علم بھی تھا عقل رسا بھی
 العت ہی میں کرتے ہیں شکایت بھی گلا بھی
 سچ بات کا انکار میں کیونکر کروں لے بت
 سالک کو دم تیغ ہے قطع رو تو حید
 کچھ قدر نہ کی عہد حوائی کی صدا فوس
 قصد بقی ہوئی دیکھ کے وہ قاسم ربیبا
 دیکھیں گے حاصل ہو قد موسیٰ حائاں
 ڈاڑھی بھی ہو غلظ کے ہے تلودوں پہ بھی آنکے
 باقی رہا خون بھی نابیر سے جگر میں
 کیونکر کموں رنگینے ماطن سے ہے عزت
 چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں لہت میں تجھ کو

سنتے ہیں کرا لیر لے کیا عشقِ تباں ترک د

اس بات سے تو خوش دہوا ہو گا خدا بھی

اور کیا حوس کریں آپ کو معلوم رہے

نظرِ لطف سے مس اک ہمیں محروم رہے

کہ صر صر سے بدتر صبا ہو گئی
 حلاوت ہماری دوا ہو گئی
 چلے تو قیامت سب ہو گئی
 عجب حسن کے ساتھ ادا ہو گئی
 تڑپنے کی قوت سوا ہو گئی
 طبعیت مری کیا سے کیا ہو گئی
 اسی سے تو یہ فتنہ نرا ہو گئی

چسمن کی یہ کیسی ہوا ہو گئی
 حیات کو آئے تفسا ہو گئی
 وہ آٹھے لاکھوں ہی فتنے آٹھے
 تپے ہی یاد رخ میں حوس لے ناز
 تماشے مقتل کو آئے حودہ
 محبت کی گرمی بھی کیا چہرہ ہے
 لگاؤ بہت ہے تری انگلی میں

آئینہ رکھ دے بہارِ غفلت افزا ہو چکی
خانہٴ تن کی خرابی پر بھی لازم ہے نظر
بیخودی کی دیکھ لذت کر کے ترک آرزو
حسنِ مطلق کے تصور سے بھی لڑو

دل سنوار اپنا جوانی خود آرا ہو چکی
زینت و آرایشِ قصرِ مہلی ہو چکی
ہو چکی حدِ ہوس مشقِ تنہا ہو چکی
روسے زینیا ہو چکا زلفِ چلیپا ہو چکی

چل بسے یارانِ ہمد آئینہ کیے پیارے عزیز
آخرت کی اب کراکسہ فکر دنیا ہو چکی

نکبتِ گل سے شہیم زلف یاد آہی گئی
یادِ عرفاں کی مستی روح کو بھابھی گئی
اس جنا پر بھی طبیعت اُس پر بس آہی گئی
عاشقوں میں رسمِ عیش و نیوی راج نہیں
اک لطافتِ قلب میں تھی عقل و حکمت کے سوا
مختلف شکلوں میں آکر ہو گئی آئینہ ہوا
عشوہ ہاے دشمنِ ایماں کا اک طوفاں تھا
خوش نصیبی زائل دنیا کی تعجب خیز ہے
مستی نے سے نظر ان کی تھی تیغِ بے نیام
سیکھ لو بدلی سے تم طرِ عمل اسے عالمو
اپنے تمکین و تحل پر بہت نازاں تھیں

آج تو مجھ کو نسیم صبح تڑپا ہی گئی
عقل سرس رہ گئی دل میں کچھ اور آہی گئی
اک ادا ظالم نے ایسی کی کہ وہ بھابھی گئی
قیس کب دولہا بنا لیلی کہاں بیاہی گئی
رہ گئے سب وہ مگر پر تو ترا پاہی گئی
ابر کی پھیتی حری اسید پر چھاپی گئی
دیکھ کر بت کو مگر یادِ حسدا آہی گئی
چاہے جانے کے نہ تھی لائق مگر چاہی گئی
لشہ عشق و جنوں سے پھر بھی شرابا ہی گئی
جو سمندر سے لیا تھا ہم سپر برسا ہی گئی
اک نیتِ کافر کی چشمِ مسرت تڑپا ہی گئی

رقص کرتی ہے صبا غمہ سرا ہے بلبلی
ہر رکاوٹ کی وہ دھج ہے کہ تڑپ جاتا ہر دل

شاہِ گل کے لئے ناچ بھی ہے گانا بھی
کسی استاد سے تم سیکھ ہو شرانا بھی

کچھ طرزِ ستم بھی ہے کچھ اندازِ وفا بھی
عشوہ بھی ہے شوخی بھی تبسم بھی حیا بھی

کھلتا نہیں حال انکی طبیعت کا ذرا بھی
ظالم میں اور اک بات ہے ان کے سوا بھی

اک لوسہ پہ وہ ٹال گئے ہم بھی رے جیپ	سمجھے کہ کسے ملتا ہے قسمت سے زیادہ
عشقِ تال میں اکبر بادشاہی یہ حالت تو نہ تو نہ دیوانوں سے شعر چلے کسکے حلاصہ مجھے کسے مدہب چہ و نہایت چھوڑ صورت مدوگر گواؤ سر کے کچھی پر دستِ نبی سے لئے وہ بھی اتنی کراس ہے	ایسے سلم فخرِ حرم کی دیر میں آت تو نہ تو نہ آپ کی صورت سماں مانند میری ہیبت تو نہ تو نہ صرف کلر کی کی امیداء رات ہی مشیت تو نہ تو نہ ایسی چیز سے کھائی صاحبِ انجور عت تو نہ تو نہ
خرمِ محل کو حراں یہاں نیکی اک مار ماندہ شعر میں اکبر بھی معنوں تو ہر بار ماندہ سرمِ سودا آخرت کا ہوسہی مقصود ہے خلق تجھے بھیجے یہ دے حرقائق کو تو	آشیاءِ بیاں۔ تو لے عقدِ لب زار ماندہ اے سلاں سح نے اے رہیں ر مار ماندہ معربِ ٹوپی پن یا مشرقی دستار ماندہ نار منی مگر ہیں بے آتشوں کا تار ماندہ
ریکا ہشب کو یوں سپر بستر پڑا رہ رہ یچنا حصول گوئی سے سے مقصد سکوت مامِ حد بڑھے ہیں کہیں آپ بدر سے یہ عمر یہ جمال یہ حساد و بھری نگہ	اکبر جو ٹھکومیند آئے تو شعر کہہ معتول بات دہیں میں آئے تو چپ نہ رہ چودہ ٹیل و ہاں میں تو یاں سالِ حیارہ بھر اس پہ وہ عطلوں کا یہ کنا کہ باز رہ
ٹو پہ جس طرح سے ہوتاری کا ساز نوہ کپتان اپی سچ میں ہے ہم ہیں ڈوبتے منصور سر کٹا کے سبکدوش ہو گیا	یوں بابو ان پد پہ ہے اب نماز نوہ وامند قوم پر ہے یہ قومی جہاز نوہ تھا سخت اسکے دل پانا نحتی کا باز نوہ
اکبر کے واسطے بھی وہی شرط پاس کی ہر ایک پر۔ لادے بے ہمت یا زبوحہ	
حو کر دے حسن کو مشتاق و میناب	غضب ہے وہ ادا سے عاشقانہ
سنا خونِ جگر کھاتا ہے اکبر سارک یہ غذا سے عاشقانہ	

بند کر بیٹھا ہو آنکھیں جو تمہاری دُھن میں
ہے اگر منزلِ راحت کی تلاش ہے اکبر

کیا عجب شورِ قیامت سے بھی آگاہ نہ ہو
وہ جگہ ڈھونڈو تمنا کی جہاں راہ نہ ہو

تم اگر چاہو برائی نہ کسی کی کہ
پھر تمہارا بھی جہاں میں کوئی بدخواہ نہ ہو

شکر سے راہ ترقی میں اگر ٹپکتے ہو
شیخ صاحب کا قصہ ہے جو فراتے ہیں
یہ سوال اُنکا ہے البتہ بہت بامعنی
دین کو سیکھ کے دنیا کے کرشمے دیکھو

یہ تو بتلاؤ کہ قرآن بھی پڑھتے ہو
اونٹ مویہ دس پھر ریل پکھو چڑھتے ہو
کہ سمجھو چھ کے قرآن بھی پڑھتے ہو
نہ ہی درسِ لٹریچر ہو علیگڑھ تے ہو

بہت رہتی ہے حیراں دیکھ کر گو تیری قدرت کو
بہت خوش ہے کہ قدیمتِ حیس کے مطابق ہے

ادا کرتی نہیں چشمِ تماشِ حقِ حیرت کو
ہمارے طفلِ دل نے کھیل سمجھا ہے قیامت کو

سب ہو چلے ہیں اُس بُت کا قراۓ کے ساتھ
جادو کیا یہ کس بُت کا منہ نگاہ نے
خوابِ اجل ہی نیند کے بدلے اب آئے گا
واعظا کے اعتراض سے تنگ آ گیا ہنسیں

رہ جائینگے رسول ہی بس اب خدا کے ساتھ
اسلام میں وفانہ رہی اتقا کے ساتھ
دیوانہ کر دیا مجھے اک شب سلا کے ساتھ
اُسکو بھی دیکھ لو کبھی تم اک ادا کے ساتھ

اکبر دعا کا ذوق ہو کیونکر نصیبِ دل
اُنٹھے نہ درودِ دل بھی جو دستِ دعا کے ساتھ

کرتے ہو تم خوشامد دنیا کے بڑھاکے ہاتھ

اللہ کی طرف نہیں اُنٹھتے دعا کے ہاتھ

اچھی نہیں شے کوئی محبت سے زیادہ
اے حسن کے مائل یہ نصیحت مری سن لے
سید سے علیگڑھ میں یہ جا کر کوئی کدے
مجھ دند سے اس درجہ نہ ہو محتر زائے شیخ

وہ بھی ہے بڑی ہو جو ضرورت سے زیادہ
سیرت پہ نظر چاہئے صورت سے زیادہ
ہے جھکو طلب قوم کی قسمت سے زیادہ
تو پاک نہیں ہے مری نیت سے زیادہ

اپنے ہاتھوں سے خود تعلقہ میں حمام تیار
اور سوا اسکے وہ اک شخص ہیں مقول یہ
حشش گریہ سیم کا ہے ماعت پر جا رہا
ہو سود اور حینوں کی چلے جائیں جو آپ
میں سمجھا ہوں کہ حریں جو نہ ہوں جنت میں
دوست کا دوست نہ ہو جو وہ مراد شمن ہے
سا لک راہ محبت کو خود سے کیا کام
خرچ کیسا ہیں قطع مع کے شایق احباب
محل پٹیل بھی خدا باد صبا بھی صدقے
رگس مست تری مت تل عالم نکلی
پھر جو آتی ہے شب ہر تو آجائے اعل
فتوں کی ادھر اسراط اوھر کنگوں کی
زلیف اسجد کی کہیں بھی نہ کر دے ہدی
مرد آزاد ہوں محمد سے یہ تکلف کیسا

دسترس صید پہ حاصل تجھے ہو خواہ نہ ہو
ذوق آرام سجا شوق تعلق بے حا
دل کو بے عشق حقیقی میں ہوتی حرکت
خیر خواہ آج زمانے میں کہاں ملتے ہیں
محمکین رہے نفرت ہو سک و صعی سے
شرک ہے اپنی خودی کا اگر آتا ہے خیال
یا قدم منزل پر معدن رکھ لے طالب

شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو
عالمہ جازوں میں یوں بھی انہیں اگر وہ ہو
حرور ہو نہ سمندر میں اگر ماہ نہ ہو
رواق آجائے کو اکب میں اگر ماہ نہ ہو
تو عزار مل پھر انسان کا بد خواہ نہ ہو
نہ لے مجھے وہ اس کا جو ہی خواہ نہ ہو
وہ تو چاہے گا کہ خود ہوش بھی ہمراہ نہ ہو
میں تو خوش ہوں اگر افزائش تم خواہ نہ ہو
صدورت اچھی سو تو پھر کوں ہو احواہ نہ ہو
کہیں صیاد احبیل کی یہ کہیں گاہ نہ ہو
ایسی تکلیف مجھے پھر مرے اللہ نہ ہو
ڈھونڈو جنوں وہ شکر کہ میں کوئی نہ گاہ نہ ہو
لام کی جا کہیں لا اے مرے اللہ نہ ہو
مس مرے ہاتھ تو یہ واللہ واللہ نہ ہو

تبیوی سن کے نکل صدورت رو باہ نہ ہو
طلب رزق ہو لیکس ہو س جاہ نہ ہو
وہیں جلتی ہے یہ کشتی کہ سماں تھا نہ ہو
ہے یہی لاکھ نعمت کوئی بد خواہ نہ ہو
صدورت کوہ ہو انسان صعبت کا نہ ہو
کھر ہے جان سے پیارا اگر اللہ نہ ہو
یاد کر شرط کہ واں گرگ نہ ہو چاہ نہ ہو

تھوٹ سے نفرت کی ہو طبع سے پرہیز
دل جہاں ہو گا وہاں عشق بھی ہو گا پسند
ہے غلامی ہی قسمت میں تو ہو نطفہ کے ساتھ
آپ کی آنکھ میں کس نے نہ بھرا ہے جادو
کالہی اور توکل میں بڑا فرق ہے یار

ہو نہ کیجئے اور پرستانہ مسلمان ہیں ہو
خواہ انسر لقیہ میں ہو خواہ پرستان میں ہو
کدو ہندی سے کہ آباد پرستان میں ہو
ارکا ایسا ہے کہ لغزش مرے ایمان میں ہو
اٹھو کوشش کرو بیٹھے ہوئے کس دھیان میں ہو

نچیک ہو دل کی جو نسبت تو اثر دیں نالے

سُرخ آواز ہوا کب تو فراتان میں ہو

ممکن نہیں کہ عشق ہو اور دل حسد میں نہ ہو

کرم نظارہ ہر اک سمت سر راہ نہ ہو
شارح معنی حسن بیت دل خواہ نہ ہو
یار کے دل میں اثر ہو یہ ہے مقصود کلام
یہ چمک اکی ہے لے جان تمہارے دم سے
قلقل شیشہ کو سنئے تو ذرا حضرت شیخ
جانتا ہوں میں شب و وصل کی کوتاہی کو
یہ ادائیں یہ لگاؤ یہ بلا کی چتون و
اک زمانہ ہے مرے قصہ غم سے واقف
بے رنجی ہنس بہت کس کی نہیں باعث یاس
کیوں گلابی کے عوض پہتا ہے جوڑا کا ہی
شیخ کتا ہے بُرائی بہت خوش رو کی کرو
چشم کا قرا اشارہ ہے کہ ایساں کیسا
اک ترجم کی نظر یار نے کی ہے احسن

میرا ہی حال دیکھ لے جس کو یقیں نہ ہو

رہزن عقل کوئی صورت دل خواہ نہ ہو
نہیں قاصر نہ ہوں خلقت کہیں گمراہ نہ ہو
اس کی پروا نہیں محفل میں اگر وہ نہ ہو
تم جو پہلو میں نہ ہو نطفہ شب ماہ نہ ہو
دیکھئے تو کہیں اس مثل میں ہوا اللہ نہ ہو
یہ دعا ہے کہ مری عمر سے کوتاہ نہ ہو
میں تو کیا ضبط فرشتوں سے بھی والدہ نہ ہو
ارکا باعث جو ہے شاید وہی آگاہ نہ ہو
نظر شوق سے شاید ابھی آگاہ نہ ہو
طمع زن گل پہ مری جان کہیں کاہ نہ ہو
دل دھڑکتا ہے کہ ناخوش کہیں اللہ نہ ہو
چہرہ ہنستا ہے کہ دیکھو کوئی گمراہ نہ ہو
دل سے نکلے تو کما تک آخر آہ نہ ہو

<p>تو بخ ایسا ہے کہ اُس بت کو اگر کافر کہو ہو کہو چھا جائے اُن آنکھوں پرستی کی طرح قیمتِ دل س کے کہتے ہو کہ سودا ہے تجھے</p>	<p>ہمس کے کہتا ہے کہ پیا لفظ ہے یہ پھر کہو حقہ دوراں کو دوسا قی کہو سا حر کہو خیر سودا ہی ہی تم بھی تو کچھ آکر کہو</p>
<p>موتِ علی عشق میں دستور ہی ہے کہ نہ ہو مرضِ عشق بھی کیا چیز ہے جس سے صحت</p>	<p>ہاں اور اُن کو بھی تو منظور ہی ہے کہ نہ ہو آرزو سے دلی رجوع ہی ہے کہ نہ ہو</p>
<p>علا یا دل کو تڑپا یا حشر کو دل سوزاں کی گرمی پڑھتی ہے اور</p>	<p>خدا رکھے سلامت اُس نظر کو خدا کے واسطے پہلو سے سر کو</p>
<p>حوالی مار ہی رکھتی ہے اکبر</p>	<p>سنا لو دل کو یار کو نظر کو</p>
<p>اُتر و چاہو اگر انگریز سے ڈرتے رہو ہو مصیبت تو ہمیں کچھ غریب لاشک سے دید و گس سے چمن میں بلف اٹھاؤ بے خطر</p>	<p>ناک رکھتے ہو تو تیغ تیز سے ڈرتے رہو عیش ہو تو نصیب و قاتل حیر سے ڈرتے رہو لیکس ہنس جیٹھ حوں انگیز سے ڈرتے رہو</p>
<p>تاہ سینہ گرد میں مٹھکنے لگیں تسلیم کو گردوں محرابِ مسجد غم ہوئی تسلیم کو طفلِ دل نے مکتبِ ادراک میں دکھا چاؤں</p>	<p>در و دل اٹھا حیا لیل کی تعلیم کو اعلیٰ آواز اذال اسلام کی تعلیم کو حشر پسید اگر دیا اللہ نے تعلیم کو</p>
<p>فہم و ادراک میں ہو عقل میں ہو جاں میں ہو ہاتھ ہو کام میں اور دل تر سے ارمان میں ہو میں تو سو جان سے مرتا ہوں مری جاں تم سے چاہد پیار ہے تو کیا اُس سے سو پیار ہے پیاری صحت پہ تو انسان کو اتنا ہی ہے پیار جس جس چہر میں ہو دیکھکے حشر کر دل کو</p>	<p>حق تو یہ ہے کہ نہیں حلوہ گراں سال میں ہو سے یہی طرزِ عمل حوس حوا مکان میں ہو تم مری جان سچاؤ اگر اسکاں میں ہو محس میں مٹیوں میں کیوں بلر حوالاں میں ہو دل کو روکیں کوئی صاحب اگر امکان میں ہو بسد کر لے مگر آنکھیں اگر اسکاں میں ہو</p>

ہمارا جوش میں آنا دکھائی دیکارنگ اپنا	ابھی اس میکے میں ہم بچے گشتے میں سڑتے ہیں
شجر آپ کی غزلوں پر آتا ہے مجھے کہہ	بتوں پر آپ مرنے ہیں کہ شیطانوں سے لڑتے ہیں
ضرورت جب نہیں بھر طبع کا کیوں رخ بدلتے ہیں عوض قرآن کے اب ہے ڈاؤن کا ذکر یاروں میں ہمارا داغ دل کرتا ہے روشن بزم معنی کو	چمن ہوتے ہو سہرے برفاؤں کا نٹوں میں چلتے ہیں جہاں تھے حضرت آدم وہاں بندر اچھلتے ہیں تو کیا شکوہ اگر ہم مغربی غزلوں سے چلتے ہیں
واعظ ہمیں یہ وعظ کا دفتر سنائے کیوں موسیقی و شراب و جوانی و حسن ناز	ہم بچہ چھتے ہیں عالم ہستی میں آنے کیوں بچتا ہے کون اور خدا بھی بچائے کیوں
حاصل انھیں کیا ایک ایک سے جو افسانہ حسرتیں ہیں ہے شاق جدائی لگی اب دن رات پریشان رہتے ہیں ہے پاس شریعت بھی ہیکو میں عشق کی لہریں بھی ل ہیں	عاقل تو وہی ہیں اکبر جو ستے ہیں اور چپ رہتے ہیں ہم آپ کو جید چاہتے ہیں مل سے ہیں فلاں کہتے ہیں پابند ہیں ساحل مذہب کے دریا کی طرح سے بہتے ہیں
اکبر کی برائی اچھائی بہت بچہ چھلے والوں سے	نظم اُکھی شنی ہے البتہ ہاں شعر تو اچھے کہتے ہیں
وزن اب اُن کا معین نہیں ہو سکتا کچھ داغ اب اُکھی نظر میں ہیں شرافت کے نشان علم نے رسم نے مذہب نے جو کی تھی بندش شیخ کو وجد میں لائی ہیں پیالوں کی گتیں	بروت کی طرح سلمان کھلے جاتے ہیں نئی تہذیب کی موجوں سے دھلے جاتے ہیں ٹوٹی جاتی ہے وہ سب بند کھلے جاتے ہیں پیچ و ستار فضیلت کے کھلے جاتے ہیں
تمہیں جو دیکھ لے پھر کیا وہ محو حور جنت ہو	قیامت گو کہ برحق ہے مگر تم بھی قیامت ہو
مئے گلگوں کی جانب دل بہت کھینچتا ہو لے اکبر	مگر شکل یہی ہے شیخ نجی سن لیں تو آفت ہو
جسکو سارا قصہ عہد جوانی یاد ہو	کیا عجب ہے عہد پیری میں جو وہ ناشاد ہو

ہو اے افس کا طوفاں سے کھر دگانی میں
 میں جتنا کسی کا قہقہہ اس دیاے فانی میں
 حباب آساری وقت حوا کھرازدگانی میں
 سکوں قلب کی دولت کہاں نیلے فانی میں
 تری پاکیزہ صحت کر رہی ہے حسنِ طعن پیدا
 اصل کی مید آجاتی ہے آخر ستے والے کو
 نسیم صبح کا ہی نکست گل سے ہے سے پروہ
 حباب اپنی خودی سے بس یہی کتا ہوا گرا
 رہ پوچھ اے ہمیش وہ قصہ عیش و طرب سے
 کمر کا کیا ہوں عاشق کھل گئی رلف دارا بھی
 اُسی صورت میں دگتِ خوئی الفاظ ہوتی ہے
 رہاں حال سے پرواہ نسل یہ کتا سے
 فلک سے منسل کر کے ہمیں خس کر دیا آخر

خدا معھو تار کھے کستی دل کو دوانی میں
 حباب آسا مٹا کھرا حوا کھرازدگانی میں
 صحت ہے عود نمائی کی ہوا اس کھرفانی میں
 سن اک عسل سی ہو عالمی ہوا وہ بھی جوانی میں
 مگر آنکھوں کی مستی ذاتی سے مدگمانی میں
 قیامت کا اثر پاتا ہوں دیا کی کمانی میں
 مگر گیسو ترے معصوم ہیں منہ رسانی میں
 تاتا تھا ہولے اک گرہ دیدی تھی مانی میں
 کسے اس یاد ہے اک حباب دیکھا تھا حوا میں
 کمر و پڑ گئی ہے اک ملاے آسانی میں
 کہ حس یار کا پیدا کرے جلوہ معالی میں
 حصوری ہو اگر حاصل مرا سے بھائی میں
 سے جاتے ہیں بے مقصود کھرازدگانی میں

ادائے فکر کر کے احتراز اولیٰ ہے لے اکبر

مرادوں آفتیں شامل ہیں ابھی مہرمانی میں

یریشاں ہوش کی کھلتی ہیں کڑے دل کے کرتے ہیں
 حویوں سے نکاٹ کرتے ہیں انیسیم لڑتے ہیں
 خوشام کرتے ہیں حیروں کی اداسی میں لڑتے ہیں
 مردگوں سے عداوت دوستی بادہ مروخوں سے
 المٹنا لڑنِ معرب میں دکھاتا ہے رہ دیا
 قہج بخت اہلِ رمیں پر مجھ کو آتا ہے

مگر حائل بھی لڑتے ہیں جو کچھ مل کے کرتے ہیں
 یو میں بر بادیاں آتی ہیں یو میں کھڑے ہیں
 یو میں بر بادیاں آتی ہیں یو میں کھڑے ہیں
 اور اسپر مدعی تہذیب کے سن کر اڑتے ہیں
 گردنی مقاصد میں ہزاروں بیچ پڑتے ہیں
 یہ اسیر کیوں اڑتے ہیں کہ میں مے گشت میں

کچھ نہ پوچھا اسے ہمیشہ میرا دشمن تھا کہاں
سامنے وہ تھے تو کتنا حالت دل کس طرح
دل جوانی میں ہماری جان کا خواہاں ہوا
کر لیا ہمنے ازل میں شوق سے عہدِ است
دہریوں کا تعلق سے اُچھٹا کس طرح

اب تو یہ کہنا بھی مشکل ہے وہ گلشن تھا کہاں
ہوش میں اُس وقت میں اے شفقِ من تھا کہاں
آج تک سینے میں پوشیدہ یہ دشمن تھا کہاں
پیش چشم اُس وقت یہ دیرِ برہمن تھا کہاں
کر چکا تھا میں جنوں کو نذرِ دامن تھا کہاں

بیچ ہے کسی کی شان یہ اے نازنین نہیں
میں نے وفورِ شوق میں شاید سنا نہ ہو
ان تیروں کا میں تو ہوں کشتہ شب وصال
دستِ جنوں سے قطع ہوا پسیرِ ہن مرا
کیا زور طبع ہو کہ نہیں کوئی معتمد عش
میں تم سے کیا بتاؤں کہ اس وقت ہوں کہاں
میری نگاہ شوق کا اندر سے اثر
جب سے گناہ چھوڑ دئے سب کھسک گئے
ہے جس کو شوق اپنی خودی کی نمود کا
طالبِ خدا کی راہ میں سر رکھے مثلِ ماہ

تو ہر جگہ ہے جلوہ گر اور پھر کہیں نہیں
یا شاید آپ ہی نے نہ کی ہو نہیں نہیں
دل میں حسرتِ شوقِ زباں پر نہیں نہیں
دامن نہیں ہے جیب نہیں آستین نہیں
کیا نکتہ سنجیاں ہوں کوئی نکتہ چیں نہیں
جب تم ہو پیش چشم تو پھر میں کہیں نہیں
معشوق بھول جاتے ہیں اپنی نہیں نہیں
اب کوئی میرا دوست نہیں ہمیشہ نہیں
سچ پوچھئے تو اُس کو خدا پر یقین نہیں
نورِ جبین کہاں ہو جو داغِ جبین نہیں

اکبر ہمارے عہد کا اندر سے انقلاب

گویا وہ آسمان نہیں وہ زمین نہیں

یہ تماشے ہیں زیرِ زمیں تو کچھ نہیں
وہ یہ کہتے ہیں کہ دنیا ہی میں ہے سب کچھ حضور
کارِ دنیا شوق سے کرتے رہو اسے دوستو
اُن کا گھر اور اُن کی باتیں دیکھ کر کتنا پڑا

زندگی جیتک ہے سب کچھ ہے نہیں تو کچھ نہیں
میں یہ کہتا ہوں کہ لے حضرت میں تو کچھ نہیں
لیکن اسکے ساتھ بگڑا کارویں تو کچھ نہیں
قصرِ عالمِ شان ہے لیکن کہیں تو کچھ نہیں

<p>ان مدعوں کا طر عمل اکبر بہ شہادت دیتا ہے پیش کر دینا شکایت کا تو کچھ مشکل نہیں عاجقوں کی زیست کہیو تکرر شک آئے مجھے کیا طریق طالب و سیا کی جاب زرخ کروں قوم میں گو علم پہو سکے بھی ہواے زندگی</p>	<p>یڑھے کو کتابیں پڑھ لی ہیں مجھے یہ مگر کچھ خاک نہیں لیکن اُن کو رنج ہوگا بھگو کچھ حاصل نہیں زندگی کے بھی مڑے پھر موت سے عامل نہیں دل کو یہ جو جس میں سکوں ایسی کوئی منزل نہیں جاں کیا پیدا ہو جب دشمن سے کسیک دل نہیں</p>
<p>مشرقی تو سر دشمن کو کچل دیتے ہیں ناز کیا اس پر جو دلا ہے رما تے تہیں حضرت ہوش ہیں گو دل کے وفادار رفیق</p>	<p>مغربی اُس کی طبیعت کو مل دیتے ہیں مرد وہ ہیں حوزا تے کو بدل دیتے ہیں آپ کی یاد جو آتی ہے تو چل دیتے ہیں</p>
<p>تحت کے قاضی وہی تسلیم آنگے ہاتھ میں برق کی صورت پہونچتا ہے طالع ہر اثر ہلکو سایہ پر جنوں وہ دھوپ میں مصروب کا مصربا قی ہے نہ ہم میں نا بھی اعزاز ہے شج کی جانب کوئی جانا نہیں کہتے ہیں سب معمری رنگ و روش پر کیوں دائیں اب تلوہا حوت تر ہے ہیں آنگے دل میں علاقی اصول ع سا کر اچھے اچھوں کا لہا لیتے ہیں دل مصرب ایسا ہی رہا اہ ہے اگر مشرق یہی</p>	<p>ملک انکار ذق کی تقسیم اُن کے ہاتھ میں آگیا تار اسید و سیم اُن کے ہاتھ میں س پائے اپنا نظار سیم اُن کے ہاتھ میں سب کی ہے تذلیل اور تعظیم اُن کے ہاتھ میں سے فقط اب کو ثروت سیم اُن کے ہاتھ میں قوم اُن کے ہاتھ میں تعلیم اُن کے ہاتھ میں گو نہیں ہے دیں اسرار سیم اُن کے ہاتھ میں پس ساریت عوشنا و جسیم اُن کے ہاتھ میں ایک دیکھو کچھ ہے عدل اقلیم اُن کے ہاتھ میں گو اکب کی شہا صین رات کو دل کر نہیں سکتیں</p>
<p>دلیلیں غلطہ کو نور باطن کر نہیں سکتیں مصروہی چہر ہے اک تجربہ بھی رد گالی میں طلب کر دیں سے لے ہو نیچر جوش ہستی حماں کی ریتیں بہت رساں ہیں چشم عامل میں</p>	<p>تجھے یہ ڈگریاں نوڑھوں کا بس کر نہیں سکتیں صدائیں مرع کی کار موڑوں کر نہیں سکتیں مگر حق جو ہے مصطر دل کو ساکن کر نہیں سکتیں</p>

رنگ جہاں کے ساتھ کاش میری بھی ہو نہیں رہ
 وخت ریش شمع کو دیکھ کے یہ ہوا یقین
 کھلنے پہ آئی ہے کلی لبکوں کو بے بے کلی
 فکر مرا ہے کو بکو پہیلی ہے بات چار سو
 سینے میں کیوں خلش ہے یہ جان میں کیوں تلخ ہے یہ
 الفت زلفت قمر ہے حق میں ہمارے زہر ہے
 بھوسے میں مست ہے گل قیراں میں دسے گل
 سنبل تر پہ عجب ہے جلوہ شبنم لطیف

دیر شراب لالہ فام کیوں نہ ہو لالہ زار میں
 باد صبا کا ناچ ہو فتنہ سرا ہوں بلبلیں
 ہوا اثر سرور سے کیف میں ہو ہر ایک شے
 آنکھ کی ناتوانیاں حسن کی لمن ترانیاں
 عشق میں نفع ہے ضرر! شک کریں تو ہے گھر
 عشق ہو کس طرح نہاں لب پہ ہے غم کی آستان

یہ بہرہ میں فرسے وہ آنکھیں جو تیرے لئے غمناک نہیں
 یہ گناہ سرور سے ہے وہ دل جو تیرے لئے غمناک نہیں

اُس رخ پہ نظر کا شوق جو ہو آنکھوں کو تو اپنی تھکتے ہو
 رشتہ تو بتوں سے الفت کا قائم ہی ہے دل میں دستے
 ہے مستی عشق نصیب مجھے مشغول میں تباہوں دل سے
 صورت کی چراغیں جلوہ گری معنی سے ہے ہر گاہ خیری
 پائیں یہ نگاہیں لاکھ طرح خود اپنی مشاہد ہو سکیں

جیسے کل نسیم کی تہ گئی چاہ پیار میں
 خرمن خس بھی شربطے گلشن اعتبار میں
 سن تو ہے بجا پر عشق ہے انتظار میں
 آتی ہے کچھ جنوں کی بڑبڑاہوں کسے یار میں
 عقل کی سرنش ہے یہ دل کو رکھ اختیار میں
 بکسر بلا کی لہر ہے روح ہے انتشار میں
 سب کو ہے جیتوئے گل موسم خیز گوار میں
 زلفت پری کے تار ہیں گو ہر آبدار میں

کچھ تو فرا ہو زلیست کا کچھ تو کھلیں بہار میں
 شانوں کی گود میں ہوں گل وہ ہوں سکرکار میں
 دل میں ہوز فرسوں کی لے بول بجلیں ستار میں
 پھر بھی ہیں جانفشانیاں کو چہ انتظار میں
 یاں تو ہیں پارہ جگر لعل کے اعتبار میں
 کہنے میں اب نہیں زباں دل نہیں اختیار میں

سر سر وہ بھر افروز نہیں جسیں ترے در کی خاک نہیں
 سر سر وہ بھر افروز نہیں جسیں ترے در کی خاک نہیں

بے اسکے طہارت دل کی نہیں بے اسکے نگاہوں پاک نہیں
 رُنا رہی ہستی باقی ہے اس میں بھی مجھے کچھ پاک نہیں
 حاجت نہیں ہو کی میرے لئے انگور کی محکوتاں نہیں
 ہر کام تو انکے صاف بہت نیت کے گریہ پاک نہیں
 کیا اصل حقیقت ہو میری ادراک کو یہ ادراک نہیں

<p>آنکھی آنکھوں کی خطا کیا ٹو میں ہم الفت میں مست نکتیں کیں ہاتھ جوڑے سر قدم پر رکھ دیا</p>	<p>آپ ہم ایساں چھوڑیں تو یہ کا فر کیا کریں پھر بھی ہے تیوڑی چڑھی پر اب آکر کیا کریں</p>
<p>سکھیں مصول تھیں یہ کھلا حال دیر میں ہے ملک ادھر تو قحط زدہ اس طرف یہ وعظ ہیں شش میں شیش دیکھ کے خس میں فرنگ چھوٹا اگر میں گردشیں صبح سے تو کیا</p>	<p>اصول سرکٹ گئی نقطوں کے پھیر میں گستے وہ کھا کہ بیٹ کھرے یان سیر میں بچ بھی گئے توہم دہل انھیں آئے گا دیر میں اب پڑ گیا ہوں آپ کی باتوں کے پھیر میں</p>
<p>صبا بے دھڑکھل کے سمت ورق آئے میں خاک میں بھی اگر مل گیا تو کیا سید خیال ایسا فرمائے مری نسبت</p>	<p>گمزدہ کوئے معالیٰ روئے یار کہاں وہ استہا کہاں اور مرا عمار کہاں سھلا تصور کہاں اور یہ خاکسار کہاں</p>
<p>بھڑکی رات یوں سول میں حسرت قد پار میں دل ہے طول و مرقت قاست دے یار میں سو ذہاں ہے مرقت تنوع محال یار میں کیا میں خوشی سے ہوں سا کہ چہرہ یار میں موئے دے انقلاب چرخ کو عالم کو لے اٹھا پا پا ہوا ہے دہر کو دستمن اساطیر دل کر دیا ایسا زار و غشک منزلِ حقی نے مجھے آئی یہ سہاگ میں میرے یہاں دے آئے تم ستی عشق کا ذرا عادت باہر ہی میں ہے مہر کر مے آپ کے ذہ ہوا زباں یہ کیں تم تو ٹھٹھک کے دھوکے کو شام سے پرکے سو رہے سینے سے تیرے متصل شاید اسے قرار ہو</p>	<p>جیسے لحد میں ہو کوئی حشر کے انتظار میں بھاڑ میں حاکمیں سر و گل باگ لگے ہمار میں آگ سی ہے بجی ہوئی رشتہ جاں زار میں کوئی بلایاں کیوں پھنسنے دل ہو جو اختیار میں دزن مگر سبک رہو دیدہ اعتبار میں کھلتے ہیں کس گل مراد گلستِ رور کار میں حار جیسے گامدھ میں کیا میں ہی جھبا ہونکا میں لالہ و گل بہت کھلے دل نہ کھلا سار میں بادہ کستی کا لطف اگر ہے تو فقط سار میں بات تو ورنہ کچھ نہ جتنی سندہ خاکسار میں جاگا کیا میں صبح تک حسرت و انتظار میں گو مدد میرے دل کو بھی اپنے گلے کے ہار میں</p>

تو خود آنکو لکھ عینہ نکر انتظار کس
انھیں کیا عرض ہے ایسی کہ ترا مزاج پوچھیں

موسم گل میں صبا کو جو ہوئی ناچ کی دھن
یہ کلاک اپنے تھے سروں میں تو بجا کرتی ہے
مستہ سخی سے بھی آتی تھی خواتین کو شرم
کبھی دیکھی ترنگ زنگ یہ ہو کہ میں سائے جہان کو پیار کر لوں
مجھے پلاری اگرچہ پر جان نریں مگر لگنے سوا یہ غریز نہیں
کبھی غنچہ پر یہ کبھی شعلہ ہو یہ کبھی آئینہ پر کبھی قطرہ خوں

کھنکھنیل سے کبھی پیدا ہوئی کھنکھن کی دھن
مفت پیدا ہوئی ہے آپکو کیوں ولج کی دھن
ساز مغرب سے مگر ہو گئی اب ناچ کی دھن
کبھی طبع میں موج سہاٹی ہو یہ کہ خود اپنی خودی سے بھی جا کر لوں
وہ گھڑی بھی تو آئے کہ پاؤں انھیں اور انھیں سے اکو تار کر لوں
یہ ہر صفحہ دہر ہر دل کا جو زنگ اُسے کو نشی اپنی شکار کر لوں

فتنہ نہیں فساد نہیں شور و شر نہیں
مانا کہ ہر طرح سے میں بے اختیار ہوں
دانشیت سے بیزار ہے معلوم نہیں کیوں
اقرار و قایار نے ہر اک سے کیا ہے
ہنگامہ محشر کا تو مقصود ہے معلوم
جس سے دل رنجور کو پہنچی ہے اذیت
اے گل ترا نظارہ دل آویز ہے لیکن
افلاس میں مستی تو مجھے خوش نہیں آتی
انداز تو عشاق کے پائے نہیں جاسے

یال دن نہیں زمین نہیں اور زہ نہیں
پر یہ بتاؤ تم کو خدا کا بھی دُر نہیں
سینے میں نقش بار ہے معلوم نہیں کیوں
مجھ سے ہی سن نکار ہے معلوم نہیں کیوں
دہلی میں یہ دربار ہے معلوم نہیں کیوں
پھر اُسکا طلبگار ہے معلوم نہیں کیوں
پہلو میں ترے خار ہے معلوم نہیں کیوں
ساقی کو یہ اصرار ہے معلوم نہیں کیوں
اگر جگر افکار ہے معلوم نہیں کیوں

جینے پر تو جان اہل جہاں دیتے ہیں اکبر
پھر یہ تجھے دشوار ہے معلوم نہیں کیوں

بھولے پن سے پوچھتے ہیں تیری خاطر کیا کر س
میں کلک تر نع میں غلے کھڑے ہیں دم بخود
اس محل پر اندر دل ہم اُن پہ ظاہر کیا کریں
جب خدا ہی ہو گیا حاضر تو ناظر کیا کریں

جیادنی راتیں سارا پسی دکھاتی ہیں تو کیا	اے ترے چھکو تو لطف اے سہرا ملتا نہیں
موسیٰ دل کا کرے اظہار اکبر کس طرح	نقظ سوروں پہر کشف مد عالمیت نہیں
کس قدر بے بیس ال روروں ہوئے دہر ہے	لو سے کل کو داس ما و صا ملتا نہیں
بیس باطل سے ودے عشق کا ہو حامیہ	اہل طایر کے ملائے توحید اہل ملتا نہیں
دھونڈتے ہیں لوگ اس دنیا میں طیاں دل	کچھ بھی لیکیں دلخ حسرت کے سوا ملتا نہیں
جیل قحط کے گم ہوئے کا ہے اکبر کو ظم	آسائش عزت کا آس کو کچھ مرا ملتا نہیں
دل کی بہار دی ہے کچھ شکیں ہوتی تھی مگر	اب تو آس مظلوم کا بھی کچھ پتا ملتا نہیں
کیسی میری دہچھپ آئے جادو کا راہ طلب	کارواں کیسا کہ کوئی نقش یا ملتا نہیں
اُسکو ار باس طریقت میں کروں میں کیا شہد	آپ کی زلفوں سے حکما سلسلہ ملتا نہیں
حب کہا میں نے مراد مل چھکو واپس کیجئے	مارہ تو غنی سے وہ بولے کھو گیا ملتا نہیں
حب کہیں ملتا ہے کرتا ہے۔ ملے کا گلا	اور جو ملنے عاتاقوں مرد خدا ملتا نہیں
یوں کہوں آؤں اسنے لیکن اگر سچ یہ ہے	دل ہیں ملتا تو ملنے کا مرا ملتا نہیں
یہ اور کون ہو گا جو آئے ہمارے کام	ہو گے ترکب حال ہمارے۔ حب نہیں
دنیا کے انتظام پہ کبیر۔ ہو ملول	انصاف یہ نہیں ہے کہ با حاد سب نہیں
یہ نقظ نہیں ہے کافی کہ مرام راہ پوچھیں	مرے درد دل کو چھیں مری احتیاج پوچھیں
تھنا زمانہ کل ممانق ہے پوچھتا تھا براک	میں تو آنکھ دو دست سمجھوں کہ جو مملکت پوچھیں
صعب شیر ہی ہو گئی سے وہ حمال سے جو بڑی	وہ مال و جاہ و دھونڈیں وہ شخص تھاج پوچھیں
حرم ص ہے ہر لاج و ہی شرط مدد کی ہے	جو۔ چاہیں ایسا دنیا تو کوئی علاج پوچھیں

اتنی آزادی بھی غنیمت ہے
شیخ صاحب خدا سے ڈرتے ہوں
لن ترانی نہیں ہے مانعِ عشق
آپ کیا پوچھتے ہیں میرا مزاج

سائنس لیتا ہوں بات کرتا ہوں
میں تو انگریزوں ہی سے ڈرتا ہوں
میں ترے نام ہی پر مرتا ہوں
شکر اللہ کا ہے مرتا ہوں

یہ پڑا عیب مجھ میں ہے کہ
دل میں جو آئے کہ گذرتا ہوں

فلسفی کو بحث کے اندر حسد املتا نہیں
معرفت خالق کی عالم میں بہت دشوار ہے
غافلوں کے لطف کو کافی ہے دنیاوی خوشی
کشتی بول کی اتنی بجزرستی میں ہو خیر
غافلوں کو کیا ستاؤں و استانِ عشق یار
زندگانی کا مزا ملتا تھا جن کی بزم میں
صرف ظاہر ہو گیا سرمایہ زیب و صفا
پختہ طبعوں پر حوادث کا نہیں ہوتا اثر
شیخ صاحب برہمن سے لاکھ برتیں دوستی

دور کو سلجھا رہا ہے اور سہرا ملتا نہیں
شہر تن میں جبکہ خود اپنا پتا ملتا نہیں
عاقلوں کو بے غم عجبے مزا ملتا نہیں
نا خدا ملتے ہیں لیکن با حسد املتا نہیں
سوئے والے ملتے ہیں درو آشنا ملتا نہیں
اُن کی قبروں کا بھی اب مجھ کو پتا ملتا نہیں
کیا تعجب ہے جو باطن با صفا ملتا نہیں
کوہ ساروں میں نشانِ نقشِ پا ملتا نہیں
بے بھجن گائے تو مندر سے ٹکا ملتا نہیں

جس پر دل آیا ہے وہ شیریں ادا ملتا نہیں
لوگ کہتے ہیں کہ بدنامی سے بچنا چاہئے
اہل ظاہر جعفر چاہیں کریں بحث و جدال
چل بسے وہ دن کہ یاروں سے بھری تھی انجمن
مترلِ عشق و توکل منزلِ اعزاز ہے
بار تکلیفوں کا مجھ پر بارِ احساں سے ہے سہل

زندگی ہے تلخ جینے کا مزا ملتا نہیں
کمد و بے اس کے جوانی کا مزا ملتا نہیں
میں یہ سمجھا ہوں خود ہی میں تو خدا ملتا نہیں
ہاے افسوس آج صورت آشنا ملتا نہیں
شاہ سب بستے ہیں یاں کوئی گدا ملتا نہیں
شکر کی جا ہے اگر حاجت روا ملتا نہیں

ننگاہ پر یہاں کسے ہے مریدوں سے
فلک کے دور میں بارے میں باری اقبال
ہماری کوہ نور دی ہیں ہے سے معی
ہمیں جواب کرے کجا خیال ماروئے یار
سنائے حلت بادہ کا ہو گیا فتوے
لئے ہیں باتھ میں نام کھڑے چپ قاصد
اشارہ کرتی ہے ساتی کی چشم مست اکبر

ریہ سلوک میں واقع ہیں ہر مقام سے ہم
اگرچہ شاہ تھے بدتر ہیں اس ظلام سے ہم
کناں رکھتے ہیں ایک کلب جو حرام سے ہم
معرفہ پائیے اس تیغ بے نیام سے ہم
خدا نے فصل کیا بیج گئے حمام سے ہم
پتا ہے گھر کا واقع ہیں اُسکے نام سے ہم
کہ دو حواں کو ٹھلاتے ہیں ایک حمام سے ہم

چھڑی اٹھائی حوشی سے جلد سے اکبر
سفر میں رکھتے ہیں کام ٹیم ٹام سے ہم

دل مایوس میں وہ شور ستیں رہا ہیں تیں
مری تیاں بھی حرو ہیں اک میری ہستی کی
وہی یریاں ہیں اب بھی ہر احاطہ کے لکھائے میں
یہاں کی عورتوں کو علم کی پوئیں بیشک
تعلق دل کا کیا ہانی میں رکھوں رم دیا سے
ہوا ہوں اس قدر اسرہ رنگ باغ ہستی سے

انہیں اس قدر تھیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں
یہ ظاہر ہے کہ سو میں خارج از دریا نہیں ہوتیں
مگر شہزادہ محکوم پرشید اسپین تیں
مگر یہ جنہوں سے اپنے یوں نہیں ہوتیں
وہ دلکش صورتیں اب انہیں آراہیں تیں
سوائیں فصل گل کی بھی مشاطا فراہیں ہوتیں

قصا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتیں ہیں گواہیں مگر بیاہیں ہوتیں

ساقس لیتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں
اُن کا گھر چھوڑ کر کہاں جاؤں
ہوں اسیرِ تسلیمِ محسوس
محرہستی میں ہوں مثالِ حباب

یہ نہ سمجھیں کہ آہ کرتا ہوں
دل ہی کے ساتھ میں ٹھہرتا ہوں
نقصِ رآب ہی میں بھرتا ہوں
مٹ ہی جاتا ہوں جب ابھرتا ہوں

انہی خواہش مری نسبت جو کچھ ہو وہ حساب نہیں
اُن کے مصیبت و جہازوں کی مددگار ہے آگ

میں تو کرتا ہوں علانیں نصارا اسلام
میری ٹوٹی ہوئی کشتی کا سہارا اسلام

خوف حق الفت احمد کو نہ چھوڑا سے اکبر
منحصر ہے انھیں دو لفظوں پہ سارا اسلام

قرار نہیں ذرا بھی مجھے یہ کیسی حیا کو تو صنم
فراق کی شب نہوگی سحرِ جل سے کہو آئے ادھر
خوشیاں بھی ہوئی الم بھی ہوا مرنے بھی ملے تم بھی سے

اٹھو بھی بس اب کرو نہ غضب کئی شب خدا کی قسم
عذاب میں ہوں نجات ملے کائنات کا سہو نہیں تم
بھل چکی دل کی ساری ہوس نظر میں ہے اب سوا عدم

ہوئے ہیں مست سے عاشقی کے جام سے ہم
نہیں کوئی شب تار فراق میں دن سوز
زمانہ بیکو نہ ملے یہ ملائے حسیں جے
خوشی بہت ہے جہاں میں ہمارے گھر نہ سہی
خوشامدی کو مبارک ہو رات دن چکر
اخیر عمر میں آیا ہمیں خیالِ مال
گناہ کیا جو کہیں ہم بھی اسلام علیک
ہمیں ہے یاد وہ عہدِ الست اسے فافل
چلا ہے فلسفہ لیکر ہمیں سوئے ظلمات
خیالِ یار میں ابجھا ہوا ہے تارِ نفس
جہیں کے عشق سے آخرِ نیکی نہ جان اپنی
اگر وہ کہتے ہیں اُلی تو ہم کہیں گے یہی
ملا نہ امنِ شبستان دھرم میں دم بھر
اب اور چاہئے نیٹو کے واسطے کیا بات

خوشا نصیب چھٹے عاقلی کے دام سے ہم
خوش شمع ہے خود جل رہے ہیں شام سے ہم
عجبت ہے خوش ہوجا ایسے نشان و نام سے ہم
ملول کیوں رہیں دنیا کے انتظام سے ہم
یہاں تو رکھتے ہیں بس کام اپنے کام سے ہم
بہت دنوں میں ہے وقت اپنے کام سے ہم
کہ بھٹک اٹھاتے ہیں اس بیت کی رام رام سے ہم
بہل سکیں گے نہ دنیا کی دھوم دھام سے ہم
بہت ہی تنگ ہیں اس سب بے لگام سے ہم
کبھی نہ ہونگے رہا عاشقی کے دام سے ہم
تمام ہو گئے اس ماہِ تہام سے ہم
ضرور کیا ہے کریں بحث جا کے آم سے ہم
چراغِ صبح رہے اس جہاں میں شام سے ہم
یہی بہت ہے مشرق ہوئے سلام سے ہم

مسطق بھی تو اک چیرے سے اے قلم و کلمہ
افلاک تو اس عمدہ یعنی ثبات پر ہے عدم
کچھ صحت و حرفت پر بھی لازم ہے تو وہ
مرا بھی ضروری سے عدم بھی ہے کوئی چیز

دے سکتی ہے کام آپ کی واللہ کہاں تک
اب کیا کموں بتاتی ہے مری آہ کہاں تک
آخر یہ گور مست سے تھوڑا کہاں تک
اے حرص کے بند و سوس جاہ کمال تک

تمہیں کے لائق تر اس پر شکر ہے کب
احباب کریں نرم میں اب واہ کہاں تک

مل گیا شرع سے شراب کا رنگ
جلد یے فیج مسح سے پہلے
یائی ہے تھے چاند سی صورت
مسح کو آپ ہیں گلاب کا پھول
لاکھ جاییں سفار میں اس پر
نکھنکی سدہ گئی ہے نوڑھوں کی
حوش آتا ہے ہوش جاتا ہے

عوب بلا عرض حباب کا رنگ
اڑ چلا تھا ذرا حباب کا رنگ
آسمانی رہے نقاب کا رنگ
دو چہرہ کوئے آفتاب کا رنگ
دیدنی ہے ترے نقاب کا رنگ
دیدنی ہے ترے نقاب کا رنگ
دیدنی ہے ترے نقاب کا رنگ

رد عالی مقام ہے کب
بڑے قہوی کی اور شراب کا رنگ

عزیزین وطن سو میں سول سروس سے کیا حاصل
یہ سحر چشم ماناں ہے نہ لطف و غم نہ ساقی

ایکادوں میں ہو بیگانہ سو کر اس سے کیا حاصل
تو تھیر صحن چمن میں دیدہ و برگس سے کیا حاصل

نہ ہوا دراک حلق کا۔ ابھرے شوق طاعت کا
تو ایسے دہن سے اکبر اور ایسے جس سے کیا حاصل

ہے مگر بیوقوف نظر عرش کا تارا اسلام
خدا نکھر رہے ہر سیم میں پایا اسلام

گو چکا جو دم کا عالم ہے ہی روشنی میں
رحمت کمر سے اللہ پچائے سب کو

نگاہ اُس بت سے دیں کی ہے شراب فروش
کما جو اُس نے کہ اب میں پھڑوں گا بے پردہ

اہل مذہب میں زیادہ تر بے بس لفظی نزاع
ایک بے پیروں کا قایل ایک کو انکار ہے
علم اگر ہوتا زیادہ اور ہوتی حسرت کم

شیخ نائل ہو سے ہیں ساغر و مینا کی طرف
میں پھنسانے لگا کیوں دام بلا میں دل کو
دوستوں نے انہیں حسرت کو خیر سمجھا ہے
جوش گریہ ہے یہ کیوں موسم پیری میں مجھے

گنتی میں زیادہ نہیں ہے قول مرا ایک
مثابرت کے قائل نے بھی خالق کو کہا ایک
کہتے ہو مسلمان ہیں اللہ کے طالب
اللہ کی جانب مستوجہ رہیں احباب
یا رب رہے جمعیت مسلم یو نہیں قائم

پہونچی نگاہ عقل رسا دور دور تک
چارہ منے الست سے ایسی تھی بے خودی

کھنچی ہے ہمیر اُس سفاک کی تیج ستم اب تک
ملت کو جو دیکھو تو نہیں حامی دیں ایک

دل تم نے لیا دین لیا مال نہ چھوڑا
ہر ایک کو دو تم نے کیا تیج ستم سے
کیا جانے سید تھے حق آگاہ کہاں تک

عیب نہیں مجھے مستی کرے شہ باب فروش
منہ اُڑکا دیکھ کے بس رہ گئے نقارہ فروش

ایک ہی مالک جہاں کا ہے تو پھر کسی نزاع
سب نزاعوں میں ہے تو بس یہی اچھی نزاع
صلح رہتی بیشتر لوگوں میں کم ہوتی نزاع

برکتیں نشہ کی لائیں گی کلیسا کی طمس
خود کھنچا جاتا ہے اُس زلف چلیپا کی طمس
اچھی چالیں تو لے جاتی ہیں اعدا کی طمس
لوگ جاڑوں میں تو کم جاتے ہیں دریا کی طمس

بے خوف میں کہتا ہوں اُسے یعنی خدا ایک
تھی تیں پر سوئی مری ہمیت سے بجا ایک
دس پانچ نہیں جھکو دکھا دو تو بھلا ایک
صفت ہو گی شکستہ جو کہیں رخ نہ رہا ایک
رخ ایک رسول ایک کتاب ایک خدا ایک

لیکن نہ جاسکی کبھی اوج حضور تک
ہستی کا اپنے جس نہوار فتح حضور تک

یہ کیا سچ ہے کہ ان زخموں پہ بھی نہ رہیں ہم اب تک
قوت کو جو پوچھو کہیں دو دل بھی نہیں ایک

باقی ہے مرے پاس فقط جانِ خریں ایک
اب رہ گئے ہو عرصہ ہستی میں تمہیں ایک
سمجھ نہ کہ سیدھی ہے مری راہ کہاں تک

<p>حب مانتے ہو تم کہ خدا بھی ہے کوئی چیر و اخلاص کے کہا وہ خدا بھی ہے کوئی چیر کہتا ہے مصلح کہ دوا کا لیس اثر دیکھ پہاں ہیں جو حتی و قصور میں کسالات کھلتے ہوئے عقدے نظر آتے ہیں ہزاروں میاحتہ آتی ہے مصیبت میں یہ لب پر</p>	<p>بیر کیوں ہیں کہتے کہ دعا بھی ہے کوئی چیر اس مت کے کما میری ادا بھی ہے کوئی چیر فریادزباں ہے کہ مرا بھی ہے کوئی چیز لیکن اثر لفظ و حسد بھی ہے کوئی چیر معلوم ہوا اعتدہ کتا بھی ہے کوئی چیز فطرت ہی کی حاسد دعا بھی ہے کوئی چیر</p>
---	---

معنی کو ضرورت نہیں اہل ظلم کو کسب
 سب مانتے ہیں جس خدا بھی ہے کوئی چیز

<p>کم س ہوا بھی محسوس دنیا کا نہیں سے تم میر سدا راست جو آج نہیں کسب ہم مصالحت وقت کے مسکر نہیں کسب میں نے کہا کیوں لاش پہ آقا کی ہے مرقا کتنے کہا ہو یہ حالت کہ تعصب</p>	<p>تم خود ہی سمجھ لو گے خدا بھی ہے کوئی چیز ایمان کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیر لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ فابھی ہے کوئی چیر ہو مل کی طرف حاکم خدا بھی ہے کوئی چیر لیکن مرے نزدیک وہ فابھی ہے کوئی چیر</p>
---	--

<p>طبع کرتی ہے ترے عشق کی تائید ہونز قصہ شوق کو چھڑا ہے ارل سے دل لے روشنی ہوئی ہے دل کو یہ طبیعت کو آنکار اور کچھ اس کے سوا کر نہیں سکتے ماصح کس قدر حار تھے سید کے وہ اجڑاے روارم</p>	<p>اں حقاؤں پہ بھی ٹوٹی نہیں امید ہونز حاسے پر مگر آئی ہیں تہیں تہید ہونز پھر بھی سالار کئے جاتے ہیں ہم عید ہونز اس جلی ماتی ہے تسلیم کی تاکید ہونز علماء سے ہے ہیں قوم کی تسرید ہونز</p>
---	---

دل قوت سے ہے غالب و دیر اس کسب
 ہاں زباں پر ہے مگر کسب کی تردید ہونز

<p>غم ماناں سے میں کرے کا نہیں جان عزیز</p>	<p>ہے سوا جان سے بھی محکوم یہ صمان عزیز</p>
---	---

نخایاں میں ترسے دامن کی بلیں کیشاں ہو کر
 ہوا زرد الفتِ مگروں میں زار و ناتواں ہو کر
 مری نسبت یہ فرماتے ہیں واعظ بدگماں ہو کر
 بہارِ عمر جب آخر ہوئی واپس نہیں آتی
 زبانیں بکھیتی ہیں آفتِ تقریر کو چپ ہیں
 ایچمارا اسقدر اس عہد میں روشن خیالوں نے
 بنی آدم میں اتنے مہرِ طلعت ہو گئے پیدا
 دکھا کر ابرو و مژگاں نظر ان کی یہ کہتی ہے
 بٹھار کھا ہے اُس نامہرباں نے منتظر کر کے
 تسلیتِ طبع تیز و تند و رنگیں و نشاطِ اسدرا

کیا افسردہ نافموں نے مجھ کو ہنشیں ہو کر
 ہجومِ یاس نے مطلق جگہ باقی نہیں رکھی

سہرِ لحظہ دیکھتا ہوں زمانے کی شان اور
 دل اُس بتِ فرنگ سے ملنے کی شکل کیا
 کیونکر زبان ملائے کی حسرتِ بیاں کروں

اب شغلِ زندگی کے ہیں قانون ہی کچھ اور
 وہ جادوئے سخن ہے نہ وہ رنگِ انجمن

میلِ نظر ہے زلفِ مسک کجکلاہ پر
 اچھا ہوا مقابلہ برقِ حسن و عشق

یا شبیدِ جلوہ ساقی ہو یا میخانہ چھوڑ
 دین نبھنے کا نہیں ان صورتوں کے سامنے

اس مجلس کی زمیں اے ماہِ چمکی آسماں ہو کر
 مرے باغِ جوانی میں بہار آئی خزاں ہو کر
 قیامت ڈھائیگا جنت میں یہ بوڑھا جوان ہو کر
 درختِ اچھے کہ پھلتے ہیں نئے سر سے جوان ہو کر
 زگا ہیں داستانیں کہہ رہی ہیں بے زباں ہو کر
 کہ چل نکلی زمیں قائم مقامِ آسماں ہو کر
 کہ چل نکلی زمیں قائم مقامِ آسماں ہو کر
 کسی سے کیوں تھکیں ہم صاحبِ تیغ و سناں ہو کر
 خدا سے ہے مجھے امید اٹھالے مہرباں ہو کر
 تمہیں سی ہو گئی ہے دخترِ ز بھی جاں ہو کر

طبیعتِ مرگ گئی افسوس معنی آفسریں ہو کر
 تمنا پھر گئی آخرِ درِ دل سے حڑیں ہو کر

گویاڑ میں اور ہے اور آسمان اور
 میرا طریق اور ہے اُس کی ہے شان اور
 اُس کی زبان اور ہے میری زبان اور

کیسی غزل یہاں تو ہے مضمون ہی کچھ اور
 تہذیبِ مغربی کے ہیں افسون ہی کچھ اور

سونا چڑھا رہا ہوں میں تارِ نگاہ پر
 ان کو ہنسی جو آگئی عاشق کی آہ پر

ہوش کی پردہ اندہ کر یا شیشہ و پیانہ چھوڑ
 یاہن زقار اکبر یادِ ربّت خانہ چھوڑ

پڑا ہے آسمان بھی تیرے در پر استیاں ہو کر
 ہو سے وہ اور بھی طالع مرید آسمان ہو کر
 عنادل نے چھائی دھوم سرگرم فضاں ہو کر
 چلی مستانہ ویش باد صاہب رستاں ہو کر
 ترانے گانے مرعاب چس نے تباہ ماں ہو کر
 ویش کلیاں شگفتہ دست رنگیں تباں ہو کر
 کسی نے یا من ہو کر کسی نے ابرو ادا نہ ہو کر
 صدائے نغمہ نعل اکبھی مانک اداں ہو کر
 ہوئی قطع میں معروف ہر پتی رماں ہو کر
 خدا سر سر رکھے اس جس کو مہر ماں ہو کر

اسی سے آنکھ لایہ بند تیرے ابرو کی
 میں پھینکا یا تلاش پیر کی دیکھ صلاح اُن کو
 سہارا آئی کھلے نعل ریسو صحن ہستاں ہو کر
 بچھا فرش بر مراد استقام سرہ تر میں
 عروج رخت و نمنا سے ڈالیاں ہمو میں
 ملائیں شاپ جگل کی لیں لیسیم صبح نکا ہی نے
 حواتیاں چس نے اپنا اپنا رنگ دکھلایا
 کیا پھولوں نے شمع سے دھو صحن گلستاں میں
 ہوئے شوق میں شامیں چھلکیں حلق کے سجدے کو
 زباں پر گل نعل نے کی دغا رنگیں عبارت میں

نگاہیں کالموں پر پڑی جاتی ہیں دماغ کی
 کہیں چھپتا ہے اکبر بچل تہ نہیں سال ہو کر

جس میں ہے نعل صلی ہے تیر ہی داستان ہو کر
 عشت بخت ہے مصلو میں ہم جو میاں ہو کر
 یہ فطرت خود سے گی صد سرگرم معاں ہو کر
 تو ساری کائنات از گناہے گرد کار و الہ ہو کر
 کہ جو دھوکہ مشکل تھا جیہاں راز داں ہو کر
 اعلیٰ سے حاس انھیں کو آتی ہے آرام جاں ہو کر
 ولی بننے مرید حضرت یہ سیر معن ال ہو کر
 چلچل ہو کے وضعت آئے جس میں مہیاں ہو کر
 کہ تا افشاہ کر دے راز ہستی راز داں ہو کر

سہلائی ہے اک آئینہ معنی نشاں ہو کر
 خود شہی میں جمال شاد و معنی طہر آیا
 قیامت کیا ہے خلقت کو دھیر آما حدائی ہو کر
 حور و معرفت میں کار و الہ دل قدم رکھے
 کیا ایجا اھوں نے دایر معور کو کھینچا
 تری نوقت میں ساری ہر چہ تکلیف اٹھاتے ہیں
 اشارہ زباں خشک سے ہے دستر ز کا
 عجب کیا ہے عدد و نون میں یہی شہی کے دنیا میں
 الگ کہتی ہے فطرت ہوش کو لایے مواقع پر

<p>پھر قسمت ہوا کی آپ کی زلفوں کے صدقے میں یوں گے خسرو تسلیم دل شیریں زباں ہو کر دلوں کا قرب حاصل کیجئے راحت رساں ہو کر غریبوں سے لپٹ جاتی ہے دنیا فکراں ہو کر پئے ضعیف محبت عقل مذہب میں ہوئی داخل مجال گفتگو کس کو فنا کا جب سپام آیا کسی نے خوب فرمایا اک اسلامی کمیٹی میں کرم تھا دوستوں پر علم ایام گذشتہ میں جودا شہد ہیں وہ یوں دعا دیتے ہیں لڑکوں کو جوانی کی دعا لڑکوں کو ناحق لوگ دیتے ہیں پھنسا یا جھوٹی باتوں سے مجھے دنیا نے غفلت میں تمہیں اوج و قسلی کا مزا مجھ کو تواضع کا بدی طینت کی چھپ سکتی نہیں شیریں زبانی سے زبیں کی طرح جس نے عاجزی و خاکساری کی</p>	<p>پریشاں ہو کے اٹھی تھی چلی غیر فشان ہو کر جہانگیری کرے گی یہ ادا فز جہاں ہو کر نفس نے سینہ میں جا پائی ہے آرام جاں ہو کر امیروں کے مقابل ہوتی ہے حسن ثبات ہو کر بنی وجہ عناد احسن نصیب دشمنان ہو کر ہوئی خاموش آخر شمع بھی آتش زباں ہو کر نمازی ہیں نثار ورہ گئی خالی اذان ہو کر ستم ہے اس زمانے میں نصیب دشمنان ہو کر نہو مکار پیری میں نہ ہو عاشق جواں ہو کر یہی لڑکے مٹاتے ہیں جوانی کو جواں ہو کر سلایا جھک اس مکار نے افسانہ خواں ہو کر یہاں تو خاکساری ہے رہو تم آسماں ہو کر دل اچھا ہو تو نبھ جاتی ہے شاید بزباں ہو کر خدا کی رحمتوں نے اسکو ڈھانکا آسماں ہو کر</p>
---	---

ضعیفی زور پر آئی ہو بے بدست و پا اکبر
کیا بچوں سے بدتر ہم کو پیری نے جواں ہو کر

<p>روش ہو رہا نہ ساتھ اسکے تواضع بھی خیال عزت مجنوں نہ چھوڑے ان مجنوں نگین بے بہا تھا دل ضرورت تھی حفاظت کی مری زردی رخ کا ذکر ہے لہاے جاناں پر بلندی مراتب سے تلون ہو گیا پیدا</p>	<p>چلو تم مثل تیرا کبر جھکو لیکن کہاں ہو کر نہیں ہے ہوش اسکو تو لڑ جادھیاں ہو کر ترا نقش قصیر اس میں بیٹھا پا سب ہو کر مزا دیکھو کہ حلے میں تیرا ہوں رنڈاں ہو کر بدلتے ہیں ہزاروں رنگ بے آسماں ہو کر</p>
---	--

دی علم مصطفیٰ ہو ہے سما می نعت
انسان اگر معرفت حق سے ہو حاصل
مخلوق الہی میں عمل پر غور نظر کر
ہر حال میں ہے دل کے لئے حافظ و ناصر
یہ ہے کہ جھکا تا ہے مخالفت کی بھی گردن
سن لے جو توجہ سے زرگوں کی نصیحت

خدا نے عقل کی نعمت عطا کی مہرباں ہو کر
کھلیں وہ شرمیلیں آنکھیں شب و صبح زمانہ کر
کمال اس نام کیسوں تھا یا کچھ نقص تھا دل میں
عقل اگر قسمت تصدیق سعدی باب اس گل کو
تراقد دیکھ کر اسے گل میں تھک سروسبھا تھا
محمی سے سب یہ کہتے ہیں کہ نیچی کے نظر ابھی
جھکا یا ہے جس کو آستان یار پر میں نے
کمال کی محبت عایت ہے مہایت مہربانی ہے

اگر اللہ دیتا قوت گفتار شمعوں کو
ہوا سے نفس سے ہو کر انگشت میں مر جانا
محال گفتگو کس کو ہے اس کے جس کے آگے
قریب حتم تھی مجلس کہ آنکھ ادرود بھی
یہ ارشاد آپ کا ناگل جو ہے حسرت و احفظ
نگاہیں مل گئیں تھیں میری آنکھیں بات محفل میں
سنت مشکل ہوا ہے حتم کرنا مجھ کو ماسے کا

ارماں ہیں کوئی اسل ارماں سے بہتر
کیا حکم کہ مہم ہیں اس ارماں سے بہتر
انسان سے مدد ہے نہ انسان سے بہتر
دولت کوئی ممکن نہیں ایمان سے بہتر
سن لو کہ کوئی شے نہیں احسان سے بہتر
پھر کہاں جو اہر نہیں اس کاں سے بہتر

ادا سے شکر کر دیا احسن تہاں ہو کر
محنت کی نظر سے دی احاطت محکوماں ہو کر
پھنسا آخر یہ کیونکر طائر عرش آشیان ہو کر
چھلے یوں نے لانے میں گلستاں ہوتاں ہو کر
مگر تو سرو سے بھی ٹرہ گیا آخر واں ہو کر
کوئی اتنے نہیں کستا نہ نکلویں عیاں ہو کر
سعادت ہے اگر بجائے سنگ آستاں ہو کر
کہیں آئیں محلے میں اہیں حالیاں ہو کر

نوداد بہت پر واہ و تین یکسراں ہو کر
وہ حالت ہے کردہ جاتی ہے زندہ وستان ہو کر
لہا نہیں نہ کر دین ان توں نے بے زبان ہو کر
غرض واعظ کی محنت رہ گئی سب راہیں ہو کر
مگر میں کیا کہوں کچھ بہت نہیں چڑتی جاں ہو کر
یہ دنیا ہے جس اتنی بات پھیلی داستان ہو کر
وہ شوق ہے رکتا نہیں خامہ رواں ہو کر

بلبل کی شاخ گل کی نمو پر نگاہ ہو
پھیکا ہے رنگ نے تے عارض کے سامنے
منظور مدح حسن ہے ہو یا نہ ہو کسر
بند نقاب یا نہ دھتے ہیں مجھ کو دیکھ کر
چل پھرتے انجی آنکھوں کی جھکو لبھا لیا
اُس باوقا کو حشر کا دن ہو گا روز وصل
ہے نشہ غم و ریزہ زائد خراب تر
اکثر مرے عزیز نئی روستی میں ہیں
بجلی کو ہاتھ آگیا تیری ہنسی کا طرز
گو حافظے کو یاد نہ ہو قصہ ازل
گر سی نہیں ہے عرش تو پھر کیا یہ فخر و تاز

نظر آن کی رہی کالج میں بس علمی خواہ پر
بس اصل کار دیں تو صرف تسبیح و قناعت ہے
بہت ہی کم پائے اپنے عارف کلام باری نے ہم پر
اثر یہ تھا عیسوی نفس کا کہ زندہ ہوتا تھا جسم سچاں
جو صنعت پوشیدہ دین میں تھا عیاں ہوا وہ تیر عمل سے

میری نظر ہے تاک ہی کے دار بست پر
مستی ہے خود شاعر تر نے حسن مست پر
موقوف شاعری نہیں اس نیست بہت پر
اہل نظر کا صداد ہے اس بند و بست پر
کیونکر نہ پیار آئے غزالوں کی جست پر
قائم رہا جو دہریں عہد الست پر
پھر کیا میں اعتراض کروں مے پرست پر
رحمت خدا کی چاہوں گا اب مے پرست پر
غنجوں کو رشک کیوں نہو اس تیر دست پر
ہم تو جھے ہوئے ہیں مقرر الست پر
کیوں مقرر ہو فرش زمیں کی نشست پر

گرا کیس چکے چکے جب لیاں دینی عقائد
عوام الناس باہم جنگ کرتے ہیں زوائد پر
سے سے بگڑا ہے سچ جو پوچھو عربک مذہب عجم کی اگر
یہاں تو ہم مر رہے ہیں لیکن زبان ترسا کے دم میں اگر
زبان اعظا میں تھی جو طاقت چھپی تھی میرے قلم میں اگر

جو شوق مستی ہو دل کے اندر تو آپ سنئے کلام اکبر
اگر ہو ذوق شراب ساغر تو پیچھے بزم جم میں آکر

جس نے ابھارا خلق کو طاغوت کردگار پر
شاہ و وزیر کے تو نام دب گئے ہنسی کے ساتھ
مفتویٰ تو طبع کے تمہیں شیطان سے بہتر

نقش اُسی کارہ گیا صفحہ روزگار پر
سکہ نام انبیا۔ اب بھی ہے ہر دیار پر
ہادی نہ ملے گا کوئی قرآن سے بہتر

شام ماں معطل بہرہ اسے
مکھ پھول میں واغیا صبا ہیں
یہ ترزدہ اہل عالم کو سدا دو
خدا کے گھر سے ہے اہماق اسکو
دود اس پر ملا یک بھیجتے ہیں
ہوئی رائل جہاں سے ظلمت کفر
ہوئے ولد و زریہ العت حق
منورہ و عدت سے ہوا دل

نہ سہ سو داسے گیسوئے محمد
کہ بھیلا تے پھریں لوئے محمد
بھری رحمت سے ہے حوسئے محمد
یہ دیکھو رخصت کوئے محمد
تو جسہ حس کی ہو سوسئے محمد
پڑا جب پر تور و سئے محمد
کبھی جب توس ابرہئے محمد
سشار پر تور و سئے محمد

خدا کا پیار ہے اس دل پہ کبیر
کشت حس دل کی ہے سوسئے محمد

آتا ہے وجد مجھ کو سہریں کی ادایہ
اسے برس کہوں گا پر حس کو میں مائی
پڑنا سے آتے جاتے شاید مجھ کو سلطان

مسجد میں ماچتا ہوں ناقوس کی صدا یر
موقوف کچھ نہیں ہے گنگا و دریا یر
حواہ سے الگ ہے افسوس اس گلاب یر

مجھے ہمیشہ ملا کیا انھیں حال دل سنا کر
مری زندگی ہو کیونکر جو توجیبہ ہو مجھ سے
مرا یا ر مست ہیں ہے حوش ادا سے ناز میں ہے
کرہ شوق سے محبت مگر ایک بات سن لو
تظار آیا جاو مجھ کا تو چپک گئے ستارے

وہ کہ آئے سہاری ماقیم مرے ہنسوں سے حکر
ہو متوق اگر دعا کا تو میں حوش ہوں تو جفا کر
مگر اس کا کم نہیں ہے کہ جوں گا اسکو پا کر
کسی اور کام کے پھر نہ رہو گے دل رنکار
شب ماہ بھی نہ ملے گی جو تو نکلا جھلکار

موقوف کچھ نہیں ہے نقطہ سے پرست پر
عزت ملی ہے شرکت کو اسل کی سنجھ کو
رند ان پختہ کار کو موسم کی قید کیا

راہ کو بھی ہے وجد تری چست مست یر
حازو ملا گیا ہے رخ قامت مست پر
موقوف میکشی نہیں ماہ اگست پر

نہ بھول اِنَّا مَعَ الْقَوْمِ النَّاصِرِ اُسے کب سیر
خدا سکون بھی دینگا اس اضطرار کے بعد

مذاق در دہے دل کو مرے ہے آہ پسند
خدا کا شکر دیا اُس نے مجھ کو یوسف لب
محلِ طعن نہیں ہے ہمارا ہی سے خواری
یہ بے اصولی و فقر نشِ بُری ہے سالک کو
نہ خلق سر کا ہے سودا مجھے نہ تیسیر تھکا
خدا پر سرت بنائے گا کیا وہ لسطہ سحر
گناہِ سخت بتوں سے ہے مدعا طلبی
فلاسفی کو ہے مرغوب طبع الا اللہ
رہا رسول کا درجہ سو وہ تو ہے قائلون
اب اس کے آگے ہے جو کچھ گروہ ہندی ہے

ق

لمحداں را ہمہ اوصاف و ثنا بخوانند
تغیرت دین بہ فروشد بہ یک غمزدہ کفر
روح خود را جو سپردی بہ غلامیِ حریت
پستہ و صغے کہ خدا عقل و تمیزش داد ات
ور و ایں نعمہ حاقظ کن و خوش باش اکبر
اسے گدایانِ خرابات خدا یا رشتا رست

دل لے چل میں سوئے محمد
شبِ عاشق میں گیسوئے محمد
چمنِ قرآن ہے ہر نقطہ اس کا ہے گل

عجب نہیں اسے کر لے تیری نگاہ پسند
کسے نصیب یہ علو اسے بادشاہ پسند
ہنر کے حکم میں ہے عریب بادشاہ پسند
خدا کے واسطے تم کر لو ایک راہ پسند
بتوں سے گو کہ میں کرتا ہوں سہم و راہ پسند
کرے جو طبع کو سب قید و رگتہ پسند
غضب یہ ہے کہ مجھے ہے یہی گناہ پسند
طریقِ شیفان کو ہے لا الہ الا پسند
کرے حریت اُسے ناپسند خواہ پسند
ہر اک کو اپنی ہی نسبت ہے واہ واہ پسند

مومنوں را بجز ارشد بہ دشنامے چند
چشم پوشند ز ملت پئے خود کاے چند
چہ کنی ناز بہ نامے وہ حسد اے چند
قد مے ہم نہ نمد در رہ ایں خانے چند
ہاں تو از بادہ شیراز بن جاے چند
چشم انعام دار یدنا افساے چند

دکھادے جنت کوئے محمد
خدا کا نوبے روئے محمد
نہان ہر گل میں ہے جوئے محمد

<p>اطار مدعائیں کروں گا اسی طرح چاہوں گا تختِ لہیہ۔ ریادہ بٹھاؤں گا</p>	<p>وہ پیش آئیں ابھی طسرح بائری طرح قترب لاسے بھی تو حسرت کسی طرح</p>
<p>دل ہو وہاں پسند نظر ہو حیا پسند توڑوں پتیرے بھوسے لگتی ہے شاخ گل</p>	<p>جس جس میں یہ دھب ہو وہ سے عدلیہ سید بے حیرانچ مجھے اسے صا پسند</p>
<p>پھلتی ہے ارض آفتاب کے گرد نہیں نلتا ہزار اسے ٹالو شعلہ رویوں میں گھو میں سوختہ دل کوں سستی مری سبھا لے لے</p>	<p>مندہ چکر میں ہے حباب کے گرد عشق بہ بتلای ہے تباب کے گرد آنچ لگتی رہے کباب کے گرد میں تو جاتا نہیں شراب کے گرد</p>
<p>وقت سہار گل دلم از ہوس دور بود سیکھت دوش تھہ شوق زبان دل بک جلوہ کز صورت یہ داند سو نعم خوش بود آن اں جوی از خود خبر داشت یکسا حبت صوری او آہیں گلاست سیدل مشو بگفتہ مستکر کہ اوز ہل</p>	<p>سودہ نیم دستن شمع شعور بود ہر خوت او حکایت موسی و طور بود آرے میں علاج دل ناصور بود ہوشم سحاب بود دلم در حضور بود میں عمر بودم او ہمہ ناز و محو بود وہیش گفتہ امیہ بحیثم تو نور بود</p>
<p>اکبر میثب یسیر سال کردا عترات غوغا سے من۔ طلق ہمہ مکرو زور بود</p>	
<p>گند شہد آں قدر پلاں دھڑ سید اسے اکبر فسردگی ہوئی پیدا اس اقتدار کے بعد کہا جو میں سے کڑل چاہتا ہے بیا کروں بہت ہی بکڑے وہ کل مجھے پہلے بھر گرا شباب خواب آئینہ میں کیا دیکھوں</p>	<p>کہ آں مرحوم اکوں در شمع شمع می آید ہزار حیف کہ فالج گرا سحر کے بعد تو مسکرا کے وہ کہنے لگے کہ بیا کے بعد خوش ہو گئے آکر کوئین چار کے بعد وہ مطلب ہی در بلاش میں سہار کے بعد</p>

حسن میں کب ہے قمر کو تری مانند ثبات
 نہ یہ جنبش ہے نہ یہ نوک پلک ہے اُس میں
 کم بضاعت کو جو یک ذرہ بھی ہوتا ہے فروغ
 دل کی سیلان یقینی ہے سخن میں جو ہو وزن
 کیا کہوں شوق شہادت کو میں تجھ سے قاتل
 خالی از لطف نہیں آکھ چہ انا اُن کا
 گلشن عشق میں ہے اشک اگر جو ہے رواں
 ہنر میں میں ترا مضمون ہے مطلوب ہے دوست
 نیچی نظروں سے مرے دل کو وہ کرتے ہیں شہید
 فرحت انگیز تو ہے ولو نہ انگیز نہیں
 رنگ گل سے بھی بوشوق ہے تو رنگ میں یار
 ہمسرا اس طرہ مشکین کی نہیں کوئی بلا
 ٹکڑے میرے دل روشن کے جو دیکھا تو کہا
 جام سے غیر کو دو میں نہ کروں گاشکوہ
 سر جھکا۔ فکر میں بیٹھ۔ اپنی حقیقت کھل جائے
 رشک آتا ہے جو تکیے پہ وہ سر رکھتے ہیں
 نام کر جاتے ہیں دنیا میں جو خوش قسمت ہیں
 واعظا تیری بال ہر بے مذمت سے کی
 ہوا اشاروں کا اگر اہل نظر کے تابع

کبھی عارض کی طرح ہے کبھی ابرو کی طرح
 قطع میں گو ہے ہلال آپ کے ابرو کی طرح
 خود نہائی کو وہ اڑ چلتا ہے جگنو کی طرح
 طبع سنجیدہ سامع ہے ترازو کی طرح
 روز افزوں ہے تری قوت بازو کی طرح
 فرحت افزا ہے نظر ہے دم آہو کی طرح
 خوشنما ہے بھی ہے سر و لب جو کی طرح
 کہیں ہو ہو کی طرح ہے کہیں کو کو کی طرح
 ظلم پوشیدہ کیا کرتے ہیں جادو کی طرح
 نگہت گل بھی نہیں ہے تری خوشبو کی طرح
 مگر افسوس کہ آوارہ بھی ہے بو کی طرح
 کوئی فتنہ نہیں اُس تر گس جادو کی طرح
 کیا گلے میرے یہ پڑ جائیں گے جگنو کی طرح
 رنج کی بات ہے پی جاؤں گا آنسو کی طرح
 حق نما کوں ہے آئینہ زانو کی طرح
 صاحب حس نہ کہیں ہو مرے زانو کی طرح
 کوئی مجنوں کی طرح کوئی ارسطو کی طرح
 یہ سخن تیرا گلو گیسر ہو اچھو کی طرح
 خلق آنکھوں پہ جگہ دے تجھے ابرو کی طرح

گلشنِ دہری میں اس سر کا کلام رنگین
 کھل گیا گل کی طرح پھیل گیا بو کی طرح

<p>کساں کی پوجا غلام کسی کساں کی لنگا کساں کا دم بنو بچھا تے ہیں وہ سب کو کہ سب میں باہر پوتے مگر نہیں مانتا ہے کوئی ہر اک کی پالتا ہے اُس سے مری تمھاری نہیں تھے گی سدا تارنا ہوں میں بچاں</p>	<p>ڈٹا ہے ہٹل کے دیہہ ہر اک میں بھی دو ایک عام صاحب کر خوشی لیکھتی ہے اس کے تم گھر کا کام صاحب مجھے بھی تو چھاپا کہ میں پر ماضی ہو جاؤں نام نہاد سلام صاحب سلام صاحب سلام صاحب سلام صاحب</p>
<p>اے جانِ جہاں حورِ دا بھی دوسری خوب پیشہ میں دوں گا اسے راجہ ستم سے یوں ترے بھی نگاہوں سے مجھے قتل بھی کرنا کھلتا ہے مرا خچر دل آہِ سحر سے شہ کھول کے سویا ہے وہ گلِ مس چین میں</p>	<p>سے میری نگاہوں میں تری جاوہر گئی خوب دانش تری چال ہے اے کنگہ دردی خوب پھر صاف کرنا کہ میں ہوں اس سے ہی خوب عاشق کے لئے ہے یہ نیمِ سحری خوب لطف آج اٹھائے گی نیمِ سحری خوب</p>
<p>بچا ہے کہ دعا غلام تھے بھاتا ہے نہ اکبر وہ خبط ہی اچھا ہے توریہ دوسری خوب</p>	
<p>کہتے ہیں غلط جسے ہے عتابِ روئے دوست ہر وہ غلط فردا فروز و حکمتِ میتز ہے دیکھ لی جس نے ہلک اس کی وہ پوچھا دار پر</p>	<p>ہے ای ہر سے میں جہاں آفتابِ روئے دوست ہے جڑوں انگیر لیکن آبِ و تابِ روئے دوست زبیرت نہیں ہو انجو عتابِ روئے دوست</p>
<p>ذوقِ مہی ہو تو اے اکبر نظر آگے ڈھسا عالمِ نوحہ ہے لوحِ کتبِ روئے دوست</p>	
<p>ماہِ نو بھی ہیں چمکا ترے سرو کی طرح کوئی تیغ ہے تیغِ خمِ سرو کی طرح وہ ادا کی کہ قصدا آگئی خود داری کی گل میں وہ شوخی رنگِ روحِ محبوب کساں محکومِ بکھر گئی نہ لے میں ہیں مہینِ فیض</p>	<p>گنہ گشتِ گل بھی نہ نکلی تری خوشبو کی طرح کہ افکاروں ہی میں پل جاتی ہے طوق کی طرح وہ نظر کی کسا کر گئی حسد کی طرح سرو میں لوط کساں اس تھو کی طرح معصوبِ شیشہِ ساعت میں ہوں لالہ کی طرح</p>

ہر تعلق میں اس سرایہ سے اک ناول کہا
بنگ ہے جرم محبت سے خلافت تہذیب
میری ہر رات سے ہے ایک کوئی پیدا
ہو چکا و اولہ عند جوانی پیدا

اگر کوئی بند کی فردوس نشانی اکبر
نہاںش بودہ سے کوئی مائیں نانی پیدا

جو نام سے آگے کہنے لگا
محبت کا تم سے اشک کیا کہوں
میں کیا کرتا نہ اُس کا تھکنے لگا
نفسِ مل گئی دل دہرا کھنے لگا
بدن چھو گیا آگ سی لگ اٹھی
رقیبوں نے پہاؤ دیا یا تہ چپ
نفسِ مل گئی دل دہرا کھنے لگا
میں بیٹھا تو ظالم سہر کھنے لگا

جو ممکن میں اکبر نے کہہ لی زباں
عکسِ تار میں بسمل چکھنے لگا

نظامِ عالم تبار ہے کہ ہے اک اسکا بنایو والا
نیم ستارہ چل ہی ہے چین میں پھرت بدن ہی ہے
ظہورِ آدم دکھ رہا ہے کہ دل میں ہے کوئی آئیو والا
صدایہ دل سے نکل ہی ہے وہی ہے یہ گل کھلائیو والا

خود کی کم کر چکا ہوں اب خوشی و غم سے کیا مطلب
قناعت جسکو ہے وہ رزقِ مایحتاج پر خوش ہے
تعلقِ پیش سے چھوڑا تو پھر عالم سے کیا مطلب
بہم جس کو ہے اُنکو پست پیش و کم سے کیا مطلب
بدلتی ہے اگر دنیا تو بدلتی ہم سے کیا مطلب
مجھے ساتھی کی کیا حاجت ہے جامِ جم سے کیا مطلب
بھلا اُنکو بتوں کے گیسو سے پر خم سے کیا مطلب
جنابِ ڈارون کو حضرتِ آدم سے کیا مطلب

صدائے سردی سے مست رہتا ہوں سدا اکبر
مجھے فتنوں کی کیا پروا مجھے سرگم سے کیا مطلب

خدا کے منگنی سے غافل کہاں کیسے اور امام صاحب
آنہیں کے درجہ کی پہچانتِ سلام صاحبِ سلام صاحب

حس روتھی میں لوٹ ہی کی آپ کو سوچھے
لاکوں کھ مناکر جو ہزاروں کو اٹھا رہے

ہے عجب حسلوہ دیر مانی کا
دیدہ ہے محو دیر مانی کا
جان دیدی عہم حسناں میں
خوب جی بھر کے ہوئے مدام
کرتے ہیں بھ سے غمیر کا شکوہ
دل میں سورش ہے اکھ میں آنسو
نہر کر کیا ہے رٹنگی کی بسا
نہ ملاحناک میں عمل اسنے
ہوش بھی مار ہے طبعیت پر
فل سے پہلے ہے کلورا فارم
شیخ درگور و قوم در کالج
ابن آیا کل گیا زن سے
مات اتنی امہ اس یہ بہ طومار
عسل پورا میں سکھائیں اگر

یوں مری طبع سے ہوتے ہیں سعاتی پیدا
کیا غصہ ہے مجھ سے جس بادہ عروش
یہ حوالی ہے کہ پاتا ہے جنوں جس سنگھار
بیجودی میں تو یہ بھگڑے ہیں بٹے لے ہوش
کوئی موقع نکل آئے کہ اس آنکھیں مل جائیں

تہذیب کی میں اس کو تجلی رہ کسوں جگا
اس کو تو میں دسیا کی ترقی نہ کسوں جگا

یو بھیسا کیا ہے اس کے مانی کا
دل ہے مستاق اس کے مانی کا
حق ادا کر دیا جوانی کا
حق ادا کر دیا جوانی کا
شکر ہے ان کی مسر مانی کا
عشق ہے کھیل آگ پانی کا
سوچ کیا حق ہے اس کے مانی کا
مستوق رکھ فیض اس مانی کا
کیا کسوں حال ناتوانی کا
شکر ہے ان کی مسر مانی کا
رنگ ہے دور اس مانی کا
س لیا نام آگ پانی کا
عمل ہے یورپ پہ حاضر مانی کا
تک کریں شکر مسر مانی کا

جیسے ساون کی گٹھاؤں سے ہو پانی پیدا
تیج خالی میں ہوا رنگ حوالی پیدا
یہ نہ سمجھو کہ جنوں سے ہے حوالی پیدا
تو نے کہ کہا ہے اک عالم مانی پیدا
راہیں پھر آپ ہی کر لے گی جانی پیدا

دعا ہے کہ مر کر بھی رہے سبائوں کچھ	وگر نہ یونہیں مر کے رہے سبائوں گا
ہمیشہ آپ کے آگے میں دست بستہ رہا ذرا تو پچھتہ شریفوں کو باغ دھرم دیکھ	مگر دل آپ کے قابو میں تھا شکستہ رہا انہیں کا حال ہر اک سے زیادہ خستہ رہا
جناب شیخ سے جا کر ذرا اللہ کس دینا بہت مشکل ہے بچنا بادہ گلوں سے خلوت میں مرے خط میں سلام اغیار کو قاصد یہ کیا منی تمھاری مرجا سے شعر کی ہو جائے گی عزت	کہ گم راہی تھی مجھ سے رند کو گمراہ کدینا بہت آسان ہے یاروں میں معاذ اللہ کدینا نسایت رنج ہے اس کا مجھے واللہ کدینا نہ نکلے واہ دل سے نوزباں سے واہ کدینا
اگرچہ تشکین نسیج ملت ہے خبثت قومی میں آہ کرنا وقائے وعدہ سے چشم پوشی ہویشہ شام و بیکار کرنا یکس سے یکما ہے تیری آنکھوں نے اس بلا کی نگاہ کرنا کہیں کے تعمیل ذات پر ہونشان دو یا پتا بتاؤ نئی ادایہ نہیں فلک کی سدا سے اسکا یہی ہے شہید کما جو میں نے نہ توڑ دلوں تجھے مناسبے و انوار ہی جہان صورت کا ذرہ ذرہ جال معنی کا آئینہ ہے کے کوئی شیخ سے یہ جا کر کہ دیکھئے آکے بزم سید	مغیہ تر ہے گردلوں کو رجوع سوئے اللہ کرنا صغور نے کیا قذاب سمجھا ہے منتظر کو تباہ کرنا بنائے دیں کو خراب کرنا دلوں کو اتنا تباہ کرنا بتوں کے آگے ہے سخت مشکل خدا کو اپنا گواہ کرنا کسی کو حد سے سوا بڑھا نا کسی کو بالکل تباہ کرنا تو مہن کے بولا کہ سہل ہو گا دل شکستہ میں آہ کرنا مگر انہیں کو جو دیکھتے ہیں جو جانتے ہیں نگاہ کرنا یہ رونق اور یہ چیل چیل ہو تو کیا برباہے گناہ کرنا
وہ دور چرخ آ رہا ہے الیر کہ اہل تقویٰ ہیں ترازو منتظر بزرگ بھی طفل دل کو اپنے سکھار ہے ہیں گناہ کرنا	
مجھ کو نہ کبھی اس بست و خواہ نے چاہا ساتھ آن کا نہ چھوڑا کسی حالت میں بھی اس نے	اب میں بھی نہ چاہوں گا جو اللہ نے چاہا شعروں کو مرے خوب ہی اس واہ نے چاہا
خوشی سے باخبر تھے یہ راضی ہو نہیں سکتا عمل بیجا اگر سو روکنا واجب ہے اکبر کو	خیال دین و عزت امر ماضی ہو نہیں سکتا امیدوں پر مگر کچھ حکم قاضی ہو نہیں سکتا

تو کئے اگر وقعت عاشق ہیں دل میں

رہنمائی کا تصور مجھے کرنا ہی نہ تھا
مترجم کی عاہدہ ہو دل میں جو دلوں کی ہمار
میری ہر بات کا رخ ہے طرفِ عارضِ یار

یہ کون سی سبکی سے رماں آیتیں تیں کیا

ہو گئی مفت طبعیت میں اک انکھن پیدا
سیئہ خاک بھی کر لیتا ہے گلشن پیدا
میرے ہر شعر سے ہیں مئی روشن پیدا

دیدہ فل سے نکلتے رہو ہر دم اکبر

دوستوں ہی میں سے ہو جاتے ہیں دشمن پیدا

کوئی زمانے میں ہے خیر و انکھن پیتا

معلّٰی مشہد تھا کہنا کہ میں نہیں بیت
میں عام کو ترسیم ہوں یہیں پیتا
اگر یہ خوں کسی کا سراہ کیں بیت
تری طرح کوئی یا نی حواسے میں پیتا

کوئی ہے دس میں خوں سگر کہیں پیتا

میں اُن کی برم سے اٹھ آیا قتل و شراب
سرورِ روح ہے حاصلِ لاسے حیدر سے
دلہنی پٹے کو دسیا میں قوت پر واز
ہر ایک قطرے کے بدلے میں دینا اک داد

تھکتے کیوں ہو۔ جو ہوتا ہے اعراضِ اکبر

حوا کیوں نہیں دیتے بہت ہیں پیتا

شکایتِ حوصلہ سے مہنی تھی لے حسین پیدا

تعب ہے اگر اس سے ہوئی ہیں، حین پیدا
دربِ عقلِ ظاہر میں ہے یہ سب دور سے اکبر
ہیں قافی ہیں مافی ہیں نہاں، ہمیں پیدا

مری تقریر کا اُس برس یہ کچھ قالو نہیں چلتا

کمرِ مادھی بھی یاروں نے تھا و محبتِ قومی میں
کہا پیرِ طہلیت نے اگر ذکرِ اپنی ٹٹم پر
لطیفِ لطیفِ ساتھی چاہئے مباحِ طہلیت کا
ستمِ دور گردوں کے سہ جاؤں گا

حماں مدوق چلتی ہے وہاں عادی نہیں چلتا

وہ لو لے تو ہیں چلتا وہ لو لے تو ہیں چلتا
یہی منزل ہے جس میں شج کا ٹٹو ہیں چلتا
جس سے لے ہوا کے کاروانِ بُد نہیں چلتا
حکندے گی دل پر وہ کسہ جاؤں گا

میں نے ناحق کمدیا جلدی میں جی ہاں ہو گیا
 سخت مشکل ہے کہ ناصح میرا مہاں ہو گیا
 قصر کا مالک جو تھا اب اُس کا درباں ہو گیا
 آفت دل آنکھ تھی دل آفت جاں ہو گیا
 اس سفر میں بتلا سے دین و ایماں ہو گیا
 جو پئے لذت مطیع نفس و شیطاں ہو گیا
 یار کا ارشاد اُن کا دین و ایماں ہو گیا
 بخت دشمن تھا کہ خواب چشم درباں ہو گیا
 ماہ تو بھی سپرے پر شکل گریباں ہو گیا
 لی زباں اُن کی جو منہ میں میں زباناں ہو گیا

اُس نے پوچھا ہو گیا آسودہ بوسہ لے کے تو
 سر بھی کھا جائے گا ظالم جان بھی کھا جائے گا
 انقلاب دہر دیکھو بن گیا آقا عسلام
 دیکھنے سے شوق پیدا شوق سے پیدا اطلب
 قبل ہستی ان عوارض سے بری تھا دل مرا
 عظمت خالق نہ سمجھا قدر دل اُس نے نہ کی
 پوچھتے کیا ہو اصول مذہب زندانِ عشق
 میری قسمت تھی کہ ہر پشا بنا بانگِ عس
 اس توقع پر کہ تیرے پیر میں عرف ہو
 اُس لب شیریں کے بوسوں نے کیا شیریں سخن

کی ترقی چشم بد دور ایسی اپنے رنگ میں
 اکبر اب مسد نشین بزم زنداں ہو گیا

سچ چلے دیرو حرم شیخ و برہمن کیا
 دل پر سوز جو ہاتھ آئے تو آنجن کیا
 مجھ کو حیرت ہے کہ بوڑھوں میں بچپن کیا

کر گئی کام نگاہ سب پر فن کیا
 اُس کو چکر ہی رہا اور یہ خدا تک پہنچا
 اصل سے ہو کے جدا نشو و نما کی اسید

مگر تمہیں دیکھ کر تو واللہ اچلا مجھ کو دھیان ایسا
 بتا تو تیری نظر سے گزرا ہے کوئی خوش و جو ان ایسا
 عبت ہے انسان چاہتا ہے جو نام ایسا نشان ایسا
 وہاں کے جلووں کا پوچھنا کیا کہیں ایسا مکان ایسا
 کبھی کسی نے کیا نہ ہو گا کنارہ گنگ دان ایسا
 اتنا تو کوئی پہلے بتائے مجھے میں کیا

خدا کے بوجھتے بتوں کو پوچھو جن میں تھا مطلقان ایسا
 وہ چھت پہ بے پردہ سور ہے ہیں فلک تر سے یہ پوچھتا
 بھلا ہی دیتی ہو جس کو دنیا سا ہی دیتا ہو جس کو گردوں
 بھرا ہوا دل جو ذوق سے ہو خدا کی یاد اکین شوق سے ہو
 دل و جگر کو فراقی بت میں حوالہ چشم تر کروں گا
 دنیا کے مباحث یہ مری نظروں میں ہیں کیا

باعثِ شکستیں نہ تھا آج جہاں کا کوئی رنگ
 خوابِ راحت بن گیا خوفِ خدا عدا
 اُن کی صورت دیکھ کر آئے لگی یا وحدا
 دلوں کو تشبیہ دی تھی حاصرِ محبوب سے
 تیغِ کھجی اُس نے مسوں تو وہ ہم ہوئے
 ترکِ دہا سے ہوئی جمعیتِ حاضر نصیب
 طاقتِ مرید بھی مجھ میں نہ ماتی رہ گئی
 حواںِ احوالِ فلک پر کیا مسرت ہوئے
 وقتِ حاماں میں کیسی حوصلہ لی لے جیتیں
 صورتِ طاہر میں دل اک قطرہ حوں تحفظ
 حس سے کہتے ہیں وہ کتابِ کسبت ہم ہے
 اس بھی دولت مجھے دی تو نے لے عمر دراز
 اور عالم میں ہوں میں اسے فاتحِ خواںِ ابدِ مرگ
 لڑھ گئی سورش جو تجھ میں گل کھلے گلزار میں
 کر دیا اہل بصیرت میس ساتی نے مجھے
 اک نظر کا ہے تعلق اس جہاں سے ہوش کو
 دیکھنا مشروط دین ہوتا تو ہوتا پرست
 رہنے حاس میں کی اک سہ پہاں ہو گیا
 جلوہ حسِ ستاں آشوبِ دوراں ہو گیا
 اشکِ حوں آلود آنکھوں میں مایاں ہو گیا
 رنگِ حوں اب ہوا آنکھوں میں مایاں ہو گیا

حسِ روتسیر میں جلا آحسہ پرستاں ہو گیا
 حشر میں حسِ عملِ گلزارِ رسواں ہو گیا
 لہرِ رح اُن کا چسپا عِ راہِ عرفاں ہو گیا
 آئینہ حیرت میں آیا گلِ یریشاں ہو گیا
 حس وہ اصول ہے حس سے ظلم ہاں ہو گیا
 حالِ میرا گو کہ طہاہر میں پریشاں ہو گیا
 ظلم کرنا آپ کو مجھ پر اب آساں ہو گیا
 گور کا نقہ ہوا حواس کا مائل ہو گیا
 امسا طسوع در ریحِ بحر اں ہو گیا
 آگیا حبِ حوص میں معی کا طوماں ہو گیا
 اب ہمارا حال بھی خوابِ پریشاں ہو گیا
 سینہ اک گمبھیرہ داعِ عرباں ہو گیا
 میں نہ تھا وہ حسِ حوصلی میں پہاں ہو گیا
 زعمِ دل کے حق میں ہر عجب سکداں ہو گیا
 ساعرِ آفتابِ اوجِ عسراں ہو گیا
 سب کا سب اک حسِ ترکاں میں پہاں ہو گیا
 کچھ نہ دیکھا اس کی حرکت سے مسلاں ہو گیا
 اللہ الحمد اب مراد بھی مسلاں ہو گیا
 اللہ اللہ آخت دین مسلاں ہو گیا
 دیکھئے دل بھی تہرکِ چشمِ گریاں ہو گیا
 دیکھئے دل بھی تہرکِ چشمِ گریاں ہو گیا

لکھتا نہیں کہ شیخ سے اکبر نے کیا کہا
آیا تھا جوش دل سے مگر مضحل گیا

تری نظر نہ رہی وہ مرا وہ دل نہ رہا
یہ بے رخ کیا ہے کہ زندان آب گل نہ رہا

وہ شعلہ شوق کا سینے میں شعلہ نہ رہا
ملا جو خانہ تن خاک میں تو ملنے دو

صبر و تقویٰ پر جو بھاری ہے وہی سال آگیا
ہاے کیا انمول شیشہ تھا مگر بال آگیا
فرق یہ ہے تجھ کو عقل آئی مجھے حال آگیا

چودھویں منزل میں وہ ماہ خوش اقبال آگیا
آفت گیسو نے آخر دی مرے دل کو شکست
حالمِ فطرت پہ ہے میری نظر بھی اسے حکیم

دعویٰ علم و خرد میں جوش تھا اکبر کورات
ہو گیا ساکت مگر جب ذکر اقبال آگیا

نہیں بدل گئیں وہ فسانا بدل گیا
گلشن میں صلبوں کا ترانا بدل گیا
پانی فلک پہ کھیت میں دانا بدل گیا
وہ چوکیاں بدل گئیں تھانا بدل گیا

وہ مٹرب اور وہ ساڑ وہ گانا بدل گیا
رنگِ صبح بہار کی زینت ہوئی نئی
فطرت کے ہر اثر میں ہوا ایک انقلاب
حدِ شہر عافیت کی نئی طرز پر بندھی

آسان نہیں دل کا مرے دام لگانا
اور بات پڑے جب تو مرا نام لگانا
آخر اس لام نے اسلام کو رہنے نہ دیا
ہم نے خود قلب میں آرام کو رہنے نہ دیا
دل نے پیشِ نظر انجام کو رہنے نہ دیا

اس کو ہر تابیاب سے واقع نہیں دیا
خوب آتا ہے صاحب کو خود اک بات کا کرنا
زلف نے پر تو دیں نام کو رہنے نہ دیا
دو مرادیں جو بلیں چار تمنائیں کیں
موت کو بھول گیا دیکھ کے جینے کی بہار

ہوش میں آنا حجابِ رو سے جانا ہو گیا
بیوفاؤں سے کوئی کدے کہ ہاں ہاں ہو گیا
بوسے خوش پھیلی اگر غنچہ پریشاں ہو گیا

نورِ عرفاں عقل کے پردے میں نہاں ہو گیا
بتکدے میں شور ہے اکبر مسلمان ہو گیا
انتشارِ اہل معنی فیض سے خالی نہیں

<p>یہ وہ کلمہ ہے جسے میں بھی نہ شکل سمجھا محسوس میں اسے اللہ سے قائل سمجھا نہ نظر آپ کی سمجھی نہ میرا دل سمجھا موت سے آپ نے ایسا مجھے قائل سمجھا وہ بھی مانا ہے جو خضر کو مرلی سمجھا</p>	<p>کھرد اسلام کی تفریق میں مطرت میں شیخ نے چشم حقارت سے جو دیکھا ٹھکرو حسن نے مار کے بے عشق کی انگلیں ہولی آپ دیکھیں مجھے اور میں نہ کروں یاد خدا وہ بھی ناختم ہے جو حصر کا طالب نہ ہوا</p>
<p>کہ کیا یار نے اکبر کے حوال کو تسلیم مل گئی آنکھ تو کچھ سوچ کے قائل سمجھا</p>	<p>مہربانی ہے عیادت کو جو آتے ہیں مگر دفتر دنیا آلت حائے کا مالک یکے قلم آئینہ اعمال نامہ کی ہو گئی کچھ سد بچ رہے طاعون سے تو اہل عقلت والے ٹھے تہ کرو صاحب سب نے بد وقت آیا ہے اب</p>
<p>کس طرح آں سے ہمارا حال دیکھا جائے گا ذوق دقت سب کا اصلی حال دیکھا جائے گا خیر میں تو ماسہ اعمال دیکھا جائے گا اب تو مہلت ہے پھر اگلے سال دیکھا جائے گا لے اتر ہوگی شہامت مال دیکھا جائے گا</p>	<p>رکھہ قدم ثابت نہ چھوڑا اکبر صراط مستقیم حیرت جانی دے انکی خیال دیکھا جا ہے گا</p>
<p>اچھا ہوا مرا تو محنت کامل گیا اور اس طرح کہ سید کا ہر دماغ چل گیا مکمل کو وعدہ آگیا عمو بھی کھل گیا سب مل گیا اسے سے استیلا گیا غمے کو دیکھئے کہ ہوا کما کے کھل گیا مر یا دکر رہا ہے حکم سے دل گیا اپنے ہی دل میں ٹھکروا رہا ہے مل گیا</p>	<p>سیسے کا رحم آہ کی سختی سے چل گیا ایسے ستم کئے کہ مراقبہ چل گیا تیرا چہن کو صفا سے حور چل گیا تعلیم مہربانی کا حلاصہ یہی تو ہے ہوتا ہے اساطط طالع طبع سے کس نے جگہ مار سے دیکھا ہے اہل حوتی قسمتی پہ ایسی کا ہے کردل جواز</p>

اک نمکس ناتمام پہ عالم کو وجد ہے
ماضی تو خستم ہو چکا مستقبل آئے گا
بائبل کی شلخ نکل پہ نہ باقی رہے نظر

کیا پوچھنا ہے آپ کے حسن و جمال کا
ممكن نہیں بیاں کروں حال حال کا
نشوونما جو دیکھ لے اُس نونہال کا

طریق عشق میں مجھ کو کوئی کمال نہیں ملتا
بھری ہے انجمن لیکن کسی سے دل نہیں ملتا
پرانی روشنی میں اور نئی میں فرق اٹا ہے
پونچنا داد کو مظلوم کا مشکل ہی ہوتا ہے
حریفوں پر خزانے ہیں کھلے یاں ہجر گیسو ہے
یہ حسن و عشق ہی کا کام ہے شبہ کریں کس پر
چھپا ہے سینہ و رخ دستاں ہاتھوں سے کروٹیں
حواس و ہوش گم ہیں بحر عرفان الہی میں

گئے فرہاد و مجنوں اب کسی سے دل نہیں ملتا
ہیں میں آگیا کچھ نقص یا کمال نہیں ملتا
اُسے کشتی نہیں ملتی اسے ساحل نہیں ملتا
کبھی قاضی نہیں ملتے کبھی قاتل نہیں ملتا
وہاں پیل ہے اوریاں سانپ کا بھی بل نہیں ملتا
مراج اُن کا نہیں ملتا ہمارا دل نہیں ملتا
مجھے سوتے میں بھی وہ حسن سے غافل نہیں ملتا
بھی دریا ہے جس میں موج کو ساحل نہیں ملتا

کتابِ دل مجھے کافی ہے اکبر در حکمت کو
میں اسپر سے مستغنی ہوں مجھ سے دل نہیں ملتا

ہستی حق کے معانی جو مرا دل سمجھا
وہ شناور ہوں جو ہر موج کو ساحل سمجھا
حضرتِ دل کو چڑھا آیا میں بت خانے میں
ہوئی دنیا میں مرے جوش جنوں کی تکریم
کافری سہل نہ تھی عشق بستان کھیل نہ تھا
ان نگاہوں کے اشاروں سے طبیعت تڑپی
ضعف سے میں جو گھٹا اور بڑھا اُس کا ستم
اترا دریا میں پے غسل جو وہ غیرتِ گل

اپنی ہستی کو اک اندیشہ باطل سمجھا
وہ مسافر ہوں جو ہر گام کو منزل سمجھا
اُن کے انداز سے اُن کو اسی قابل سمجھا
ترے دیوانے کو عاقل نے بھی کابل سمجھا
بخدا میں تو اسی سے اسے مشکل سمجھا
ان اشاروں کے معانی کو مرا دل سمجھا
یاں زباں ہل نہ سکی وہ مستحکم سمجھا
شورا موج کو میں شورِ عفتِ دل سمجھا

<p>حق سے اگر ہے عامل ہرگز نہیں ہے حافل معتود ہیں اب اسکے سنے سمجھے والے کیسی ہی سلطنت ہو سوش رہ سکیں گے مسل وہی ہے حکومتیوں نے ہے بتایا گھر کا جماع دیکھو یہی کہ دل سمعہ الو اسلام و حق کے حامی ہرگز نہیں ہم تم دونوں ہی مر رہے ہیں دونوں کا حشر ہوگا</p>		<p>ہم ہی جو ہے تو پھر کیا پرویر ہے تو پھر کیا میرا سخن نصیحت آمیز ہے تو پھر کیا گر ترک ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا اسٹیم ہے تو پھر کیا مہمیر ہے تو پھر کیا کوئی امار دم سہر گلیر ہے تو پھر کیا حرص و عذر حسرت انگیز ہے تو پھر کیا بیٹو جو ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا</p>
<p>وہ محاب اُن کا آج تک نہ گیا اک مھلک اُن کی دیکھ لی تھی کسی کیا ٹھہرتا ہمارے آگے غیر</p>		<p>نہ گیا اُن کے دل سے شک نہ گیا وہ اثر دل سے آج تک نہ گیا دیکھئے آحرش کھسک نہ گیا</p>
<p>یہ محارہ رفاہم کی جیکی رہیں یہ کیسی سار مال میں باجو حاش شیخ یہ پاس لہر وہ پاس نہ موجدہ اہل رہ</p>		<p>واعط کا حامداں بھی آخر میل گیا تم کو حشر ہمیں کہ رماہ مل گیا احار میں جو چھپ گئے ارماں بھل گیا</p>
<p>عظرت میں سلسلہ ہے کمال و روال کا یہ تو حواس میں ہے ترے خس و خال کا نظارہ کر رہا ہوں ستارے مستال کا ہم ایسے فقر میں بھی ہیں اک آں ماں سے اُس مس پہ کون میرے سوا ہو مریختہ رکھنا پڑا ہے اُس محبت کا مر سے میل جول العت میں مرص ہے محبت کا مر کا اشلع وہ فلک میں چاند کی قسمت بھی جو ہے</p>		<p>گھٹنا سے مدد کا تو سے رٹھا ہلال کا عالم ہے تیغہ مرے رنگ حیاں کا شانِ خدا ہے ساتھ شاد و حلال کا کلی ہماری رنگ دکھاتی ہے شال کا گاہک میں ہی ہوں ہمدیں لہن کے مال کا موقع ہمیں ہے محبت حرام و حلال کا موقع ہمیں ہے محبت حرام و حلال کا ہے مس عروج حاتمہ اُس کے روال کا</p>

رنگ گلزار جہاں کا قدر داں مجھ سا تھا کون	جو گل رنگیں تھا میرے ہی گلے کا ہار تھا
فسونِ نبت سے بچا بسند بابِ دیر رہا	خدا نے فضل کیا طفلِ دلِ نجس رہا
تعجب آتا ہے اُن کے مذاق پر مجھ کو	چمن خزاں میں بھی جن کا محلِ سیر رہا
<p>رفسائے رہ گئے اکبر کی نبت پرستی کے</p> <p>نہ نبت رہے نہ برہمن رہے نہ دیر رہا</p>	
نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے درسے پیدا	دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
جو خرد مند ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں یہ بات	خیر خواہی وہ نہیں ہے جو ہو ڈر سے پیدا
بچ دُنیا سے بہت مضطرب الحال تھا یہ	دل میں شکیں ہوئی مذہب کے اثر سے پیدا
یہ نبت پنہاں نہیں ہوتے خدا ظاہر نہیں ہوتا	عنیت وہ زمانہ ہے کہ میں کافر نہیں ہوتا
ترا ناوک بھی اے صیاد کیا ہی روح پرور ہے	کہ تیرا صید بسمل رہتا ہے۔ آخر نہیں ہوتا
علومِ دنیوی کے بحر میں غوطے لگانے سے	زباں گو صاف ہو جاتی ہے دل ظاہر نہیں ہوتا
تری چشمِ فصول گر کا اشارہ ہے یہ نگر سے	فقط نظارہ کرنے سے کوئی ساحر نہیں ہوتا
نہ خلق اُس کی خبر لیتی نہ عقل اُس کی مدد کرتی	خدا جب تک کسی کا حافظ و ناصر نہیں ہوتا
حضورِ قلب اگر حاصل نہیں تجھ کو تعجب کیا	خدا جب دل سے غائب ہو تو دل حاضر نہیں ہوتا
<p>یہ حق گوئی ہے اکبر کی کہ ہے جس کا اثر اتنا</p> <p>فسوں کیسا۔ مسلمان آدمی ساحر نہیں ہوتا</p>	
یہ سست ہے تو پھر کیا وہ تیز ہے تو پھر کیا	نیٹو جو ہے تو پھر کیا انگریز ہے تو پھر کیا
رہنا کسی سے دب کر ہے امن کو ضروری	پھر کوئی فرقہ ہیبت انگیز ہے تو پھر کیا
رنج و خوشی کی سب میں تقسیم ہے مناسب	بابو جو ہے تو پھر کیا چنگیز ہے تو پھر کیا
ہر رنگ میں ہیں پاتے بندے خدا کے رفوی	ہے پیٹیر تو پھر کیا رنگریز ہے تو پھر کیا
جیسی جسے ضرورت ویسی ہی اُس کی چیریں	یاں تخت ہے تو پھر کیا واں میز ہے تو پھر کیا

نفس کے تابع ہوے ایماں رحمت ہو گیا
 ہے مہموں نے پیائے نکلے پاس کیو کہل لگے
 فرق ظاہر ہو گیا حب سے قلم اور تیج کا
 کھدیا تھا میں نے کٹ جائیں حواض شریوں
 عقل کو کچھ نہ ملا علم میں حیرت کے سوا
 آئے گی تجھ کو نظر صانع عالم کی تھلک
 تیرے اعطائے کر رکھے ہیں پیدا دستہ

وہ زمانے میں تھے مہاں رخصت ہو گیا
 جانور اک رہ گیا اسان رحمت ہو گیا
 دل میں اتنا کاغذ تھا ارماں رحمت ہو گیا
 یہ تیج تھا کہ کل دیواں رحمت ہو گیا
 دل کو بھایا نہ کوئی رنگ محبت کے سوا
 سامنے کچھ نہ رکھ آئینہ فطرت کے سوا
 دور کچھ بھی نہیں اللہ کی قدرت کے سوا

حلوہ نظر آیا ہیں اے یار تمہارا
 ٹرے تو دسا دو اتر حد دل کو
 دم بھر کے لئے اک کئے کل دکھاؤ
 ہر دم نظر شوق کیا کرتا ہوں تم پر
 حد سے شب و رات کاٹھائے ہیں حالت
 عام ہو تم لے حشر دل کو بیتاں کے
 کس بات سے کہتا ہے تب سول وہ ظالم

تڑپا ہی کیا طالب دیدار تمہارا
 قائم نہیں رہنے کا یہ انکار تمہارا
 مہاں دم جسد ہے یار تمہارا
 ہر وقت میں رہتا ہوں گہکار تمہارا
 اب موت کا طالب ہے طلبگار تمہارا
 اللہ رہے یارو مددگار تمہارا
 رحم نہ کرے گیسوؤں کو یار تمہارا

اکبر کی تسکون سے کہتا ہے یہ گروں
 اس دور سے آٹھے کا ہیں یار تمہارا

لنگڑے میں مٹیں رہا مرا دستار تھا
 اکبر مرحوم کتنا بیخود و سہوار تھا
 رخ میں آئی تھی ردے اماں کی نظر
 دل ہی دل میں ہوئے مست مئے صوم
 حادثہ کی حبابی کا میں کرتا سچ کیسا

ت تو اچھے تھے مر میں درپے آمار تھا
 ہوش ساری عمر اس کی زندگی پر مار تھا
 رہر سکے تھے جسے وہ شہرت دیا تھا
 تیج میں رہنے کا خطہ تھا عاف دار تھا
 گوہر جاں پر فقط اک گرد کا اسار تھا

کم ہوئی آخر نصارت روشنی میں لپ کی	بڑھ گئی ہو کچھ بصیرت تو جہلایا کر دیا
ہم کو زیر آسماں ہو کر گذرنا ہی پڑا موت کے عشووں کے آگے نازِ منطق کیچہ تھقا جانتی تھی قوت اپنی مدتِ عمر عروج	منزلِ ہستی میں لٹنے کو ٹھہرنا ہی پڑا دل کو مذہب کے قدم پر سر کو دھرنا ہی پڑا بحر میں لیکن جہاں کو اُبھرنا ہی پڑا
خوان فلک پہ جو ملے شکر کہ ساتھ کربول ساغر ہے سامنے شیخ سے کہ رہے ہیں وہ اسے دلِ باتمیز و ہوشِ حرم کا کام یہاں نہیں	غم کی شکایتیں ہیں کیا آیا ہے پیش کھا بھی جا دیکھتا کیا ہے ہر طرف مرد خدا چڑھا بھی جا لطفِ فریبِ ثمن اٹھنا فقروں میں اُنکے آ بھی جا
بنائے کار جہاں کو خراب ہی دیکھا ہم انقلاب کے شایق نہیں زمانے میں	ہمیشہ ہم نے یہاں انقلاب ہی دیکھا کہ انقلاب کو بھی انقلاب ہی دیکھا
وفا میں ثابت قدم نکلنا فدائے عشقِ حبیب ہونا ادھر وہی طبع کی نزاکت ادھر زمانہ کی آنکھ بدلی عطا ہوئی ہو اگر بصیرت تو ہے یہ حالت مقامِ حیرت رسول اکرم کی ہٹری کو پھو تو اول سے تا آخر جو دل پہ گزرے کروں گذارشِ بغیرِ حیدر کی و سازش رہ طلب میں ہے بس مقدمِ شکستہ دلِ درختمِ پریم نظر کر انکی طرف ادب سے تو پھر دیں تمیغے ل کو سب سے	یہ کامیابی ہے عاشقی کی ہی تو ہے خوش نصیب ہونا بڑی مصیبتِ شریف کو ہے امیر ہو کر غریب ہونا خدا سے اتنا بعید رہنا خودی سے اتنا قریب ہونا وہ آپ ثابت کرے گی اپنا عظیم ہونا عجیب ہونا فقیہ ہونے کی ہے نہ خواہش نہ چاہتا ہوں ادب ہونا نہیں مؤثر کچھ اس میں ہم امیر ہونا غریب ہونا عجب نہیں عاشقانِ رب سے ظہور کا عجیب ہونا
بول گیا وہ کھانا داتا کا نام چپنا رونا تو ہے اسی کا کوئی نہیں کسی کا اے برہمن ہمارا تیرا ہے ایک عالم یہ دھوم دھام کیسی رشوق نمود کیسا بے عشق کے جوانی کتنی نہیں مناسب	اسکے سوا بتاؤں کیا تم سے کام اپنا دنیا ہے اور مطلبِ طالع ہے اور اپنا ہم خواب دیکھتے ہیں تو دیکھتا ہے سینا بجلی کو دل کی صورت آتا نہیں تپنا کیونکر کہوں کہ اچھا ہے جیٹھ کا نہ تپنا

دلا کر جھوٹی امیدیں دلوں کو حوں کرتے ہو یہ طے ہی سے اکثر بچ بھی ہو جاتے ہیں پیدا	نہ یہ طر را دا اپھی نہ یہ شوق حیا ایجا حویج پو پھو تو طے سے نہ ملے کا کلا ایجا
---	---

ابھی سدا میں سب کر رہے ہیں قول و وعد اکبر
اُسی کو جے میں بیکر ہو چکیں گے ہونے دور ایجا

تصوف کے سیاں کو ہوتی نے روح آشایا یا حوالی جیس گئی حسرت رہی ماتی ستائے کو	معانی کچھ نہ سمجھا پر قیامت کام پایا یا عروس دہر ہم نے دل لگا کر تجھ سے کیا پایا یا
--	--

ہے کام ترا ساقی اک حام پلا دیا مستوں کو حقیقت کا اک حلوہ دکھایا	یا وہ کو تھلا دیا یا میں کو مٹا دیا موج مئے وحدت کو آئینہ سا دیا
--	---

بھریں حوں جگر آہ کو میا ہی پڑا قلب اسان میں کھی پڑ جاتی ہے اک یک تا وضع اُن کی دیکھ کر لارم ہوئی قطع امید تھرے کے وعدے سے کٹا آخر کلام دل بھی کا پا ہو ٹھہر بھی تھراے شوا یا بھی خوب	موت بھی آئی نہیں محو حیا ہی پڑا جیت پڑا لیکن تھماے دل میں کیا ہی پڑا کل ستم کی حیل رہی تھی مہ کو سیا ہی پڑا ٹھٹھے میں تیرے عارض کا یسیا ہی پڑا جیج کو لیکن تری مجلس میں سیا ہی پڑا
--	--

البت احمد پئے تکمیل ایساں تھی مسرور
راہ حق حوثی میں اسے اکبر دیا سیا ہی پڑا

آرد میں درن قانی کا مود	
-------------------------	--

تصور اُس کا حب مدعا تو پھر نظر میں کیا رہا رہا جساق یرس اک مساء مسارہ سائے سارے عیا علیست چیچ نے سد لگر	نہ کھٹ ایس وَاں رہی نہ شور ماسوا رہا نہ ہم رہے نہ دل رہا نہ دل کا مدعا رہا مکا کی دھن پہ مستقل جہاں نے قفا رہا
---	--

پردہ توڑا آپ نے اُس ست کو آیا کر دیا کر گئے تھے حسرت متید عقید دل کو درست	حد پری تھی اب اُسے پریوں کا سانا کر دیا جج لے رسموں کا بھی آخر صعا یا کر دیا
--	---

موت سے غفلت جوانی میں تولدت دیگئی
 کیا مرے اک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہیں
 بے تمھارے دیکھے اب دم بھر بھی چین آتا نہیں
 سب کے سب باہر ہوئے وہم و خرد ہوش و تہیر
 ہو طلب کامل تو بس نعمتِ اسی کا نام ہے
 یوسفِ معنی کے جلاوطن کو دکھا کر عشق نے
 شاہدِ بزمِ ازل نے اک نگاہِ ناز سے
 شورِ شیریں کا مزا رکھا سرِ فرہاد میں
 گردنِ پروانہ میں ڈالی کمنہ شوقِ شمع
 ذوقِ نظارہ سے جانوں کو ملایا خاک میں
 جس نے یہ سب کچھ کیا اکبر میں تم سے کیا کہوں
 بے غرض ہو کر مزے سے زندگی کھٹے لگی

ق

ہاں مگر پیری میں اس نے مجھ کو رسوا کر دیا
 ایک کُن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا
 سچ بتاؤ جان جاں تم نے مجھے کیا کر دیا
 خانہ دل میں تم آؤ ہم نے پردا کر دیا
 بھوک نے نانِ جویں کو من و سلویٰ کر دیا
 میری بیداری کو بھی خوابِ زلیخا کر دیا
 عشق کو اس انجن میں مسند آ کر دیا
 قیس کو دیوانہ اندازِ لیلیٰ کر دیا
 رنگِ گل کو دیدہ بلبَل کا پھندا کر دیا
 گردشِ چشمِ بستاں سے حشرِ برپا کر دیا
 اس نے مجھ کو کیا کیا دل کو مرے کیا کر دیا
 ترکِ خواہش نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا

رنگِ اڑانا اہل یورپ کا تو ہے اکبرِ محال
 مُنبت اپنے آپ کو تم نے تماشا کر دیا

نعمت

دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بیتا کر دیا
 کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو میسجا کر دیا

مجھے معلوم ہے سن لے اثرِ ملکِ خزاں چھا
 کھلایا گل یہ تو نے واہِ اے بادِ صبا چھا
 کھلایا گل یہ تو نے واہِ اے بادِ صبا چھا

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
 خود نہ تھے جو راہِ پراوروں کے ہادی بن گئے

ارسطو سے نہ پوچھ اے ہنشینِ خاصیتِ الفت
 نقابِ اُن کے رخِ رنگیں سے اُٹا عینِ جفل میں
 ہٹایا زلف کو اُن کے رخِ رنگیں سے گلشن میں

عمایت تھلیے میں سرم میں ما آشنا ہوا
 ستوں کے پہلے مدے تھسوں کے اسے جو خام
 مرا محتاج ہوا تو مری حالت سے ظاہر ہے
 خود قت ہے وہ یہ ہے دل میں ہے میرے کہے میں
 جدا متا تھا معور اسلئے مشکل یہ پیش آئی
 پتا ہے ہزاروں کھر سے اسے داعی ناداں
 مجھے جس طبعیت سے ہوا شوق گساہ آحر
 صدعات حق تعالیٰ ہم مسکر میں نہیں آتے
 خداؤں سے ملائے تو ہایت ہی خوش لگے گا
 طریق معری کی کیا یہی روش مصری ہے

دلیل خود میں سے پوچھتی ہے کہ تم سکم مگر خدا کیا
 کہ کچھ تکلف نہ کچھ ماحول حیات تھی ل میں صاف کہی
 کبھی لڑتا ہوں کھر سے میں کبھی نہیں قربان بھولیں پر

جو تمہارے لب جاں بخش کا شہیدا ہوگا
 وہ تو موسیٰ ہوا حوطالب دیدار ہوا
 قیس کا ذکر مری ستاں حوں کے آگے
 آرو ہے مجھے اک شخص سے ملے کی ہمت
 لعل لب کا ترے لہو نہ تو میں لیتا ہوں مگر

مچھو دل کو تسیم عشق لے وا کر دیا
 ستاں معونی صانع کا نشان رکھا ہے یہ
 دیں سے اتنا الگ حد ماسے یوں قریب

عصب میں یہ ادا میں دم ہی سحر میں کیا ہے کیا ہوا
 ہمیں ہر عہد میں مشکل رہا ہے نا خدا ہوا
 مگر ہاں دیکھا ہے آب کا حاحت روا ہوا
 مجھے تسلیم ہے ارستاد واعظ کا کما ہوا
 نہ کھچتا وار پر ثبات اگر کرتا خدا ہوا
 ملائے دام گیسوے تاں میں متلا ہوا
 عجب کیا مار سکھلائے اگر آں کو حھا ہوا
 وہ کہتا ہے کہ گویا کچھ نہ ہوا ہے خدا ہوا
 پیا عہد وفا مدھنا گدشتہ کا گلا ہوا
 خدا کو بھول حاما اور محو ماسوا ہوا

دل اسکے عاشق سکے ہاں سکے ہوتے یا سو گیا
 اگر وہ باتیں تو مہرانی اگر نہ مایں تو پھر کھلا گیا
 خدا کے دیتا ہوں واسطے حق پہنچتا ہے وہ جیت گیا

آٹھ بھی حاسے گا حیاں سے تو میسا ہوگا
 پھر وہ کیا ہوگا کہ جس نے تمہیں دیکھا ہوگا
 اگلے وقتوں کا کوئی مادیہ یمینا ہوگا
 نام کیا لوں کوئی اللہ کا خدا ہوگا
 ڈر یہ ہے حیاں حگر حیر میں مینا ہوگا

میں مرے ہیں ہوس تھا مستی لے اچھا کر دیا
 ورہ کیا تھا جس لے دل میں دردیدار کر دیا
 اس قہر دلچسپ پھر کیوں رگد دیا کر دیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دوسریوں۔ کلامِ حال

کہو۔ کرے گا حفاظت مری خدا میرا خدا کے در سے اگر میں نہیں ہوں بیگانہ مری حقیقت ہستی یہ مشتِ خاک نہیں انہیں ہے عقل جو محتاجِ غیر ہے ہر دم	رہوں جو حق پہ۔ مخالف کریں گے کیا میرا تو ذرہ ذرہ عالم ہے آشنا میرا بجا ہے مجھ سے جو پوچھے کوئی پتا میرا مجھے ہے عشق کہ جو خود ہے مددِ عامیرا
--	---

غور انہیں ہے تو مجھ کو بھی ناز ہے اکبر
سوا خدا کے سب ان کا ہے اور خدا میرا

دلِ مرا جس سے بہتا کوئی ایسا نہ ملا بزمِ یاراں سے پھری بادِ بہاری مایوس گل کے خواہاں تو نظر آئے بہت عطر فروش واہ کیا راہ دکھائی ہے ہمیں مرشد نے رنگِ چہرے کا تو کالج نے بھی رکھا فایم سیّد اُٹھے جو گزٹے کے تو لاکھوں لائے	بُت کے بندے ملے اللہ کا بندانہ ملا ایک سر بھی اُسے آماؤ سودانہ ملا طالبِ زمزمہ صلیبِ شیدانہ ملا کر دیا کعبے کو گم اور کلیسا نہ ملا رنگِ باطن میں مگر باپ سے بیٹانہ ملا شیخِ قرآن دکھاتے پھرے پیسانہ ملا
---	--

ہوشیاروں میں تو اک اک سے سوا ہیں اکبر
مجھ کو دیوانوں میں لیکن کوئی تجھ سا نہ ملا

اعلان

اس چوتھے ایڈیشن کی جلدیں بھی مکمل مطابق تیسرے ایڈیشن کے ہیں بہت کم طبع ہوئی ہیں،
شایعین جلد درخواست کریں ردہ مایوسی ہوگی۔ درخواست خریداری خود حضرت مصنف کے نام عشرت خانہ
الہ آباد کے پتے پر یا امام سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر حویلی پورچی حاسے قیمت پانچ روپے مع محصول اگر
کوئی امر قابل استفسار ہو تو حوالی کارڈ آما چاہئے۔

کلام اکبر کا دوسرا حصہ بھی تیار ہے اسکی قیمت پانچ روپے مع محصول و حرجہ روانگی ہوگی
تیسرا حصہ زیر ترتیب ہے۔

یکم ستمبر ۱۹۱۷ء

نیک نام اور خاموش عہد ملازمت اسکا واقعی مستحق تھا۔ الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو بھی منتخب ہوئے اور عدالت
نصف الہ آباد کے ہال میں انکی تصویر کو عزت کے ساتھ جگہ دی گئی۔

آجکل وہ الہ آباد میں فرحت کی طرف سے مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں اور موجودہ عہد کے ان منتخب شعرا
آردو میں سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے زمانہ کے میلان عام اور جدید اثرات سے موثر ہو کر شاعری کے لئے نئی نئی راہیں
نکالیں انکے کلام میں سنجیدہ اور نتیجہ خیز ظرافت کی آمیزش ایک ایسا دلکش حسن ہے جو انکو اپنے تمام ہم عصر نہیں
نمایاں کرتا ہے۔ ان کے کلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جدید خیالات کے ساتھ آردو شاعری کی قدیمی خصوصیات
کا بھی پورا احاطہ رکھتے ہیں۔ وہ مغربی تعلیم کے پورے حامی ہیں۔ انھوں نے اپنے لڑکے کو انگلستان میں تعلیم دلوائی۔
مگر ساتھ ہی غرب کی بادہ پرستی اور بے اعتدالات روش کے سخت مخالف ہیں اور قومی خصائص اور اخلاقی
اوصاف کی محافظت کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کی تالیفات سے مسٹر بلنٹ کی فیوچر آف اسلام کا اردو ترجمہ
اور متعدد قانونی کتابیں چھپ چکی ہیں اور کلیات نظم عنقریب شائع ہو پیدا ہے۔

پہلے اوڈیشن کے شائع ہونے کے بعد اکثر ذیل اور سخن شناس بزرگوں نے اظہارِ رائے میں
قلم اٹھایا۔ رسالہ مخزن و زمانہ اور پرچہ مشرق میں ہمدردانہ تنقیدیں نظر آئیں، لیکن بہ نسبت حالات
مصنف کے زیادہ تر کلام مصنف پر نظر گئی۔ لہذا قطع نظر خوف طوالت کے ان معنایں کو یہاں
نقل کرنا اس سبب سے بھی غیر ضروری ہے کہ مصنف کا کلام ہی پیش کیا جاتا ہے۔ بجز اسکے کہ اکثر
بزرگوں نے مصنف کے کلام دیکھنے کا شوق ظاہر فرمایا اور کوئی وجہ مصنف کو اس عیال کی
نہیں ہے کہ اسکے اشعار لٹریچر میں کچھ وقعت رکھتے ہیں۔

حصہ دوم بھی جو مختصر ہے اور تقریباً اشاعت کے لئے تیار ہے لائق ملاحظہ شائقین ہے۔

اکبر حسین

الہ آباد
۱۰۔ اگست ۱۹۳۷ء

سب کی تاریخ حب کوئی لکھے بیٹھے گا، تو اکبر کا کلام اس کے لئے عمر اس زمانے کے آثار کے موجد بنو گا۔
 ان کا یہ کننادل سے بھایا اور اسی لئے میں نے اس قسم میں اس گھٹو کا ڈھل امر دیا سمجھا۔ عہد القاد
 واضح ہو کہ سلسلہ عیس کی حکمت اور ڈاک ایکڑ پیش سے حار و دور میں اعلیٰ امتحان آج کے
 لئے شائع کیا ہے آئیں نصف کی سمت سی دہا حیاں سد رج ہیں بہر تباہ کی ایک محقق لائف میں
 نے تحریر کی ہے نصف کے حالات کی سمت جو نوٹ انھوں نے لسی اطلاع اور حیاں کے مطابق
 لکھا ہے وہ محضہ دلیل میں نقل کیا جاتا ہے تاکہ یہ احتراز کہ نصف کا حال کچھ بھی سد رج
 نہیں ہے کی قدر رفع ہو جائے اگرچہ اس میں شک نہیں کہ نصف کے کچھ بھی حیر حالات
 و حیاں کے اقرار کے لئے یہ نوٹ کافی سے ہدایت کم ہے۔

انتخاب از ادو و کورس حکمتہ پور ڈاک ایکڑ پیش میں مشتمل

سید اکبر حسین نام اکبر تخلص سوجہ دور کے مشہور شاعر ہیں جس کا نام کو مقام ملہ صلہ الہ آباد میں پیدا ہو
 حیاں مانگے چا تحصیل دار تھے صبا کہ غوٹا حاضر لوگوں میں دیکھا گیا ہے بچپن ہی سے آثار وراثت و ورانجی
 ان کے تاحیہ اقبال پر دوشہ تھے ششاد میں انھوں نے وکالت دہ ادنیٰ کا امتحان پاس کیا تھا
 میں تائب تحصیل دار مقوم ہوئے ایک سال کے چند ہی انگیرٹ کے شعراں جو سے بھی ترقی وادہ تھے
 کے لئے یہ سہارا بھی کافی میں ہو لارہ میں ان کی کدش کی وکالت میں کامیابی حاصل کی اور وہ
 سہاروں کے بعد نصف و مقوم ہو گئے۔

انگریزی انھوں نے پڑھ لی تھی لیکن فارسی کا ملیت کے لئے گراں قدر و ہر مایاں ہوئے
 تھے کہ نسبتاً ڈیڑھ سال کے لئے انکو دھوہ طور پر پیش کیا گیا اور پانچ سال بھی تین گنت تھے کہ کدش
 شش جی کے ہٹان پر نظر پڑا اور اسکی قائم مقامی انھوں نے سالہا سال کی۔ انیکو کدش کی کئی
 بھی انکا نام لیا جاتا تھا لیکن اسے اعلیٰ وچ مستقل عہد و جی عدالت شریفہ الہ آباد سے رہا ہوئے
 اور اس لئے حال ملہ میں داسکا۔

وہ شاعر ہیں جو کدش سے جو کدش سرور جن کے صلہ میں خاں بہادر کا خطاب حرمت فرمایا کہ

کہ آئندہ اپنے ایسے خیالات کو جو ائمہ کبار اخلاق، مذہب، فلسفہ وغیرہ مختلف عنوانوں کے ذیل میں آسکتے ہیں اپنے علم اور سمجھ کی بساط کے موافق علیحدہ مستقل تصنیف میں تحریر کرے یہ بھی ارادہ ہے کہ اس کلیات اور اسکے حصہ دوم کا عمدہ اور تکمیل انتخاب معہ کلام جدید کے ضروری تمہید اور مفصل اندکس کے ساتھ ایک جلد میں جسکی قیمت زیادہ نہ ہو شائع کرے۔

مشتاع میں یعنی ادیشن اولیٰ کے شائع ہونے سے پہلے بعض قطعات رباعیات اکبر کو (جو تمام ذکال اس کلیات میں مندرج ہیں) مخزن پرئیں دہلی نے شائع کیا۔ اس میں نامور اور فہیم ایڈیٹر صاحب نے جو دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ اُس کے چند فقرات یہ ہیں۔

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر کا کلام سخزور اور سخن فہم میں جس عزت و وقت سے دیکھا جاتا ہے محتاج توصیف نہیں۔ آپ نے عمر ملازمت سرکاری اور عمدہ ماسے جلیلہ کی ذمہ داریوں کی مصروفیت میں بسر کی بگہ قدرت نے چونکہ انھیں شاعر بنایا تھا وہ چپکے چپکے شاعری بھی کرتے رہے۔ انکا کلام عام طور پر مخزن اور بعض دیگر ادبی رسالوں میں اسوقت سے شائع ہوا ہے جب سے انھوں نے پیشانی لی ہے لیکن ان چند سالوں میں ہی انھوں نے سخن شناسوں کے دلوں کو مسخر کر لیا ہے۔ ایک دسیرے ایک طبع دوست نے جو خود ایک نامور شاعر ہیں مجھے پوچھا کہ تمھارے نزدیک اکبر کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت کیا ہے میں نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اکبر روشن خیالی کے ساتھ مشرق کی سچی محبت کا داعی ہے۔ اُس کے نزدیک ہر مشرقی نژاد کا فرض ہے کہ اپنے وطن سے محبت رکھے اپنے مذہب کی حفاظت کرے اپنے بزرگوں کا ادب بخونار رکھے اور اپنے ہر رسم و رواج کو صرف اسلئے مذہب و رسم نہ سمجھے کہ وہ کسی مغربی رسم و رواج کے خلاف ہے بلکہ جائز حد تک اپنی چیزوں پر نازاں ہو اپنے ماضی سے واقف ہو اپنے حال کی تنقید کر سکے اور اپنے مستقبل کی نسبت اچھی امید رکھے۔ یہ خیالات اس زور اور اس خوبی کے ساتھ معاصرین میں سے کسی کے ان میں ملتے میر دوست نے مجھے اتفاق رائے کیا اور یہ کہا کہ یہ تمام باتیں جو آپتے بیان کیں بیشک اکبر کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ ایسی بہت سی اور جو گنی جا سکتی ہیں مگر آپ نے نہیں گنیں لیکن میں ان سب کو ایک مرکب لفظ میں ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اکبر لسان العصر ہے۔ زمانہ موجودہ کے طبائع کا میلان عملی اور روحی عمل ان

47

(۴) مصنف کی سوانح عمری ہونی چاہئے (۵) مصنف کی تصویر ہونی چاہئے (۶) ایک مطلق تمہید
غور و مصنف کی طرف سے ہونی چاہئے۔

امراول۔ یہ اعتراض ظاہر ہے لیکن بلجنا حالات موعودہ مصنف اسی ترتیب کو منسجھا
مسدک جائیگا او باشد۔ ہر سو میگویم۔ تاہر تقریرے نکلا ہے جانب او میگویم۔

امرو و ہم۔ الکنایتہ ابلغ من التفتیح علاوہ میں اس کام میں طراوت زیادہ تھی آئیدہ کوئی سخن فہم و دوست بہ شرط ضرورت تیار ہو سکتا ہے۔

امر سوہم ایک معقرانڈکس بعض مصامین کا شامل کیا جاتا ہے

امر حیا رحمہ کی تحریک مدت سے بعض لائق اور معزز احباب فرما رہے ہیں لیکن
کا خیال ہے کہ اگر اسکی لائف ایسی متعین ہو بھی تو اس کلیات کے دیباچے میں وہ نہیں لکھی جاسکتی۔
امرو بخیر۔ مصنف کو یہ امر بخیر پیش نہ مل ہوئے کہ اور طور پر معنی حیر میں نظر آیا۔

امر ششم۔ مصنف کا خیال تھا کہ تمام اشعار جو زیادہ تر ابتدائی و قیاسی اور تعلیمی طرز میں کہے گئے ہیں اور جس میں فقط قاصد پیمائی ہے وہ ساری ہر طرف منتخب اشعار طبع ہوں لیکن دستوں سے لٹریچر خیال کو اخلاقی خیال پر اصرار کے ساتھ ترجیح دی۔ میں اس قدر متفرق و مختلف المعانی اشعار کو پیش منظر رکھ کر کوئی تمہید لکھا و شعرا نظر آیا۔

ایک یورپین مصنف کہتا ہے کہ عمدہ کتاب کو تمہید کی ضرورت نہیں۔ مصنف اس پر یہ یہ
اصافہ کرتا ہے کہ یہ عکس ہے کہ وہ تمہید پر اسے خود ایک حوا کا نام مضمر بن جو مصنف سے بھل
خیالات کو حوا ایک آڑیکل جانتے ہیں اکثر ایک یا چند اشعار میں ظاہر کر دیا ہے تو وہ فرما کر کل کتاب
کا ملاحظہ ضرور ہے کیونکہ ایک قسم کے اشعار ایک حکمہ نہیں ہیں۔ ایک لائق اور دینی علم ڈیڑ صاحب
نے فرمایا ہے کہ مصنف بہ پشت شاہ کے راہہ تر ایک نمک (نوشہ صفا) بافلاس فرسے جس نے
اپنے خیالات حنفی کے ساتھ قلم کئے ہیں۔ مصنف کو ٹھٹھی ہے کہ یہ اسے اسکی حمت امرائی کے
ساتھ ہی اسکی شاعرانہ دماغ داری کو حکا حوا اسکو آدھا نہیں ہے گھٹاتی ہے مصنف کا ارادہ ہے

ادیشن چارم

اس خیال ہے کہ پہلے ادیشنوں کے خریداروں کو شکایت نہ ہو۔ یہ ادیشن بلا تغیر و تبدل
پا گیا۔ مرے ایک معزز اور تعلیم یافتہ دوست نے ارادہ کیا ہے کہ ایک مفصل انڈکس بلحاظ
غنائین مختلفہ مرتب فرمائیں۔ میں نے نہایت شکرگزاری کے ساتھ اجازت دیدی ہے۔ تیسرا حصہ
ترتیب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور ناظرین سے خط لکھنے کی امید
لگتا ہوں۔

سید اکبر حسین یکم ستمبر ۱۹۱۴ء

ویاچہ طبع متالٹ

مصنف مسلسل نادرستی طبیعت کے سبب سے بہت کم کام کر سکتا ہے۔ علاوہ انک شکایت چشم
اور جے بالکل معذوری تھی۔ پہلا ادیشن سید عشرت حسین صاحب نے ۱۹۱۴ء میں مرتب کر کے چھپوایا۔
پھر ختم ہو گیا۔ پبلک کی قدر ختماسی سے دوسرا ادیشن ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ اس کی طبع اور کامیابیوں
کی تصحیح میں جناب مولوی محمد فائز صاحب عرف مولوی راشد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ الہ آبادی نے جو
خود ایک عمدہ ذی علم شاعر ہیں بہت محنت و توجہ کی انکی شکرگزاری کیجاتی ہے۔ دوسرا ادیشن
بھی ختم ہو گیا اور اکثر درخواستیں بلا تعمیل رہ گئیں۔ لہذا یہ تیسرا ادیشن پبلک میں پیش کیا جاتا ہے
حضرت شاکر میرٹھی، ڈیڑہ ادیب نے مہربانی سے خود اسکا انتظام طبع انڈین پریس الہ آباد میں کیا
اور صحت و صفائی طبع میں بہت کوشش فرمائی۔ اکثر بزرگوں نے دوما وقت یاہ خیالات ظاہر فرمائے
(۱) ترتیب اچھی نہیں (۲) بعض اشعار کی تشریح ہونی چاہئے (۳) انڈکس ہونا چاہئے

غلطنامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۱۷	گنت	گنت	۱۷	۱۷	گنت	گنت
۲۹	۱۶	اپنے	اپنی	۱۶	۱۷	اپنے	اپنی
۳۱	۶	آئے اور	آئے اور	۶	۳۱	آئے اور	آئے اور
۳۶	۳	جڑی پر	جڑی پر	۳	۳۶	جڑی پر	جڑی پر
۳	۱۲	اخیار	اخیار	۱۲	۳	اخیار	اخیار
۴	۳۰	آکھتا	آکھتا	۳۰	۴	آکھتا	آکھتا
۳۸	۱۷	وہ آئے	وہ آئے	۱۷	۳۸	وہ آئے	وہ آئے
۵۵	۲	عاقبت میں	عاقبت میں	۲	۵۵	عاقبت میں	عاقبت میں
۷۱	۱۵	تو	تو	۱۵	۷۱	تو	تو
۷۲	۶	ج	ج	۶	۷۲	ج	ج
۷۳	۹	کمال کی باتیں	کمال کی باتیں	۹	۷۳	کمال کی باتیں	کمال کی باتیں
۷۹	۱۹	پستی	پستی	۱۹	۷۹	پستی	پستی
۸۰	۱	مہیش	مہیش	۱	۸۰	مہیش	مہیش
۹۲	۸	نہال دیکھ	نہال دیکھ	۸	۹۲	نہال دیکھ	نہال دیکھ
۱۰۰	۱۹	یہ حیرت	یہ حیرت	۱۹	۱۰۰	یہ حیرت	یہ حیرت
۱۱	۲	گنت	گنت	۲	۱۱	گنت	گنت
۱۶	۲	وہ سکے	وہ سکے	۲	۱۶	وہ سکے	وہ سکے
۱۶۱	۱۵	مطربے	مطربے	۱۵	۱۶۱	مطربے	مطربے
۱۷۰	۲	لنڈ	لنڈ	۲	۱۷۰	لنڈ	لنڈ
۱۶۲	۵	اد پر تو	اد پر تو	۵	۱۶۲	اد پر تو	اد پر تو
۱۶۳	۶	سوزن	سوزن	۶	۱۶۳	سوزن	سوزن
۱۷۰	۷	سوزن	سوزن	۷	۱۷۰	سوزن	سوزن
۱۶۸	۱۹	پر واد	پر واد	۱۹	۱۶۸	پر واد	پر واد
۱۷۳	۲۰	چندہ واد	چندہ واد	۲۰	۱۷۳	چندہ واد	چندہ واد
۱۷۵	۷	آوردنگا واد	آوردنگا واد	۷	۱۷۵	آوردنگا واد	آوردنگا واد

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحات	کیفیت
۱	غزلیات و دہریم - کلامِ حال	۸۲-۱	
۲	دور دوم غالباً ششمی سنتہ اعظمی کا کلام	۸۳-۱۱۱	
۳	دور اول - ۱۸۶۶ء اور اُس سے پیشتر کا کلام	۱۱۲-۱۳۰	
۴	رباعیات و قطعات وغیرہ	۱۴۱-۱۵۶	
۵	پیشرونی قطعات خاص مضامین پر	۱۵۷-۱۹۶	جلوہ دربار برق کلیسا - کزن سچا اور اکثر مشہور مقبول اور معنی خیز تظہیر سی حصہ میں شامل ہیں۔
۶	مواقع خاص	۱۹۷-۲۱۰	نظم کا نفرنس ایک خاص کا نفرنس مقصود تھی اس حصہ میں پر درج ہے
۷	متفرقات	۲۱۱-	

نوٹ - کلیات اکبر کے آئندہ تعلیم و باخیر ناظرین نے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے کہ اس کلیات سے وہ شخص جس نے صرف چند مشہور مضامین کو پڑھ لیا یا کسی خاص نظم کو دیکھ لیا، باخیر نہیں ہو سکتا۔ سچا اسکے کہ وہ کل اشعار بالخصوص صفحہ ۱۹۶-۱۵۷ اور صفحہ ۱۵۶-۱۴۱ کو بہ ملاحظہ کرے کیونکہ اکثر اشعار معنی خیز جا بجا متفرق طور پر مندرج ہیں

اِنَّ مِنْ اَشْعَرِ حِكْمَةٍ اِنَّ مِنْ اَلْبَيَانِ لَسِحْرًا

کلیاتِ اکبر

یعنی

کلامِ بلاغت نظامِ عالیجناب خان بہادر سید اکبر حسین صاحب

المعروف بہ لسانِ العصر

پنشنر جج، آنریری فیسلو آلہ بادیونیورسٹی

حصہ اول

بہ اہتمام بابو شبیر ناتھ صاحب بھاگو

اسٹینڈرڈ پریس آلہ آباد میں چھپا

قیمت ۲۴
(مع محصول)

۱۹۱۴ء

سام
جلد ۱

